بعون خالق کون ومکان وبفضل مالک زمین و زمان

ترجمہ کتاب مستطاب فوائد العجیب ومحامد الغریب الموسوم بہ

مناقب الحبیب ۱۳۳۲ھ

یعنی مفصل سوانح عمری وملفوظات واحوال اولاد امجاد جناب
سلطان العارفین حبیب رب العالمین خواجہ معین الدین حسن سنجری
چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ من تصنیف منیف زبدۃ الاولیاء
عمدۃ الاصفیا رئیس العاشقین خواجہ حاجی محمد نجم الدین چشتی نظامی
خلیفہ جناب غوث زمان خواجہ سلیمان تونسوی رحمت اللہ علیہما

حسب فرمائش مولوی محمد رمضان صاحب مترجم

خلف حضرت مصنف ممدوح

وبحسن سعی سید میر حسن مالک مطبع رضوی دہلی صحیح ہوکر

مقبول پریس دہلی میں چھپا

قیمت فی جلد ۱۰ر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ علی من لا نبی بعدہ اما بعد اسکے عرض کرتا ہے عاصی یحییٰ بن
محمد رمضان جھو بخنوی ابن حضرت قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین خواجہ حاجی
محمد نجم الدین چشتی نظامی سلیمانی شاہ ولایت فتحپور شیخاواٹی خلیفہ خاص جناب
غوث زمان حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ عنہ اولاد حضرت خواجہ
سلطان التارکین حمید الدین صوفی السوالی الناگوری خدمتمیں ناظرین باتمکین کے
کہ کتاب مناقب الحبیب من تصنیفات حضرت قبلہ وکعبۂ والدی ماجدی قدس اللہ تعالےٰ
سرہ جو بمناقب و ملفوظات وکرامات واحوال اولاد حضور غریب نواز سلطان الہند خواجہ خواجگان
خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجمیری رضی اللہ عنہ کی بعبارت فارسی اس عاصی کی نگاہ
میں گزری تو معا اسکے دیکھتے ہی میرے دلمیں آیا کہ یہ کتاب مستطاب ایک خزینہ ہے
جواہرات کثیرہ کا اور ایک ذخیرہ ہر گوہر وغیرہ کا جسکے مطالعہ سے مبتدی سلوک کا مالا مال
فیوض گوناگوں و منتہی مجمع فیضان بوقلمون ہو جاتا ہے اور بوجہ اسکے کہ عبارت فارسی
ہے عوام کو اسکے سمجھنے کی لیاقت نہیں لہٰذا بموجب اصرار برخوردار سلیمان احمد طال عمرہ
اور حسب الارشاد باطنی جناب مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی خاکسار نے ارادہ کیا کہ ترجمہ اسکا
بزبان سلیس اردو عام فہم کر دیا جاوے تاکہ ہر خاص و عام کو اس دریائے فیض سے حصہ ملے اسکے
اور دنیائے فانی مین عاصی مترجم سے بھی یادگار رہے پس بفضل ایزدی و عنایت مرشدی
فقیر نے ترجمہ اسکا باوجود عدیم الفرصتی کے ماہ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ میں شروع کر کے
اخیر ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ میں ختم کیا۔ ہر چند کہ مجھکو اردو نویسی یا ترجمہ کلام جناب
مصنف قدس سرہ کی لیاقت نہین تھی لیکن محض امداد الٰہی و توجہ حضرت مصنف یعنی
قبلہ وکعبۂ والدی و مرشدی و خوشنودی و توجہ حضور غریب نواز سلطان الہند حبیب

رب العالمین خواجہ معین الدین چشتی کی امید پر مینے اسکے ترجمہ کو انجام دیا ہی الحمد للہ
ثم الحمد للہ یقین ہے کہ میری یہ محنت دربار مین جناب خواجہ بزرگ غریب نواز کے اور
حضور مین حضرت مصنف یعنی جناب مرشدی و والدی جدی اور خادمین ناظرین باتمکین
کے مقبول ہوکر موجب نجات اور باعث سعادات اور وجہ دعاے مغفرت ہوگی۔
حضرات ناظرین سے توقع ہے کہ میری بے بضاعتی اور نالیاقتی کے عذر کو مسموع فرماکر غلطی
یا بے ربطی عبارت یا سہو یا بے محاورگی پر نظر نہ ڈالکر عیب پوشی اور اصلاح میں کوشش فرماینگے
مینے جہانتک ہوسکا ہے لفظی ترجمہ سے تجاوز نہیں کیا ہے البتہ بعض بعض جگہ احوال
خواجہ غریب نواز مین کچھہ ازدیاد کیا ہے جو بطور حاشیہ کے ہر موقع پر مینے اپنا نام ظاہر کردیا ہی
اصل کتاب کی خوبی او مستندی و صحت اور عمدگی کے جتلانیکی یا لکھنے کی چندان مجھکو ضرورت
نہین کہ خود دیکھنے والے اسکے ملاحظہ سے اندازہ کرسکینگے کہ کتنی تحقیق و تصدیق کیساتھ جناب مصنف
نے اس کتاب کو لکھا ہے کیونکہ ہر عبارت اور مضمون کے آگے حوالہ کتب منقول عنہ کا موجود
ہے ہان صرف اُن کتابونکا کہ جنسے اس کتابکو تصنیف کیا گیا ہی یکجائی نام لکھدینا کفایت کرتا
ہے جسسے پایۂ تحقیق و درجہ تصدیق نظر ناظرین میں زیادہ تر اعلیٰ و بالا معلوم ہوگا چنانچہ
وہ کتابین یہ ہین۔ مرآت الاسرار۔ اخبار الاخیار۔ انیس العارفین۔ سیر الاولیا۔ انیس الارواح
مونس الارواح۔ کلمات الصادقین۔ دلیل العارفین۔ سیر الصمد۔ سیر العارفین۔ سفینۃ الاولیا
تحفۃ الراغبین۔ خیر المجالس۔ دلیل المحبین۔ زبدۃ الحقایق۔ بحر المعانی۔ بحر الانساب۔ آئین المعین
مخبر الاولیا۔ کشف المحجوب۔ فوائد الفواید۔ فواید السالکین۔ راحت القلوب۔ قول مستحسن شرح فخر الحسن
نافع السالکین۔ تاریخ فرشتہ۔ سیر الاقطاب۔ روضۃ الاحباب۔ سبع سنابل۔ اقتباس الانوار
شجرہ اولاد خواجہ غریب نواز۔ جامع العلوم۔ آداب الطالبین۔ بحر الحقائق۔ شجرۃ الانوار۔ تاریخ ہند

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم العبد سراجی الغفران بندہ محمد رمضان ابن
حضرت خواجہ حاجی محمد نجم الدین چشتی نظامی سلیمانی جہونجہوی رضی اللہ عنہ وعفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمہ مناقب الحبیب

حمد و ثنا سزاوار ہے خاص اُس پروردگار کو کہ جو دین مصطفےٰ کا حامی اور شریعت مجتبیٰ کا مددگار ہے رجوع ہر مستعین کا اُسی کے طرف ہے جیسے کہ وہ فرماتا ہے ایاک نعبد وایاک نستعین اور ہر پریشان حال بیقرار کی الحاح اُسی سے ہے جیسا کہ وہ حکم دیتا ہے امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء ؎ مستعین ہے تو معینی عاجزاں ہے تو ہی حاضر و ناظر ہر مضطر مددگار آمدی مبرکات انی اور صلوٰۃ کافی اُس حبیب رب العالمین ختم المرسلین پر جو فانی ہوا حب اللہ میں اور باقی ہوا بقاء اللہ کیساتھ تمام عالم علوی اور سفلی اُسی کے نور کا ظہور ہے۔ ؎

وصلے اللہ علی نور کزو شد نورہا پیدا — زمیں از حکم او ساکن فلک در عشق او شیدا

محمد احمد و محمود کو را خالق بستود — کزو شد جود ہر موجود زو شد دیدہا بینا

اگر نام محمد را نیاوردے شفیع آدم — نہ آدم یافتی توبہ نہ نوح از غرق نجینا

نہ یوسف حشمت و شوکت نہ ایوب بلا راحت — نہ عیسیٰ آں مسیحا دم نہ موسیٰ آں ید بیضا

ز سر سینہ اش جامی الم نشرح لک برخوان

ز معراجش چہ می پرسی کہ سبحان الذی اسرا

وعلے آلہ و صحابہ و اتباعہ اجمعین اما بعد کہتا ہے **فقیر حقیر** درویشوں کا غلام مرشدوں کا خاکپا خرمن غم ابجگان چشت کا خوشہ چین عاصی حاجی **محمد نجم الدین** چشتی نظامی فخری سلیمانی رہنے والا قصبہ جھنجھنوں علاقہ جے پور کا معاف کرے اللہ تعالیٰ خطا اُسکی اور بخشے سب گناہ اُسکے بیٹا حضرت شیخ احمد بخش بن شیخ فیض الدین بن شیخ محمد سلطان بن شیخ محمد سعد بن شیخ محمد سعید بن شیخ جمال الدین بن شیخ کمال الدین بن شیخ عبدالقادر کا

ذکر کتاب اخبار الاخیار مین ہے بن شیخ عبد الفتح بن شیخ خواجہ معروف بن حضرت خواجہ مخدوم حسن ناگوری جنکی کمالیت اور بزرگی کا تذکرہ اخبار الاخیار مرات الاسرار اقتباس الانوار وغیرہ ملفوظات خواجگان چشت مین مشرح اور مفصل موجود ہے بن شیخ خالد بن شیخ نظام الدین بن شیخ محمد بن شیخ وحید الدین بن شیخ عبد العزیز شہید المحبت جنکا انتقال لیلۃ الرغائب مین اس شعر پر ہوا کہ ؎

جان بدہ وجان بدہ وجان بدہ — فائدہ گفتن بسیار چیست

پس انہوں نے کہا حالت وجد مین مصرع جان دادم وجان دادم وجان دادم اور جان اپنی جان آفرین کے حوالہ کردی ابن حضرت شیخ المشائخ سلطان التارکین خواجہ حمید الدین صوفی السوالی الناگوری السعیدی الفاروقی رضی اللہ عنہم اجمعین کہ بعضے محبان ملی اور معتقدان خواجگان چشت نے اس فقیر سے سوال کیا کہ اگر ایک رسالہ فضائل و مناقب میں حضرت خواجہ خواجگان حبیب اللہ و محبوب الرحمن رسول رسول اللہ فی الہندوستان غوث الارض والسما سید العارفین سلطان الواصلین خواجہ معین الحق والدین حسن سنجری ثم الاجمیری رضی اللہ عنہ کے مع ذکر اولاد پاک بہا آنحضرت کہ جو اسوقت تک موجود ہے لکھا جاوے تو معتقدین اس خاندان کی آنکھوں میں نور اور دلکو سرور حاصل ہو اور منکرین احمق و دہان عالیشان کی چشموں میں خار اور دلمیں آزار پیدا ہووے لہذا بپاس خاطر ان احباب کے مینے اس رسالہ کو سنہ ۱۲۷۰ ایکہزار دوسو ستتر ہجری میں معتبر کتابوں خاندان چشتیہ سے کہ انکا نام ہر ایک کا حوالہ کی جگہ پر لکھا جائیگا انتخاب کر کے جمع کیا اور مناقب الحبیب نام رکھکر ایک مقدمہ و پانچ فصل اور ایک خاتمہ پر ترتیب دیا وھو الموفق والمستعان مقدمہ جاننا چاہیے کہ مذہب حضرات صوفیہ اہل سلوک مین چار پیر اور چودہ خانوادہ مشہور ہین باقی جتنے سلسلہ ہین وہ سب انکی شاخ ہیں پس ہر ایک گروہ والے حسب الحکم ایزد ذوالجلال کل حزب بما لدیہم فرحون

اپنے پیران سلسلہ کو ترجیح دیتے چلے آئے ہین یہانتک کہ اکثر اپنے پیران کے برابر دوسرو
نہیں سمجھتے یہ عمل انکا محض غلبۂ عشق کے سبب سے ہے کہ رتبہ فنافی الشیخ کو پہنچکر ایسا کرتے ہین
در اصل تمام اولیاء اللہ مقبولان خدا و محبوبان بارگاہ کبریا اعلی اور افضل اور نور علی نور ہین جسکو جس
سلسلہ سے اعتقاد اور ربط ہو اسمین بیعت کرے کہ بشرط متابعت اور پیروی حقیقی اس خاندان
اپنے کی مراد اصلی اور مقصود دلی کو پہنچیگا تمام اولیاء اللہ بارہ قسم کے ہین لیکن انمیں سے بعض سے بعض مرتبہ
مین افضل ہین چنانچہ درجہ لا انمیں سب سے اعلی گروہ محبوبونکا ہے اور گروہ صدیقان بھی قسم محبوبون سے
ہے اور ایسے ہی گروہ حبیب کا بھی اسی رتبہ محبوبی مین داخل ہے اسکے بعد گروہ افراد ہے اسکے بعد
گروہ غوث کا ہے کہ اسکو قطب الاقطاب بھی کہتے ہین اور قطب مدار عالم بھی اسیکا نام ہے
اسکے بعد گروہ اماماں کا ہے اسکے بعد اقطاب اسکے بعد اوتاد اسکے بعد ابدال اسکے بعد نجبا اسکے
بعد نقبا اسکے بعد عمد اسکے بعد اخیار اسکے بعد ابرار اسکے بعد مکتومان تفصیل احوال ان جملہ اولیا
اللہ کی اس فقیر نے کتاب گلزار وحدت و راحت العاشقین و حیات العاشقین مین لکھا
ہے پس ہر ایک ولی پر اسکے درجہ کیمطابق اعتقاد رکہنا چاہئے۔ کتاب **بحر المعانی** مین حضرت
فرد الافراد سید محمد جعفر مکی کہ جو خلفائے عظام حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی سے ہین
لکہتے ہین کہ امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اولیاء اللہ چند بزرگ درجہ محبوبی کو پہنچے ہین
اول ابو بکر شبلی **دوم** خواجہ بایزید بسطامی **سوم** شیخ عبد القادر جیلانی **چہارم** شیخ فرید الدین
گنجشکر اجودہنی **پنجم** سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا محبوب الہی رضی اللہ عنہ یہ تحریر
انکی بنظر زیادت اہتمام انکے حال کے ہے مقصود انکا حصر نہیں ہے کیونکہ بہت سے محبوب اور حبیب گذرے
ہین جنکا حال دوسری کتابونمین لکہا ہے چنانچہ حال محبوبی اور حبیبی حضرت خواجہ خواجگان
معین الدین چشتی کا کتاب سیر الاولیا اور مرات الاسرار و سیر الاقطاب و اقتباس الانوار وغیرہ مین ثبت ہے
اور ظاہر ہے کہ ہر محبوب کی محبوبی کا حال یا تو کتب مشائخ سے ظاہر ہوتا ہے یا خود اس بزرگ کے قول
سے کہ جو درجہ محبوبی رکہتا ہو لیکن حضرت خواجہ غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے درجہ محبوبی کا

حبیبی کا اثبات اللہ تعالی کیجانب سے ہوا ہے وہ اسطرح سے ہے کہ کتاب سیر الاولیا میں جو خاندان چشتیہ
کی معتبر کتاب ہونے سے لکھا ہے کہ جب حضرت خواجہ بزرگ اجمیری نے انتقال فرمایا تو آپکی پیشانی مبارک پر
یہ عبارت بحروف سبز قلم قدرت سے ظاہر ہوئی حبیب اللہ مات فی حب اللہ اور یہی کتاب اخبار الاخیار مرات الاسرار
سیر العارفین سیر الاقطاب اقتباس الانوار وغیرہ میں لکھا ہے پس یہ رتبہ خاص ہے جو حضرت خواجہ بزرگ خواجہ
معین الدین چشتی کو حق تعالی کیطرف سے عنایت ہوا ہے یا حضرت خواجہ ذوالنون مصری کو ملا ہے ہر چند کہ
بہتیری ملفوظات خواجگان چشت اور حضرات قادریہ نقشبندیہ وغیرہ کے اس فقیر کی نگاہ سے گذرے ہیں
مگر یہ فضل اور علو مدارج جو حضور خواجہ غریب نواز کا تھا کسی دوسرے بزرگ کی شان میں دیکھنے میں
نہیں آیا ہاں مگر حضرت ذوالنون مصری کے حالمیں ضرور درج ہے جیسا کہ کتاب کشف المحجوب
میں شیخ علی بن عثمان ہجویری نے لکھا ہے کہ جب حضرت ذوالنون مصری فوت ہوئے تو آپکی پیشانی
پر یہ عبارت لکھی ہوئی ظاہر ہوئی ہذا حبیب اللہ مات فی حب اللہ قتیل اللہ اب میں لفظ حبیب کے معنی
لکھتا ہوں واضح ہو کہ لفظ حبیب صیغہ مبالغہ کا ہے اسکے معنی ہیں بہت محبوب یعنی محبوب خاص ہے اور
حبیب اخص ہے لفظ حبیب میں معنی فاعل و مفعول دونوں پائے جاتے ہیں یعنی عاشق و معشوق اسطرح سے
کہ خدا کا وہ عاشق اور خدا اسکا عاشق بخلاف محبوب کے کہ اسمیں ایک صفت معشوق کی ہی ہے
پس حبیب خاص تر ہوا محبوب سے کہ جو صفات دونوں کی ہے اسیواسطے حضرت سلطان المشائخ نظام الدین
محبوب الہی نے فرمایا ہے کہ ہمارے پیر خواجگان چشت تمام عاشق ہوئے ہیں یعنی اگرچہ درجہ محبوبی کو پہنچے
ہیں لیکن مرتبہ عاشقی کو بھی ہاتھ سے نہیں دیا ہے کیونکہ عشق کا درجہ بہت بڑا ہے جیسا کہ اللہ تعالی محبوب
اور معشوق تمام عاشقوں کا ہے مگر عاشق بھی بعضی محبوبوں کا ہے سہ گرچہ معشوقی لباس عاشقی پوشیدہ ایم کیش
عاشقان خود را تماشہ کردہ ایم برادر ایک عاشق ابتر ہے اور ایک واصل ابتر ہے اور ایک عاشق واصل ہے
پس سالک لوگ تین قسم کے ہوئے جو عاشق کہ وصل کا ڈھونڈھنے والا ہے ابھی اسکو وصل نصیب نہیں ہوا ہے
اسکو عاشق ابتر کہتے ہیں اور واصل اسکو کہتے ہیں کہ دوست کے وصل سے مشرف ہو گیا اور جو حضرات
اور بیقراری عشق میں کہتا تھا اسکی جگہ خطا و سہو اور بیغمی پیدا ہو گئی اور ذائقہ عشق اس سے جاتا رہا مگر

واصل ابتر کہتے ہین۔ اور واصل عاشق وہ ہے کہ اگرچہ وصل محبوب اُسکو حاصل ہوگیا مگر ابھی تک
تشنگی عشق کی باقی ہو ذوق عشق کا ہاتھہ سے نہیں دیا ہے اس مقام کا رتبہ بہت اونچا
ہے ہمارے حضرات خواجگان چشت اسی مذاق کے رکھنے والے ہوئے ہین جیسے کہ مولنا معین ہراتی
کہتے ہین ؎ سوز دل خستہ از وصالش نہ نشست۔ وین تشنگی از آب زلالش نہ نشست۔ اور حافظ
شیرازی فرماتے ہیں ؎ گفتمش در عین وصلے نعرہ و فریاد چیست۔ گفت ما را جلوہ محبوب درین کار داشت
اور ایک بزرگ فرماتے ہین ؎ در وصالیم و ہمان داغ غم ہجریم ہنوز تلخی از دل نبرد قربت معشوق مرا۔ اور صبا
لکھتے ہیں ؎ عجبے نیست کہ سرگشتہ شود طالب دوست۔ عجب اینست کہ من واصل و سرگردانم
الغرض شرح اس مقام کی بہت نازک ہے اسموقعہ پر لکھنے کے قابل نہیں حضور سرور کائنات صلی اللہ
علیہ وسلم جو فرمایا کرتے تھے رب زدنی تحیرا فیک وہ اسی معنی میں فرماتے تھے اور اللہ تعالی جو فرماتا ہے قل
رب زدنی علما یہی اسطرف اشارہ ہے انتہی کہاں ہے جسکو منتہی کہا جاوے سیر الی اللہ کو البتہ انتہا ہے اور سیر
فی اللہ کو ابتدا ہے انتہا نہیں ہے جب واصل اس رتبہ پر پہنچتا ہے تو حیرت در حیرت ہوتا ہے جسقدر مسافت طے
کرتا ہے اُسیقدر منزل باقی رہتی ہے یہ ایک دریا ہے ناپیدا کنار اور ایک جنگل ہے غیر محدود
مراۃ الاسرار میں بطبقہ بست و یکم حضرت بندہ نواز سید محمد گیسودراز خلیفہ اعظم حضرت نصیر الدین
چراغ دہلوی کے ملفوظ جامع الکلم سے لکھا ہے کہ خواجہ بندہ نواز فرماتے تھے کہ ہمارے حضرات
خواجگان چشت صوفیان عاشق ہوئے ہین اور شیخ شہاب الدین اور انکے پیرو مرشدان واصل و
عارف ہوئے ہیں لیکن عشق چیز دوسری ہی ہے اور فرمایا کہ ہر چیز کیلئے ایک آفت ہوتی ہے مگر
عشق کیلئے دو آفتیں ہیں ایک آفت ابتدا اور دوسری انتہا آفت ابتدا وہ ہے کہ اسقدر درد عشق
اور غم طلب معشوق کا اسپر طاری ہو۔ کہ وہ خود محیط ہوجاوے انتہی مدت اسپر گزری کہ اسکو
اسمین لذت کامل حاصل ہو مگر کوئی راستہ وصل محبوب کا اُسپر کشادہ نہووے اور وہ یہ سمجھے کہ درد
غم کے سوا کوئی نقد قابل وصل نہین ہے صرف یہی ہے اور ایک مدت کے بعد درد و غم اسکی
طبیعت بنجاوے اور عادت ہوجاوے اور ذوق درد و غم کا نہ ہے نہ لذت وصل کی حاصل ہو اسطرح

فنا کے اور سرد ہو جاوے نعوذ باللہ منہا آفت انتہائے عشق کی یہ ہے کہ وصال معشوق سے لذت حاصل ہو درد و غم جدائی کا دفع ہو مدت کے بعد وصال ہی عادت اُسکی ہو جاوے اور ذوق وصل جاتا رہے اس حالتمیں سوائے ذوق و خوشی و راحت کے کچھ حاصل ہو وصل بے ذوق اور فراق بے لذت الم ناکارہ ہے کیونکہ آدمی سرد ہو جاتا ہے عشق جاتا رہتا ہے اور محروم ذوق جمال محبوب سے ہو جاتا ہے نعوذ باللہ منہا اگرچہ وصل حاصل ہے لیکن ذوق کہاں جس سے راحت ملے اور ہجر و وصال کس کام کا اور **عشق برخوردار** وہ ہے کہ عاشق ابتدائی حالتمیں مشغول لذت فراق و مبتلائے ذوق الم تپید فرقت جلدی ہو اور انتہا مین جتنا وصال زیادہ ہو ذائقہ مزید پاوے اور طلب زیادہ ہو درد پر درد بڑہے کہتے ہین کہ اس عاشق کی عاقبت بخیر ہو اور عشق سے پھل پاوے حظ کامل حاصل کرے اگرچہ عارف لوگ اسکو بھی نقصان ہی کہتے ہیں اور فرمایا کہ عوارف میں لکھتے ہیں کہ مرد کامل کو ذوق سماع نہیں حاصل ہوتا مگر یہ وہ کامل ہے کہ جسکو آفت انتہائے عشق نے پہنچکر سرد کر دیا ہو اور عادت وصال کی ہو گئی ہو اور ذائقہ کھو بیٹھا ہو **انتہائے ممدوح** کی آفت اُسکو نہ پہنچی ہو یہ ہے کہ جسکا اشارہ اس بیت مین کرتے ہین سہ عجبے نیست کہ سرگشتہ شود طالب دوست عجب این است که من واصل و سرگردانم **الغرض** رتبہ حبیبی کا حضور سرور عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا کہ وہ محبوب اور معشوق حق تعالیٰ کے تھے اور خود عاشق ذات پاک باری تعالیٰ کے بخلاف دوسرے پیغمبروں کے کہ عاشق اور محب خدا ہوئے ہین بطفیل آنحضرت صلی اللہ وسلم کے اور بکمال متابعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ نے بحکم اپنی اس آیت کے فاتبعوانی یحببکم اللہ یعنے اخص الخواص اولیائے اس امت مرحومہ کو بھی یہ درجہ محبوبی اور محبی یعنے حبیبی کا بخشا ہے جیسا کہ حضرت محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی و حبیب حقانی حضرت خواجہ معین الدین چشتی سجستانی اور حضرت محبوب الٰہی شیخ نظام الدین اولیا وغیرہ ہوئے ہین اور **حدیث صحیح** میں آیا ہے۔ عن

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال جلس ناس من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینتظرون قال فخرج حتی اذا دنی منہم سمعہم یتذاکرون فسمع حدیثہم فقال بعضہم عجبا ان اللہ اتخذ ابراھیم من خلقہ خلیلا وقال اخر ماذا باعجب من کلام اللہ موسی کلمہ اللہ تکلیما وقال اخر فعیسے کلمۃ اللہ وروحہ وقال اخر ادم اصطفٰہ اللہ فخرج علیہم النبی فسلم وقال قد سمعت کلامکم وعجبکم ان اللہ اتخذ ابراھیم خلیلا وھو کذلک وموسی کلیم اللہ وھو کذلک وعیسے روح اللہ وھو کذلک وادم صفی اللہ وھو کذلک وانا حبیب اللہ ولا فخر وانا حامل لواء الحمد یوم القیامۃ ولا فخر وانا اول شافع واول شفیع ولا فخر وانا اکرم الاولین والاخرین ولا فخر۔

یعنے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں۔ کہ ایکدن چند اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھے ہوئے انتظاری آنحضرت کی دیکھہ رہے تھے۔ کہ حضرت باہر تشریف لائے اور اونکی باتوں کو نزدیک ہوکر سنا اصحاب پیغمبرؑ لکا ذکر کر رہے تھے اونمیں سے بعض نے تعجب کرکے کہا۔ کہ حق تعالی نے ابراہیم علیہ السلام کو درجہ خلیلی کا دیا۔ اور دوسرے اصحاب نے تعجب سے کہا۔ کہ حضرت موسیٰ کو رتبہ کلیمی کا عنایت کیا۔ اور ایک صاحب نے کہا۔ کہ حضرت عیسیٰ کو درجہ روح اللہی کا بخشا ایک صاحب کہتے تھے۔ کہ حضرت آدم کو آپنے صفی اللہ بنایا۔ پس حضور رسول اللہ نے اونکے نزدیک آکر فرمایا۔ کہ مینے تمہارا کلام سنا۔ بیشک حضرت ابراہیم کو اللہ تعالی نے خلیل اللہ بنایا۔ اور موسیٰ کو کلیم اللہ کہا اور عیسیٰ کو روح اللہ مقرر کیا۔ اور حضرت آدم کو صفی اللہ کہا لیکن میں حبیب اللہ ہوں اور یہ کلام فخر سے نہیں کہتا ہوں۔ اور میں لواء حمد کا اوٹھانیوالا ہوں قیامت کے روز اور فخر سے نہیں کہتا ہوں اور میں شافع اول اور شفیع اول ہوں۔ اور میں اولین اور آخرین سے بزرگتر ہوں اور فخر سے نہیں کہتا ہوں۔ اور حدیث ابوہریرہ میں رضی اللہ عنہ یہ آیا ہے من قول اللہ تعالی لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اتخذتک خلیلا وھو مکتوب فی التورات احبیب الرحمن سب زبان سریانی ہیں۔ یعنی انتہا ہے یعنی تو حبیب الرحمن ہے پس اللہ تعالی نے بطفیل اپنے حبیب پاک کے حضرت خواجہ بزرگ یعنی خواجہ معین الدین چشتی کو

بحر المعانی سے ایسا ظاہر ہوتا ہے۔ کہ سلسلہ عالیہ قادریہ میں دو محبوب ہوئے ہیں۔ ایک خواجہ ابوبکر شبلی
دوسرے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی اور ہمارے سلسلہ چشتیہ میں تین بزرگ درجہ محبوبی پر پہونچے ہیں
اول حضرت خواجہ معین الدین چشتی۔ دوسرے حضرت شیخ فرید الدین گنجشکر۔ تیسرے سلطان المشائخ
حضرت نظام الدین اولیا۔ لیکن میاں غلام رسول خان ماکو جو ہمارے حضرت جناب خواجہ شہ سلیمان
رضی اللہ عنہ کے خلفا میں سے ہیں۔ اور مدت مدید سے ترک و تجرید کر کے خدمت میں حضرت قبلہ و کعبہ
پیر و مرشد کے رہکر عہدہ خاص خدمت گاری اور حاضر الوقتی پر ممتاز تھے۔ اس فقیر کے روبرو فرماتے
تھے۔ و نیز میاں ابراہیم خاں افغان بھی کہ ایک مریدان و معتقدان حضرت قبلہ و کعبہ مرشدی اور صالحان
وقت سے ہیں۔ کہتے تھے۔ کہ ایکروز ایک شخص نے خدمت میں حضرت صاحب کے حاضر ہوکر سلسلہ عالیہ
قادریہ میں بیعت کرنیکی درخواست کی آپ نے فرمایا۔ کہ سلسلہ چشتیہ بہشتیہ میں بیعت ہو۔ اس شخص نے پھر
عرض کیا۔ مجھکو سلسلہ قادریہ میں ہی بیعت فرمائیے۔ اگرچہ حضرت صاحب ہر چہار سلسلہ یعنی چشتیہ و قادریہ و نقشبندیہ
و سہروردیہ میں بیعت فرماکر اجرائے فیض جملہ خانوادوں کا فرماتے تھے۔ لیکن جبکہ آپنے اس شخص کی نظر
میں سلسلہ قادریہ کو سلسلہ چشتیہ سے افضل دیکھا۔ تو ارشاد فرمایا۔ کہ تو سلسلہ قادریہ میں اس واسطے بیعت
چاہتا ہے۔ کہ اس خاندان میں حضرت محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اوس نے
عرض کیا۔ کہ ہاں فرمایا ہمارے سلسلہ چشتیہ میں بھی بہت محبوب ہیں چنانچہ اسکے معنی ہم آگے لکھیں گے

اور ایسے ہی میاں صاحب حضرت نور بخش بن خواجہ محمود بن میاں نور احمد ابن حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رضی اللہ عنہم اجمعین

اس فقیر کے روبرو کہتے تھے۔ کہ میں نے ایکروز خدمت میں حضرت صاحب غوث زماں
خواجہ محمد سلیمان رضی اللہ عنہ کے حاضر ہوکر عرض کیا۔ کہ قبلہ مجھکو خاندان قادریہ میں بیعت کر لیجے فرمایا۔
نہیں نہیں تمکو سلسلہ چشتیہ میں بیعت کرونگا۔ کیونکہ میں نے بھی اسی سلسلہ چشتیہ میں حضرت خواجہ نور محمد
مہاروی سے بیعت کی ہے الحاصل ہر ایک اپنے پیر کو دوسرے سلسلہ اور سب خاندانوں

افضل اور اعلیٰ جانتا ہے۔ لیکن ہمارا سلسلہ چشتیہ بہشتیہ عشقیہ عجب ایک سلسلہ بزرگ ہے۔ اور ہمارے اس خاندان عالیشان کے خواجگان شاہباز ہیں۔ میدان لاہوت کے جو اپنا آشیانہ بجز لامکان کے دوسری جگہ نہیں رکھتے۔ جس کسی کو نسبت اور فیض اس خاندان سے حاصل ہوا ہے۔ وہی جانتا ہے۔ **شعر**

عاشقان خواجگان چشت را ؛ از قدم تا سر نشان دیگر است۔ جیساکہ مولانا نیاز احمد بریلوی رضی اللہ عنہ اپنے دیوان میں کہتے ہیں۔ **غزل**

سرزمین چشت کی آب و ہوا کچھہ اور ہے۔ دین و دنیا سے نرالا ہی یہاں کچھہ طور ہے

کوئی سبحانی کہے کوئی انا الحق بر ملا۔ بلبلہ اوسکا بلبلانا یہ بلانا اور ہے ؛

پھر رہے ہیں ہر گلی کوچہ میں از خود رفتگاں۔ عشق کا منصب ہے یہاں اور بیخودی کا دور ہے

دلیل العارفین ملفوظ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا میں حضرت امیر خسرو رضی اللہ عنہما لکھتے ہیں۔ کہ تاریخ نہم جمادی الاولی ۷۰۹ھ روز چہارشنبہ مجھہ کو دولت قدمبوسی حاصل ہوئی۔ سخن ذکر اہل سلوک اور درویشی میں ہو رہا تھا۔ مولانا برہان الدین غریب و دیگر عزیزان خدمت بابرکت میں حاضر تھے۔ آپنے فرمایا۔ یعنی حضرت نظام الدین محبوب الہی نے کہ بعضے مشائخ طبقات نے سلوک کی اکیسو مرتبہ رکھی ہیں اونمیں سے ہفتدہم یعنی سترواں مرتبہ کشف و کرامت کا ہے۔ جو درویش اس مرتبہ کشف میں اپنے کو ظاہر کر دیتا ہے دوسرے مراتب کی سعادت سے فیض یاب نہیں ہو سکتا۔ مرد کامل وہ ہے جو اپنے کو اس مرتبہ کشف میں ظاہر نکرے۔ جب مرتبہ صدم یعنی آخری میں پہونچے۔ اور ظاہر کرے۔ تو روا ہے۔ لیکن خواجہ بایزید بسطامی اور شاہ شجاع کرمانی قدس سرہما نے پچاس مرتبہ سلوک کے رکھکر اونمیں سے دسواں مرتبہ کشف و کرامت کا قایم کیا ہے۔ اونکے نزدیک اس دسویں مرتبہ میں اجازت ہے۔ اگر درویش چاہے۔ تو کرامت کلی کا کشف کرے۔ لیکن ہمارے خواجگان چشت میں کل پندرہ مرتبہ ہی سلوک کے رکہے ہیں۔ از انجملہ پانچواں مرتبہ کشف اور کرامت کا ہے اگر کوئی اس مرتبہ پنجم میں کشف کرامت کرے۔ تو باقی دس مرتبہ حاصل نہیں کر سکتا۔ لیکن مرد کامل وہ ہے جو کل پندرہ مرتبہ ہی حاصل کرکے کشف کرامت نکرے۔ حضرت خواجہ یہانتک فرما چکے تھے کہ مولانا

شمس الدین یحیی نے دست بستہ عرض کیا کہ اگلے مشائخ نے مراتب سلوک کی
ستنوسے بھی زیادہ رکھے ہین۔ یہہ کیا وجہ ہے کہ مشائخ چشت نے کشف وکرامت
کو پانچوین درجہ پر قایم کیا ہے۔ اور نعمت بغیر زیادہ مجاہدہ کے حاصل کی ہے حضرت
خواجہ محبوب الٰہی نے فرمایا سچ ہے لیکن ہماری حضور رسول علیہ السلام سے پہلے
جتنے پیغمبر ہوئے ہین انہوں نے صدہا برسوں کی عمرین پائی اور مجاہدہ ادر
مشاہدہ بہی عمروں کے اندازہ کے موافق انہوں نے کیا۔ اور نعمت تھوڑی حاصل
ہوئی۔ مگر جب کہ کوکبۂ اقبال حضور سرور کائنات محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کا سب سے آخر ظاہر ہوا تو عمر تہوڑی اور نعمت بسیار اور معجزات بے شمار
جناب الٰہی سے عطا ہوئی ہے پس ہمارے خواجگان چشت بھی کہ مشائخ آخری ہیں
ہین انکو مجاہدہ کم سے نعمت اتنی زیادہ مرحمت ہوئی کہ مشائخ اولین کو باوجود
کثرت مجاہدہ کے ایک ثلث اس نعمت مشاہدہ وغیرہ کی ملی ہو یہ سب بطفیل حضور
رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ محنت کم اور مشاہدہ زیادہ ہوا ہے کہ
کم مراتب سلوک کیساتھ درجہ کمالیت کو پہونچے ہین

مونس الارواح و مرات الاسرار مین لکھا ہے۔ کہ جب حضرت خواجہ
عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ نے جناب خواجۂ خواجگان حضرت معین الدین چشتی کو
بیعت کیا۔ تو فرمایا کہ ہمارے طبقات مشائخ میں صرف ایک رات دن کا مجاہدہ
ہے دجا، اور ایک رات دن مجاہدہ کر۔

سیر الاولیا کے دیباچہ میں یہ عبارت لکھی ہے کاتب حروف محمد مبارک محمد
کرمانی المدعو بامیر خورد عرض کرتا ہے۔ مریدان خوب اعتقاد کی رائے پر پوشیدہ
نہ رہے کہ شجرہ معظم حضرات خواجگان چشت مین ہر ایک بزرگ محبت حق
تعالے مین ایک آفتاب ہوئے ہین یہاں تک کہ ببرکت اتباع حضرت رسالت

پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مقام محبت مین ترقی کرکے درجہ محبوبیت کو پہونچے ہیں کہ فاتبعونی یحببکم اللہ اس پر شاہد ہے اور ہر ایک اپنے عہد میں خداوند تعالے کی عبادت کرکے ترک دنیا ئے غدار مین مشائخ کبار کے برابر ہوئے ہین لیکن عالم محبت مین سب سے زیادہ اور ممتاز ہوئے ہین۔

کاتب الحروف فقیر نجم الدین کہتا ہے - کہ ایک روز قصبہ تاج سرور مین جو شہر چشتیان کے نام سے مشہور ہے - جہاں حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رضی اللہ عنہ کا مزار پرانوار ہے - یہ فقیر خدمت میں حضرت پیر دستگیر جناب خواجہ سلیمان رضی اللہ عنہ کے بیٹھا تھا اور دیگر عزیزان با اعتقاد بھی حاضر تھے حضرت پیر دستگیر بعد نماز ظہر و تلاوت قرآن شریف کے بنگلہ مبارک مین تشریف رکھتے تھے کہ حضرت صاحبزادہ خواجہ محمود پسر بزرگ اور سجادہ نشین خواجہ نور احمد بن خواجہ نور محمد رضی اللہ عنہ کے حضرت غوث زمان یعنے جناب پیر و مرشد برحق خوجہ سلیمان کی زیارت کے واسطے آئے تھے - اور اپنے والد بزرگوار کی وفات کا حال بیان کرکے ذکر کرنے لگے کہ میرے والد ماجد اگرچہ قبل وصال حالت صحت اور تندرستی میں اپنی اوقات عزیز کو عبادت مونئے میں گزارتے تھے لیکن قریب ایام وصال کے بالکل انقطاع از دنیا و مالہی اللہ کر لیا تہا - اور کسی سے متوجہ نہین ہوتے تھے - رات دن مراقبہ مین مشغول رہتے تھے - اس کے بعد صاحبزادہ صاحب موصوف نے عرض کیا کہ حضور چند مریدان حضرت جد بزرگوار خواجہ نور محمد مہاروی کو مین نے دیکھا ہے کہ ابتدا مین پریشان قدم رہے ہوں مگر خاتمہ اُن کا نہایت اچھا ہوا ہے - اس لفظ کے سننے سے حضرت غوث زمان نے ایک آہ سرد کھینچ کر فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب! دکان ہمارے پیران چشت کی عجب دکان ہے جس کی نظیر دوسری نہین ہے - اور ہتھیار جو فروخت ہوا کرتا ہے - دوکان کے

نام سے فروخت ہوا کرتا ہے۔ جب وہ کان معتبر ہوتی ہے اس کا اعتبار کیا جاتا ہے
اور عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے ؛

فصل اوّل ذکر میں حسب اور نسب حضرت حبیب رب العالمین خواجہ معین الدین رضی اللہ عنہ کے

نظم

مرحبا اے عاشق پیران چشت — مرحبا اے بلبل باغ بہشت
چون تو عاشق گشتۂ پیران خویش — آشکارا کن بیا بنمائی ریش
یعنی برگو قصۂ پیران چشت — وز فضائل شان بگوئی سرگشت

آپکا نام مبارک حسن ہے۔ اور لقب معین الدین ہے مگر مدا ین المعین
مین لکھا ہے۔ کہ نام آپ کا معین الدین ہے ۔ اور والد بزرگوار کا نام حسن ملقب
غیاث الدین حسن ہے۔ اور نام والدہ حضرت کا بی بی ماہ نور ہے۔
اقتباس الانوار مین لکھا ہے۔ کہ آپ کی والدہ شریفہ کا نام خاص الملکہ ہے۔
اور خواجہ بزرگ جانب پدر سے سید حسنی ہیں ع اولاد پاک نہاد حضرت امام حسین
رضی اللہ عنہ سے۔ اور منجانب مادر حسنی اولاد حضرت امام ہمام حسن رضی اللہ عنہ
سے۔ اور یہی مدا ین المعین میں لکھا ہے۔

نسب نامہ آپ کا یہ ہے۔ خواجہ معین بن خواجہ
غیاث الدین۔ بن خواجہ نجم الدین طاہر بن خاجہ سید عبد العزیز بن سید ابراہیم
بن سید ادریس۔ بن امام موسی کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر
بن امام زین العابدین بن امام حسینؑ بن امیر المومنین حضرت شیر خدا علی کرم اللہ

وجہ و رضی اللہ عنہم اجمعین کذا فی ہدایت المعین و مرات الاسرار و اشجار اولاد
حضرت خواجہ۔ اور اقتباس الانوار میں سیر الاقطاب سے آپ کو سید رضوی
اس ترتیب سے لکھا ہے۔ خواجہ معین الدین بن غیاث الدین بن سید کمال الدین
بن احمد حسن بن سید طاہر بن سید عبدالعزیز بن سید ابراہیم بن امام علی موسیٰ
رضا بن امام موسیٰ کاظم آخر تک۔ لیکن قول اول صحیح تر ہے کیونکہ۔
مرات الاسرار میں شیخ عبدالرحمن چشتی صابری ڈھٹی نے لکھا ہے کہ میں
جس وقت زیارت مرقد مبارک حضرت خواجہ بزرگ کے واسطے اجمیر شریف گیا
اس وقت صاحب سجادہ حضرت خواجہ کے دیوان علاؤ الدین تھے۔ جو اولاد
خواجہ بزرگ اور صاحب علم اور صاحب حال تھے اُن سے ملاقات کی اثنائے
کلام میں تذکرہ نسب حضرت خواجہ کا آیا۔ تو سجادہ صاحب نے فرمایا۔ کہ
حضرت خواجہ بزرگ سید کاظمی ہیں اولاد سے سید ادریس بن امام موسےٰ
کاظم سے پس یہ قول صحیح ہے کیونکہ جیسے تحقیق اولاد کو اپنی نسل کی ہوتی ہے
دوسروں کو نہیں ہوتی۔ اور کتب تواریخ و انساب خاصکر بحر الانساب
میں حضرت سید محمد بن جعفر مکی جو افراد وقت اور خلیفہ اعظم حضرت شیخ
المشائخ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کے ہیں لکھتے ہیں کہ حضرت امام
موسیٰ کاظم کے اکتیس فرزند تھے۔ جن میں بعض ان تیرہ لڑکوں سے نسل
جاری ہوئی۔ باقی سب لاولد اور منقطع النسل ہو گئے۔
اول حضرت امام علی موسےٰ رضا۔ دوم جعفر۔ سوم محسن۔ چہارم ناصر۔ پنجم
ابو الفضل۔ چھٹے ابو الغیاث۔ ساتوین یحیےٰ۔ آٹھوین حسن۔ نوین ادریس
دسوین ذکریا۔ گیارہوین عیسےٰ۔ بارہوین جعفر ثنے تیرہوین حمزہ۔ تو معلوم ہو گیا
کہ ادریس پسران امام موسےٰ کاظم سے تھے۔ اور صاحب اولاد ہوئے ہیں۔

اور یقین ہے کہ حضرت خواجہ ان کی اولاد سے تہین۔ لیکن دیگر کتب تواریخ مین
امام علی موسے رضا کے پانچ فرزند اور ایک روایت مین تین فرزند اور ایک
قول مین صرف ایک فرزند امام محمد تقی پیدا ہونا لکھتے ہیں اور بحر الانساب
میں یہ چار لڑکے لکھے ہین۔ اول امام محمد تقی دوم جعفر۔ سوم رضی۔ چہارم حسن
ان مین سے رضی حالت طفلی مین بعمر یک سالہ فوت ہوئے۔ باقی تین سے
اولاد جاری ہوئی۔ الحاصل ابراہیم نام حضرت علی موسے رضا کے لڑکون
مین سے تھا۔ جیسا کہ سیر الاقطاب میں بعض نسب حضرت خواجہ بزرگ کے
لائے ہین۔ پس واضح ہوگیا کہ وہ روایت سیر الاقطاب کے کہ خواجہ بزرگ سید
رضوی ہیں غیر معتبر ہے۔ اور روایت مرات الاسرار اور رسالہ این المعین کے صحیح
واللہ علم بالصواب۔

ولادت باسعادت حضرت خواجہ بزرگ کی ایک قول مین

تاریخ عاشق تو لکھتے ہین گر سنہ ولادت آپکا ۵۲۷ھ پانچ سو ستائیس
قریب تحقیق ہے۔ بعضوں نے ۵۳۷ھ پانچسو سینتیس بہی لکہا ہے کہ بلد سیستان
میں آپ پیدا ہوئے۔ جو ولایت خراسان مین ہے۔ اور نشو و نما بہی اسی
ملک مین پائی۔ جیسے کہ سفینۃ الاولیا مین اور مونس الارواح اور مرات الاسرار
اقتباس الانوار وغیرہ ملفوظات چشتیہ مین لکھا ہے۔ اور جو حضرت خواجہ
بزرگ کو سنجری صرف سین کی فتح اور نون کے سکون اور جیم کی فتح۔ اور
رائے کی جزم سے بعضے صاحب لکھتے ہین غلط ہے جو مشہور اور زبان زد عوام
ہوگیا ہے۔ در اصل لفظ سجزی ہو سین مہلہ کی کسرہ وجیم کے سکون اور رائے
معجمہ کے ساتھ ہے۔ یہ لفظ سنجر مخفف سجستان کا ہے۔ جو معرب ہے سیستان

کا اور چونکہ سجز اور سنجر میں تجنیس خطی ہے ایک ہی طرح سے لکھے جاتے ہیں لہذا کم فہمی سے لفظ سنجر مشہور ہو گیا ہے جیسا کہ کتاب انتباہ میں مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور قول مستحسن شرح فخر الحسن میں لکھا ہے اور قول مستحسن میں لکھا ہی کہ شہر سجستان بھی بہت سے ہیں ایک گاؤں سجستان بصرہ کے گاؤں میں ہے دوسرا سجستان ہندوستان کے شہروں میں ہے۔ تیسرا سجستان خراسان میں ہے۔ لیکن پیدائش کی جگہ حضرت خواجہ کی سجستان ملک خراسان ہے جیسا کہ سید علاؤالدین چشتی خلیفہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین محبوب الٰہی کے اپنی کتاب مانقماں میں اشارہ کرتے ہیں ؎

گر بہ ہندوستاں شدیم چہ باک　　سبزۂ گلشن خراسانیم

بعضے کہتے ہیں کہ مولد خواجہ بزرگ کا شہر سنجر ہے جو آباد کیا ہوا سلطان سنجر سلجوقی کا ہے کہ یہ ہی روایت حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رضی اللہ عنہ سے اُن کے ملفوظ خیر الاذکار نام میں شیخ محمد گہلوی لکھتے ہیں واللہ اعلم بالصواب لیکن روایت اول صحیح ہے جو بہت کتب معتبر میں لکھی ہے۔ عمر خواجہ بزرگ کی ۹۷ ستانوے برس کی ہوئی ایک روایت میں ایک کم سو چار سال کی پائی۔ ازاں جملہ چالیس برس آخر عمر میں آپ نے اجمیر شریف میں سکونت رکھی۔ کذا فی مرأت الاسرار۔ اور پندرہ سال کی عمر میں آپ نے دولت خانہ ترک کر کے سفر اختیار کیا۔ باقی تمام عمر خدمت میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی اپنے مرشد کے گزاری۔ جو ۲۰ بیس سال سے زیادہ ہوتی ہے۔

اور سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ نے ۵۲ باون برس کی عمر میں خرقہ خلافت کا پایا اور اجمیر شریف میں آ کر نکاح کیا۔ چنانچہ دو بی بی آپ کی تھی ایک بی بی عصمت نام دختر سید وجیہ [illegible] شہدی چچا سید حسین خنگ سوار

کی دوسری بی بی امت اللہ جو اُس ضلع کے راجہ کی دختر تھی ان دونوں بیبیوں کے شکم سے حضرت خواجہ کی اولاد ہوئی جس کا ذکر فصل پنجم میں لکھا جائے گا۔ یہہ جو کچھہ لکھا گیا ہے کتاب سفینۃ الاولیا اور مرأت الاسرار وغیرہ سے لکھا گیا ہے۔

وفات حضرت خواجہ بزرگ کی روز دوشنبہ تاریخ ششم رجب ۶۳۳ھ میں ہوئی۔ ایک قول میں روز دوشنبہ سوم ذی الحجہ سنہ مذکور میں کہا گیا ہے۔ لیکن قول اول صحیح تر ہے۔ کذا فی سفینۃ الاولیا و مرأت الاسرار۔

اور **کلمات الصادقین** سے مرأت الاسرار میں ہے کہ وفات حضرت خواجہ بزرگ کی تاریخ ششم رجب ۶۲۷ھ میں ہوئی تھی۔ زمانہ سلطنت سلطان شمس الدین التمش بادشاہ دہلی میں۔ **قبر آپ کی اجمیر شریف** آپ کے خاص حجرہ میں ہے۔ کسی صاحب نے سنہ ولادت اور عمر شریف اور وفات خواجہ بزرگ کی اس رباعی میں لکھی ہے۔

رباعی

ولادت عاشق ۵۳۷ نود سال عمرش	بود در والئے ہند آشکارا
وفاتش آفتاب ۶۳۳ ملک ہند ست	زابجد کن شمار ایں را خدارا

صاحب سیر الاقطاب نے خواجہ بزرگ کے دو بھائی لکھے ہیں مگر نام اُن کا نہیں بیان کیا اور قبر سید غیاث الدین والد خواجہ بزرگ کی عراق میں ہے۔

اُستاد علم ظاہری حضرت خواجہ کے حسام الدین بخاری ہیں۔ کذا فی دلیل العارفین۔ **خاندان آپ کا چشتیہ ہے**۔ منسوب شہر چشت سے اور چشت ایک گاؤں کا نام جو قریب ہرات کے ہے اس زمانہ میں اسکو شاقلان کہتے ہیں جیسا کہ **شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل** میں لکھا ہے۔ اس خاندان کو چشتیہ اسواسطے کہتے ہیں کہ یہ چار بزرگ اس خاندان عالیہ کے شہر چشت کے رہنے والے ہوئے ہیں اور وہاں ہی اُنکا مزار ہے۔

اوّل خواجہ ابو احمد چشتی بن سلطان فرسنافہ جو مرید اور خلیفہ خواجہ ابو اسحاق شامی چشتی کے ہیں۔ دوئم خواجہ ناصر الدین ابو محمد چشتی جو بیٹے اور خلیفہ خواجہ ابو احمد چشتی کے ہیں۔ سوئم ابو یوسف چشتی بن سید سمعان جو بھانجے اور خلیفہ اور صاحب سجادہ خواجہ ابو محمد چشتی کے ہیں۔ چوتھے خواجہ قطب الدین مودود چشتی بیٹے اور خلیفہ اور صاحب سجادہ خواجہ ابو یوسف چشتی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ پس جب کسی مرید کا ان چاروں بزرگواران پر سلسلہ ارادت منتہی ہوتا ہے اور ملتا ہے اسکو چشتی کہتے ہیں۔ نام پیر و مرشد خواجہ بزرگ کا خواجہ عثمان ہارونی ہے جن کی قبر مکہ معظمہ میں ہے اور ان کی تاریخ وفات کی ششم شوال سنہ [illegible] ھ ہے۔ اور ایک قول میں حسب تحریر آداب الطالبین۔ اور شجرۃ الانوار کے تاریخ ۵ شوال میں انتقال ہوا یہ مرید اور خلیفہ خواجہ حاجی شریف زندنی کے ہیں جن کی وفات تاریخ تیرہ رجب کو حسب تحریر کتاب آداب الطالبین کے ہوئی۔ ایک روایت میں تیسری رجب اور دوسری روایت میں دہم رجب بھی لکھی ہے۔ اور صاحب شجرۃ الانوار نے اسکی تقلید کی ہے۔ عمر انکی ایک سو بیس ۱۲۰ سال کی ہوئی۔ اور سنہ ۵۸۴ھ میں رحلت ہوئی۔ قبر شریف انکی زندنہ میں ہے جو ایک قصبہ ہے بخارا میں اور ایک قول میں زندنہ کو شہر بخارا کا ایک محلہ لکھا ہے۔ یہ مرید اور خلیفہ خواجہ قطب الدین مودود چشتی کے ہیں۔ ان کی وفات تاریخ یکم رجب سنہ ۵۲۷ ہجری میں ہوئی۔ کذا فی مرأت الاسرار۔ عمر ان کی ستانوے برس کی ہوئی۔ قبر چشت میں ہے یہ مرید اور خلیفہ اپنے باپ خواجہ ابو یوسف چشتی کے ہیں اور قوم سے سید۔ وفات ان کی تاریخ چھبیس ۲۶ ربیع الاول سنہ ۵۹۷ ہجری میں ہوئی۔ اور ایک روایت سے تاریخ سوئم رجب کذا فی شجرۃ الانوار و مرأت الاسرار

قبر ان کی شہر چشت میں ہے۔ یہ مرید اور خلیفہ اپنے خال حقیقی **خواجہ ابو محمد**
چشتی کے ہیں جو سید السادات اور حسنی ہیں۔ وفات ان کی تاریخ غرہ
جمادی الآخر اور ایک قول میں غرہ رجب ۴۲۱ھ ہجری میں ہوئی بعہد سلطان
محمود غزنوی اور قادر خلیفہ عباسی کے بعمر ستر سال انتقال فرمایا۔ قبر چشت میں ہے
جیسا کہ کتاب شجرۃ الانوار اور مرآت الاسرار میں لکھا ہے یہ خلیفہ اور مرید اور
صاحب سجادہ اپنے والد **خواجہ ابو احمد چشتی** کے ہیں۔ ان کا انتقال تاریخ
یکم جمادی الآخر ۳۵۵ھ ہجری میں بعمر پچیانوے سال چشت میں ہوا۔ ولادت آپکی
۲۶۰ھ ہجری میں ہوئی تھی۔ کذا فی اقتباس الانوار و آداب الطالبین و مرآت الاسرار
یہ مرید اور خلیفہ **خواجہ ابو اسحاق شامی** کے ہیں جن کی وفات تاریخ ۱۴ ار
ربیع الاول کو شہر عکہ ملک شام میں ہوئی۔ وہیں قبر ہے۔ یہ خلیفہ **خواجہ**
ممشاد علو دینوری کے ہیں۔ انھوں نے تاریخ ۱۴ محرم ۲۹۹ھ ہجری میں
انتقال فرمایا۔ قبر کی تحقیق نہ ہوئی کہ کس جگہ ہے اور ایک قول میں تاریخ چہارم
محرم وفات کی لکھی ہے کذا فی شجرۃ الانوار و آداب الطالبین۔ یہ مرید اور خلیفہ **خواجہ**
ہبیرہ بصری کے ہیں۔ ان کی وفات حسب تحریر کتاب آداب الطالبین اور
مرآت الاسرار کی تاریخ دہم شوال بعمر ایک سو بیس (۱۲۰) سال کی ہوئی مقام بصرہ میں۔
یہ مرید اور خلیفہ **خواجہ حذیفہ مرعشی** کے ہیں۔ ان کی رحلت تاریخ ۲۵
شوال بروایت آداب الطالبین یا چہارم شوال بروایت شجرۃ الانوار و اقتباس الانوار
اور ایک قول میں تاریخ ۱۴ شوال مقام مرعش میں ہوئی جو بفتح میم و بسکون رائے و
فتح عین سے ایک گاؤں ہے نواحی دمشق میں۔ یہ مرید اور خلیفہ **خواجہ سلطان**
ابراہیم ادہم بلخی کے ہیں۔ ان کی وفات بقول آداب الطالبین تاریخ چھبیس (۲۶)
جمادی الاول یا غرہ شوال ۱۶۲ھ ہجری میں یا ۱۸۲ھ ہجری میں عہد ابو عبد اللہ

محمد بن عبداللہ دوانقی خلیفہ عباسی میں بمقام بصرہ ہوئی۔ ایک روایت میں سنہ ۱۶۶ھ میں فوت ہوئے کذا فی مرأت الاسرار۔ قبر اُن کی ایک روایت میں غیر معلوم اور ایک روایت میں شہر بغداد میں بہ پہلو امام احمد حنبلؒ کے ہے۔ اور ایک روایت میں ملک شام میں قبر لوط علیہ السلام کے برابر ہے۔ یہ مرید اور خلیفہ **خواجہ فضیل ابن عیاض کے ہیں** جن کی وفات تاریخ تیسری ربیع الاول سنہ ۱۸۷ ہجری میں بروایت آداب الطالبین اور بروایت دیگر محرم سنہ ۱۸۵ ہجری میں ہوئی۔ قبر بمقام مکہ جنت المعلےٰ میں قریب قبر خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ہے۔ یہ مرید اور خلیفہ **خواجہ عبدالواحد بن زید کے ہیں** ان کا انتقال تاریخ ۲۷ صفر سنہ ۱۷۶ ہجری میں ہوا۔ قبر بصرہ میں ہے۔ کذا فی مرأت الاسرار وشجرۃ الانوار۔ یہ مرید اور خلیفہ **خواجہ حسن بصری کے ہیں**۔ آداب الطالبین میں ان کی وفات تاریخ چہارم محرم اور مرأت الاسرار میں تاریخ غرہ رجب سنہ ۱۱۰ ہجری میں بعہد ہشام بن عبدالملک بعمر نواسی سال لکھی ہے۔ یہ مرید اور خلیفہ **حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ہیں**۔ وفات آپ کی تاریخ ۲۱ رمضان شریف اور ایک قول میں ۱۷ تاریخ سنہ ۴۰ ہجری میں بعمر ۶۳ ترسیٹھ سال کے ہوئی۔ قبر شریف نجف اشرف میں ہے۔ یہ مرید اور خلیفہ **حضرت سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں**۔ وفات آپ کی تاریخ ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ ہجری میں بعمر ترسیٹھ سال شمسی اور پینسٹھ سال قمری مدینہ منورہ میں ہوئی۔ مزار پُرانوار مدینہ منورہ میں ہے۔

اور حضرت خواجہ بزرگ رضی اللہ عنہ درجہ محبوبی اور حبیبی میں فوت ہوئے ہیں جیسا کہ کتاب سیر الاولیاء اور اخبار الاخیار۔ مرأت الاسرار۔ اقتباس الانوار مونس المعین۔ سیر الاقطاب۔ سیر العارفین وغیرہ ملفوظات سے احوال ظاہر ہونے حروف سبز قلم قدرت سے پیشانی حضور خواجہ پر بوقت [illegible]ت ہ حبیب اللہ مات فی حب اللہ اور

لکھا جاچکا ہے۔ اور خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ مرشد حضرت کے بارہا فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا معین الدین محبوب اللہ ہے اور مجھکو اس کی مریدی سے فخر ہے۔ جیسا کہ مونس الارواح اور مرأت الاسرار اور سیر العارفین میں مندرج ہے۔ **اور قول مستحسن** میں لکھا ہے۔ یہ امر پایۂ صحت کو پہنچ چکا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ نے فرمایا ایک وقت ہمارا وہ تھا کہ ہم کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے۔ اور اب یہ وقت ہے کہ کعبہ ہمارا طواف کرتا ہے۔ اور یہ صحیح ہے کہ بر وقت وفات کے حضرت خواجہ کی پیشانی مبارک پر سبز حروف قلم قدرت سے اس عبارت کے ساتھ لکھی گئی تھی۔ ہذا حبیب اللہ مات فی حب اللہ۔ **راحت القلوب میں** حضرت سلطان نظام الدین اولیاء لکھتے ہیں کہ میرے پیر حضرت شیخ فرید الدین گنجشکر فرماتے تھے کہ جس رات کو حضرت خواجہ بزرگ کا انتقال ہوگا چند بزرگوں نے کئی مرتبہ حضرت پیغمبر خدا کو خواب میں دیکھا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہمارا دوست اور خدا کا دوست معین الدین حسن سنجری آویگا۔ ہم اس کے استقبال کو آئے ہیں۔ اور جس وقت آپ کی وفات ہوئی جبین اطہر پر حبیب اللہ مات فی حب اللہ خود بخود خط سبز سے لکھا ہوا ظاہر ہوا۔ اور پھر مرأت الاسرار میں لکھا ہے کہ قطب وحدت خواجہ معین الدین ہیں اور قطب وحدت محبوب کو کہتے ہیں جیسا کہ کتاب بحر المعانی میں لکھا ہے۔ پھر مرأت الاسرار میں بذکر حضرت خواجہ بزرگ کے لکھا ہے کہ آنحضرت جمیع مقامات غوثیت اور قطب الاقطابی سے گزر کر مقام فرد حقیقی اور محبوبی کو پہنچے تھے اور نہایت استغراق فنا در احدیت کے ساتھ اپنے دوست سے یکرنگ ہوئے تھے۔ **اسی مرأت الاسرار کے دیباچہ میں بذکر سلسلہ** لکھا ہے کہ قطب وحدت مقرب الحضرت محبوب رب العالمین خواجہ بزرگ معین الحق الدین رضی اللہ عنہ انہیں عبارت اخبار الاخیار میں لکھا ہی اور مونس الارواح و مرأت الاسرار وغیرہ ملفوظات میں لکھا ہے

کہ حضرت خواجہ بزرگ کی قبر مبارک پر سب سے اول سنگ مرمر کی عمارت بنانے والے حضرت خواجہ مخدوم حسین ناگوری بن شیخ خالد بن شیخ نظام الدین بن شیخ محمد بن شیخ وحید بن شیخ عبدالعزیز بن حضرت خواجہ حمیدالدین صوفی سلطان التارکین ناگوری رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس کے بعد دروازہ خانقاہ معلّٰی کا بعض بادشاہان مانڈو نے بنایا ہے

کاتب الحروف کہتا ہے کہ جب آوازہ بزرگی شہرت کمالیت حضرت خواجہ مخدوم حسین ناگوری کا اطراف عالم میں پڑا اور مخلوق شیدائی دیدار حضرت موصوف کے ہوئی تو سلطان غیاث الدین مانڈوی کو بھی اشتیاق زیارت حضرت مخدوم حسین رضی اللہ عنہ کا غالب آیا تو ایک عریضہ معہ خرچ کثیر خدمت میں بھیجا اور نہایت عجز و انکسار کے ساتھ درخواست تشریف آوری کی ہوئی حضرت مخدوم نے قبول نہیں فرمایا اور انکار لکھ بھیجا۔ ان ہی دنوں میں موئے شریف حضور سرور کائنات ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا کہیں سے غیاث الدین بن سلطان محمود خلجی کے ہاتھ آیا۔ حاضرین نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر آپ خواجہ مخدوم حسین ناگوری کی زیارت کرنا چاہتے ہیں تو موئے مبارک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی محض خبر حضرت کو پہنچا دیجے۔ حضرت مخدوم بلا طلب اور بے تحاشا دوڑے ہوئے خود یہاں آجادیں گے کیونکہ حضرت کو عشق جناب رسالت مآب کا بدرجہ غایت ہے۔ اور فنا فی الرسول کے درجہ پر ہیں کہ آپ نے تمام مقامات اپنے چاہ باولی سامان خانگی اور کتب مصنفہ خود کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر رکھ چھوڑا ہے اور کوئی چیز آپ کے پاس ایسی نہیں کہ جس کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر نہ ہو۔ چنانچہ تفسیر قرآن شریف بھی آپ کی تصنیف سے ہے جس کا نام **نور النبی** ہے جس کسی آدمی کو سن لیتے ہیں کہ اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں زیارت کی ہے اس آدمی کے پاس جاتے ہیں اس سے سب حال پوچھتے ہیں اس آدمی کی قدمبوسی کرتے ہیں جس جگہہ آپ کا تشریف [illegible] بیان کرتا ہے خواجہ حسین اس جگہہ کو

نہایت ادب سے چومتے ہیں اور نہایت گریہ وزاری کرتے ہیں چنانچہ بادشاہ نے موئے
شریف کی خبر معہ خرچ خدمت میں حضرت کی بھیجی۔ آپ بفور سننے اس خبر کے روانہ ہوگئے
اور حالت وجد و رقص میں درود شریف پڑھتے ہوئے منزل بمنزل مانڈو گڈھ پہنچے۔
کہتے ہیں کہ حضرت مخدوم حسین کے ایک گاڑی بیلوں کی تھی اس کے بیلوں کو خود چرا تے
پانی پلاتے اور اُن کی خدمت کرتے تھے۔ خود ہی گاڑی کے ہانکنے والے اور چلانے والے
تھے اوسی گاڑی پر سوار ہو کر معہ ایک صاحبزادہ کے مانڈو گڈھ گئے تھے یہ معلوم نہیں
ہے کہ منجملہ دو صاحبزادوں کے جن کا نام خواجہ معروف اور شیخ اللہ دیا تھا کونسے صاحب
اس سفر میں ساتھ تھے۔ الغرض جب قریب مانڈو گڈھ کے پہنچے اور سلطان نے خبر سُنی بادشاہ
آپ کے استقبال کے واسطے جنگل میں بر سر راہ گیا۔ ایک گاڑی پر دو آدمی چڑھے ہوئے میلے
کپڑے پہنے ہوئے بوسیدہ حال آرہے تھے۔ بادشاہ نے اُن سے پوچھا کہ حضرت مخدوم
حسین ناگوری کتنی دور ہیں اور تم سے کتنے پیچھے آرہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ فقیر ہی مخدوم
حسین ہے۔ بادشاہ نے بکمال ادب قدمبوسی کری اور محلات شاہی میں آپ کو لایا۔ بعد
پہنچنے کے آپ کو اتنی تاب کہاں تھی کہ ٹھیرتے فوراً ہی فرمایا کہ موئے مبارک کی زیارت کراؤ بادشاہ
نے خود اپنے ہاتھ میں رکھکر موئے مبارک کی زیارت کرائی چونکہ عاشق صادق اور فنا فی الرسول
تھے موئے مبارک بادشاہ کے ہاتھ سے اُڑکر خود حضرت کے ہاتھ میں پہنچ گیا۔ بمعائنہ اس حالت
کے بادشاہ کو حضرت مخدوم حسین سے زیادہ اعتقاد بڑھا۔ اُس کے بعد بادشاہ نے آپکو اپنے
باپ دادا کے مقبروں میں لیجاکر اُن کے لئے دعائے مغفرت کرائی اور احوال ہر ایک متوفی
کا دریافت کیا۔ آپ نے اپنے کشف سے سب کا حال بیان فرمایا۔ سلطان نے بوقت
رخصت ایک لاکھ روپیہ آپ کی نذر گزرانا۔ حضرت نے انکار کر دیا۔ مگر آپ کے صاحبزادہ
کو کچھ رغبت اُس روپیہ کی طرف ہوئی آپ نے اُن کے خطرۂ قلب سے واقف ہو کر فرمایا۔
اے فرزند یہ سانپ ہے کوئی عقلمند سانپ زہر دار کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔ جبکہ

آپ نے رغبت صاحبزادہ کی زیادہ دیکھی تو فرمایا کہ البتہ اگر اس نیت سے تو اس روپیہ کو لینا چاہیے کہ اپنے پیران عظام کی خانقاہ تعمیر کرادے تو لیلے۔ کیونکہ میرے مرشد حضرت شیخ کبیرالدین نے ایک دفعہ مجھکو فرمایا تھا کہ تم کو روپیہ ملے گا اس سے روضہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا اور خانقاہ اپنے جد بزرگوار حضرت سلطان التارکین حمیدالدین صوفی کی عمارت کرانا۔ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ مخدوم حسین ناگوری کو سوائے اس روپے کے دوسرے روپے کی فتوح نہیں ہوئی چنانچہ حضرت خواجہ مخدوم حسین نے بموجب ارشاد مرشد برحق کے اس روپے سے روضہ حضرت شہنشاہ ہند خواجہ معین الدین چشتی کا سنگ مرمر سے تیار کرایا۔ اور خانقاہ حضرت سلطان التارکین رضی اللہ عنہم کی بنوائی۔ جیسا کہ کتاب اخبار الاخیار۔ مرأت الاسرار و مونس الارواح میں لکھا ہے۔

منقول ہے کہ ابتدا میں حضرت خواجہ مخدوم حسین ناگوری نے مدتوں مجاوری اور جاروب کشی مزار پرانوار حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی کرکے فیض حاصل کیا ہے۔ اس کے بعد حسب الحکم جناب خواجہ کے ناگور جاکر سکونت اختیار کری ہے۔ الغرض سب سے پہلے شخص حضرت خواجہ کے مزار پر تعمیر کرانے والے مخدوم حسین ناگوری ہیں۔ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ کے تیرہ خلیفہ ہوئے ہیں۔ اول خواجہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ۔ دویم حضرت خواجہ سلطان التارکین حمیدالدین صوفی الناگوری دادا اس فقیر کے۔ سویم اجیپال جوگی عرف عبداللہ بیابانی۔ چہارم خواجہ فخرالدین جناب خواجہ غریب نواز کے فرزند ارجمند۔ پنجم خواجہ معین الدین۔ چھٹے قاضی حمیدالدین ناگوری۔ ساتویں شیخ وجیہ الدین۔ آٹھویں شیخ برہان الدین عرف بدو۔ نویں شیخ احمد۔ دسویں شیخ محسن گیارہویں سلیمان غازی۔ بارہویں شیخ شمس۔ تیرہویں حسن خیاط۔ اور شیخ

اوحد الدین کرمانی کو بھی بعض نے منجملہ خلفاء حضرت کے لکھا ہے کذافی اقتباس الانوار اور سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ بی بی حافظ جمال صاحبزادی حضرت خواجہ کی اور سالار مسعود غازی بھی خلیفہ آپ کے تھے لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔

فصل دوسری بیان میں ترک اور تجرید حضرت خواجہ بزرگ کے اور احوال بیعت آنحضرت خواجہ عثمان ہارونی سے اور آنے ولایت ہندوستان میں حسب ارشاد حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مونس الارواح اور مرأت الاسرار اور سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ سید غیاث الدین سنجری والد بزرگوار حضرت خواجہ کے نہایت صالح اور متقی اور عابد و زاہد شخص تھے۔ جب وہ ملک عراق میں فوت ہو گئے اور وہیں مدفون ہوئے جیسا کہ صاحب سیر الاقطاب لکھتے ہیں۔ تو اُن کے تین فرزند رہے جن میں سے دو کا نام نہیں لکھا اور تیسرے حضرت خواجہ معین الدین تھے۔ ان کو میراث پدری سے ایک باغ اور چکی ملی کہ اُس سے بسر اوقات اپنی کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اُس مقام پر ایک مجذوب تھے ابراہیم قندوزی نام صاحب کشف و کرامت۔ ایک روز وہ مجذوب الہام غیبی سے حضرت خواجہ کے باغ میں تشریف لائے خواجہ درختان باغ کو پانی دے رہے تھے۔ جب آپ نے مجذوب صاحب کو دیکھا تو کچھ پھل اور انگور باغ سے لا کر اُن کی تواضع کی اور ادب سے اُن کی خدمت میں بیٹھ گئے۔ ابراہیم مجذوب نے ایک ٹکڑا خشک روٹی کا اپنی بغل سے نکال کر خود اپنے موہنھ میں ڈالا اور تھوڑا سا دانتوں سے چبا کر موہنہ سے نکالکر حضرت خواجہ کے موہنھ میں ڈالا بفور کہانے اُس ٹکڑے خشک کے حضرت خواجہ کے دل پر ایک نور پیدا ہوا اور دنیا کی محبت گھر کا لگاؤ قطعی دل سے دور ہو گیا دو تین روز کے بعد تمام ملک اور باغ وغیرہ

جو کچھ تہا وہ سب کا سب فروخت کر کے فقراء کو بخشدیا۔ آپ کی عمر پندرہ سال کی تہی کہ سیستان سے سفر کر کے بخارا اور سمرقند کو گئے۔ وہاں ایک مدت تک رہ کر قرآن شریف حفظ کیا اور تحصیل علم ظاہری کے کرے۔ دلیل العارفین میں اور سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ آپ کے اُستاد علم ظاہری کا نام حسام الدین بخاری ہے علم ظاہری کے تحصیل کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز نے ارادہ ملک عراق اور عرب کا کیا اور طلب خدا اور تجسس علم باطنی کے آپ پر غالب آئی۔ قصبہ ہارون جو نواحی نیشاپور میں ہے پہنچے تو جناب حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ سے ملے جو کہ محبوب خدا اور قطب اولیاء تہے اور اُن کے مرید ہوئے۔ ڈھائی سال حضرت مرشد کی خدمت میں رہ کر بہت کچھ ریاضت اور محنت و مجاہدہ حسب تربیت خواجہ عثمان قدس اللہ سرہ کے کر کے درجہ تکمیل کو پہنچے حضرت مرشد برحق نے خرقہ خلافت اور نعمت اپنی عنایت کر کے خواجہ بزرگ کو رخصت کیا جیسا کہ مرأت الاسرار میں لکھا ہے جبوقت حضرت خواجہ عثمان نے جناب غریب نواز خواجہ معین الدین کو خرقہ خلافت بخشا۔ حضرت خواجہ بزرگ کی عمر باون سال کی تہی جیسا کہ سیر الاولیاء میں لکھا ہے لیکن انیس الارواح میں خود حضرت خواجہ بزرگ نے اپنے بعیت ہونے کا حال لکھا ہے کہ آپ نے بغداد شریف میں بعیت حضرت خواجہ عثمان سے کری اور بعد بعیت بیس سال تک مرشد برحق کی خدمت میں رہ کر ریاضت ہائے شاقہ اپنا کام تمام کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا اور ہمیشہ سفر اور حضر میں حضرت مرشد کا بستر اپنی بغل میں اور سر پر رکہتے تھے۔ لکھتے ہیں کہ میں اور حضرت عثمان رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ سفر میں رہا کرتے تہے ایک شہر میں بہت کم ٹہیرتے تہے پس حضرت خواجہ بزرگ نے اپنے مرشد کی خدمت میں بیس سال چھ مہینے اس طرح سے گزارے کہ شب و روز [illegible] اور محنت میں مشغول ہو کر بستر جناب خواجہ عثمان کا اور آفتابہ وضو کا اپنے سر پر [illegible] ہے۔ جب نعمت خلافت سے مشرف ہو کر

بحصول رخصت قصبہ سنجار میں آئے اور ڈھائی مہینے رہ کر قصبہ جیل پہنچے جو کہ بغداد شریف سے سات منزل ہے جیل میں پانچ مہینے اور سات دن مقام کرکے حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے ہم صحبت رہے کہ اب تک حجرہ متبرکہ حضرت خواجہ کا جیل میں موجود ہے وہاں سے روانہ ہوکر ہمدان اور تبریز میں آئے اور بزرگان ومشایخ کبار تبریز سے ملاقات حاصل کی کذا فی مونس الارواح اور مرأت الاسرار میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ مرشد برحق سے رخصت ہوکر قصبہ سنجار میں آئے اور ڈہائی مہینے شیخ نجم الدین کبریٰ سے ملاقات رکھی لیکن تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ شیخ نجم الدین کبریٰ اس وقت سنجار میں موجود نہ تھے اور حضرت خواجہ سے ان کی ملاقات نہیں ہوئی۔ **فائدہ** واضح رہے کہ شیخ محی الدین سنجری ہمعصر خواجہ بزرگ کے ہیں۔ پس اس نام سے صاحب سیر الاقطاب وغیرہ کو حضور غوث الاعظم کے نام سے شبہ پڑ گیا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ وفات حضرت غوث الاعظم کی ۵۶۲ھ ہجری میں ہوئی ہے اور جبکہ ولادت حضرت خواجہ بزرگ کی ۵۲۷ھ ہجری میں مقرر ہوئی اور بیس سال آٹھ ماہ حضرت خواجہ کا خدمت میں مرشد برحق خواجہ عثمان ہارونی میں رہنا تسلیم اور باون سال کی عمر میں خرقہ خلافت کا پانا اور وہاں سے ہمرکابی جناب حضرت خواجہ عثمان مکہ معظمہ حاضر ہوکر مدینہ منورہ میں پہنچنا اور بعد دس سال کے بغداد شریف آنا کہا گیا ہے تو اس حساب سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ بعد وفات حضور غوث الاعظم کے چند سال پیچھے آئے ہیں۔ پس استفادہ حضرت خواجہ کا اور حضرت غوث الاعظم کا باہمدگر کیونکر صحیح مانا جاسکتا ہے البتہ سال ارادت حضرت خواجہ کی ۵۵۰ھ ہجری میں حضرت خواجہ کا جناب غوث الاعظم سے ملنا ضرور ثابت ہوتا ہے جو قابل یقین ہے۔ **مرأت الاسرار میں لکھا ہے** کہ حضرت خواجہ سنجار سے قصبہ جیل میں پہنچے اور جیل بغداد شریف سے سات منزل ہے کوہ جودی کے نیچے۔ اور حضرت

شیخ عبدالقادر جیلانی اس زمانہ میں وہاں تشریف رکھتے تھے۔ مدت پانچ ماہ اور سات روز تک حضرت خواجہ بزرگ ہم صحبت غوث الاعظم کی رہے اور مجلس محرمانہ واقعہ ہوئی۔

فائدہ ظاہری کہ صحبت میں حضرت خواجہ بزرگ اور جناب غوث الاعظم اور استفاضہ باہمدگر ہردو محبوبان حق میں بہت بڑا اختلاف ہے۔ سفینۃ الاولیاء میں دارالشکوہ قادری اور سیر العارفین میں شیخ سماء الدین قادری پیر شیخ جمالی کے اور تحفۃ الراغبین وغیرہ کتب مشائخ قادریہ میں کھلے صاف اور بہت وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ نے حضور غوث الاعظم کے ہم صحبت پانچ ماہ سات روز رہ کر چلے کھینچے ہیں لیکن یہ روایت استفاضہ کی پایہ صحت کو نہیں پہنچی ہے کیونکہ دلیل قوی اسکے غیر صحیح ہونے کے سبب سے پہلی یہ ہے کہ کتب سلف مشائخ چشتیہ میں استفاضہ حضرت خواجہ کا جناب غوث الاعظم سے کسی جگہہ ذکر نہیں آیا البتہ بعض صاحب چشتیہ نے لکھا ہے۔ جس کا ذکر روایت ہر ایک کا لکھا جاتا ہے۔

اخبار الاخیار میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی قادری لکھتے ہیں

کہ ملاقات حضرت خواجہ بزرگ حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی سے ابتدائے حال میں ہوئی۔ اس وقت کہ حضرت خواجہ ہمرکاب اپنے پیر خواجہ عثمان ہارونی کے تھے اس طرح سے کہ جب خواجہ عثمان ہارونی اور حضرت محبوب سبحانی کی ملاقات ہوئی اس وقت حضرت غوث الاعظم نے علو شان حضرت خواجہ بزرگ پر نظر کرکے اُن کے پیر خواجہ عثمان کو خبردی اور بہت سفارش خواجہ بزرگ کی اُن کے پیر خواجہ عثمان ہارونی سے کری۔

سیر الاقطاب میں شیخ اللہ دیا چشتی صابری لکھتے ہیں کہ ملاقات حضرت خواجہ بزرگ کی جناب شیخ عبدالقادر جیلانی سے دو مرتبہ ہوئی۔ ایک مرتبہ تو ابتدائے حال خواجہ میں۔ دوسری مرتبہ خواجہ بزرگ بغداد پہنچے۔ اور حضرت غوث الاعظم سے

ملاقی کلمہ کلام میں مشغول ہوئے حضرت خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ سخن خدا بیان کیجے حضرت غوث الاعظم نے فرمایا کہ سخن خدا کے لئے گوشہ چاہئے۔ خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ مجھکو آپ کے ساتھ گوشہ میں جانے سے دو امر مانع ہیں۔ اوّل یہ کہ جب میں آپ کے ساتھ گوشہ میں جاؤں تو مجھے خطرہ ہے کہ مبادا میرے پیر حضرت خواجہ عثمان ہارونی کو غیرت آوے جو موجب تباہی میری کا ہو کیونکہ میرے اعتقاد میں میرے مرشد سے برتر کوئی رتبہ رکھنے والا نہیں ہے اور میں ان کو اکمل الاکملین جانتا ہوں بلکہ خدا اور رسول کو اسی شان مرشد میں دیکھتا ہوں۔ پس میں وہ کام کیوں کروں، جو باعث رنجیدگی مرشد برحق کا ہووے۔ دوسرے قطع نظر اس سے حاجت بھی گوشہ میں جانے کی نہیں ہے کیونکہ حاضرین مجلس یا تو واقف اور محرم ہیں یا ناواقف اور نامحرم۔ پس اگر واقف ہیں تو اُن سے کلمہ حق پوشیدہ رکھنا کیا فائدہ اور اگر ناواقف ہیں تو اُن کے روبرو باتیں ہونے میں یہ کیا سمجھیں گے۔ حضرت غوث الاعظم اسکو سنکر خاموش ہو رہے۔ اسکے بعد خواجہ بزرگ نے پانچ ماہ سات یوم جیلان میں رہکر کئی چلے کھینچے۔ خیال کر لینے کا مقام ہے کہ مشائخ قادریہ نے جو براہ افراط اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ خاصکر صاحب تحفۃ القادریہ اور سفینۃ الاولیا نے کہ حضرت خواجہ بزرگ نے پانچ ماہ سات یوم حضرت غوث الاعظم کی ہم صحبت رہ کر چلے کھینچے ہیں یہ وہی مہملات ہیں کہ جن کے مقابل میں حضرات چشتیہ دوسری طرح سے لکھتے ہیں۔

ع

ببین تفاوتِ رہ از کجا است تا بکجا

زبدۃ الحقایق میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی خلیفہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہما کے لکھتے ہیں کہ میرے مرشد حضرت خواجہ معین الدین فرماتے تھے کہ میں جب بغداد میں پہنچا تو حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ میرے پاس آئے اور کہا کہ اے معین الدین خاتم ولایت محمدیہ مجھکو یہ فرمایا ہے۔

تیرے اور میرے دادا حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تو خواجہ معین الدین
سے خرقہ لے۔ پس میں بحکم حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام آیا ہوں مجھکو خرقہ
اپنے خاندان کا دے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میں مراقب ہوا تو دیکھا کہ جناب رسالت
پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ کو ارشاد فرمایا کہ اے معین الدین تو اور عبد القادر
دونوں میری اولاد سے ہو اپنے خاندان کا خرقہ شیخ عبد القادر کو دے۔ میں نے
بہ حکم حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنا خرقہ شیخ عبد القادر جیلانی کو دیا
یہی لکھا ہے۔ **مخبر الاولیا۔ مداین المعین اور اقتباس الانوار میں**
غور کرنے سے معلوم ہو گیا کہ بعض مشایخ قادریہ نے جو حضرت خواجہ بزرگ کا پانچ ماہ
سات یوم ہم صحبت حضرت خواجہ کا غوث کے رہکر چلے کرنا لکھا ہے محض افراط
ہے۔ کس لئے کہ کتاب زبدۃ الحقایق تصنیف ہے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار
کاکی کی اور یہ جو کچھ اس میں لکھا ہے زبان جناب خواجہ بزرگ سے سنکر لکھا ہے۔
پس کیونکہ اس کی صحت کا اقرار نہ کیا جاوے۔ باقی دیگر ملفوظات خواجگان چشت
مثل انیس الارواح تصنیف حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور دلیل العارفین
تصنیف حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور فوائد السالکین تصنیف خواجہ
فرید الدین گنجشکر اور راحت القلوب تالیف سلطان المشایخ نظام الدین اولیاء
محبوب الٰہی۔ سیر الاولیا تصنیف سید محمد کرمانی اور خیر المجالس ملفوظ شیخ نصیر الدین
چراغ دہلوی مصنفہ شیخ حمید قلندر وغیرہ ملفوظات خواجگان چشت میں کہ جو
معتبر ہیں۔ کسی ایک میں بھی یہ تذکرہ نہیں ہے۔ کہ حضرت خواجہ بزرگ نے
صحبت میں حضرت غوث کی رہ کر فیض لیا ہے بلکہ زبدۃ الحقایق میں برعکس
اس کے مرقوم ہے جو کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ نہیں معلوم ہوتا کہ بعض اصحاب قادریہ
نے استفاضہ حضرت خواجہ بزرگ کی [illegible]یت کس کتاب کی سند سے لکھی ہے۔

یہ نہیں ہے مگر افراط اور تفریط اُن کے اِس گروہ مشائخ قادریہ میں سے
محقق برحق شیخ عبد الحق محدث دہلوی قادری اخبار الاخیار میں یہ
لکھتے ہیں۔ ترجمہ عبارتہٗ۔ واللہ اعلم۔ سنا گیا ہے کہ جس وقت
حضرت عثمان ہارونی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی سے ملے تو خواجہ معین الدین
اپنے پیر کے ساتھ تھے اور اُن کا ابتدائے حال تھا حضرت غوث الاعظم
کی جو نظر حضرت خواجہ بزرگ پر پڑی تو آپ نے کشف سے دریافت کیا کہ
یہ شخص بہت بڑا عالی شان ہوگا۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی سے اُنکی سفارش
کی اور علو شان حضرت خواجہ سے اونکو خبر دی۔ انتہٰی۔ البتہ یہہ روایت
مطابق روایات ملفوظات خواجگان چشت کی ہے جیساکہ سیر الاقطاب
میں لکھا ہے کہ ملاقات حضرت خواجہ بزرگ کی جناب غوث الاعظم سے
دو مرتبہ ہوئی۔ ایک شروع حال خواجہ میں الخ۔ اور جو کہ بعض کتب متاخرین
مشائخ چشتیہ صابریہ میں اثبات صحبت خواجہ بزرگ اور استفاضہ باہم گر
لکھا ہے جیسا کہ اقتباس الانوار شیخ اکرم چشتی میں کہ جو حال میں یعنی
سنہ تیرہویں صدی ہجری میں تصنیف ہوئی ہے۔ لکھا ہے بالکل بے ثبوت
ہے کس واسطے کہ اول تو اُس کے مطابق کسی دوسری کتاب میں تذکرہ نہیں
ہے۔ دوسرے مصنف جو ہے وہ خود قبول کرتے ہیں کہ میں نے ثقات سے
سنا ہے کسی کتاب سے نہیں لکھا ہے۔ پس قول بے دلیل بلا کسی سند صریح کے
قابل قبول نہیں ہوا کرتا غالباً وہ ثقات وہ ہے بعض مشائخ قادریہ ہونگے جنہوں نے
اسمیں افراط اور تفریط سے کام لیا ہے صرف اُنکے کہدینے پر بھی اعتبار کیسے ہوسکتا ہے
اقتباس الانوار میں جو یہ لکھا ہے کہ زبدۃ الحقایق میں حضرت خواجہ بزرگ سے جناب غوث الاعظم کو خرقہ پہنچا ہے
مندرج ہو واللہ اعلم کہ زبدۃ الحقایق تصنیفات خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے ہے یا نہیں

یہ فقیر۔ اس کا جواب یہ دیتا ہے۔ کہ یہ صاحب اقتباس الانوار اگرچہ مشہور صابریہ چشتیہ ہیں لیکن توغل اور توسل سلسلہ قادریہ میں زیادہ رکھتے ہیں جب ہی تو یہہ خیال اُن کا ہے کہ زبدۃ الحقایق تصنیف خواجہ قطب الدین سے ہے یا نہیں یہہ تحریر اُن کی دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو یہ کہ اُن کو رتبہ محبوبی حبیبی خواجہ بزرگ میں شک ہے اور اپنی نگاہ میں درجہ خواجہ بزرگ کا حضرت غوث سے کمتر دیکھتے ہیں۔ یا یہ کہ وہ صاحب کتب مشایخ چشتیہ سے بے خبر ہیں اس لئے کہ کتاب زبدۃ الحقایق ایک مشہور تصنیفات خواجہ قطب الدین سے ہے جس کا حوالہ چند کتب مثل مدایت المعین اور مخبر الاولیاء وغیرہ میں موجود ہے جس کا جی چاہے دیکھے معلوم نہیں ہوتا کہ صاحب اقتباس کو یہ شک کس دلیل سے واقع ہوا ہے۔ شاید حدیث ظنو المومنین خیرا اور حسن الظن من الایمان کا خیال نہیں رہا ہوگا۔ الغرض اس کے بعد اقتباس الانوار میں یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے ثقات سے سُنا ہے کہ جب خواجہ بزرگ بغداد شریف میں حضرت غوث الاعظم سے ملے تو حضرت غوث نے آپ کے واسطے مجلس سماع تیار کرائی۔ خواجہ کو رقص ہوا حضرت غوث بھی تعظیم کے واسطے اپنے عصا پر تکیہ کئے ہوئے کھڑے تھے اور اشک آنکھوں سے جاری تھے کہ اچانک حضرت غوث کا عصا ہلا اور جنبش کرنے لگا۔ خادم نے عرض کیا کہ یہ کیا حال ہے کہ جو آپ کا عصا جنبش میں ہے۔ فرمایا کہ تو نہیں دیکھتا کہ ایک عارف کامل رقص میں ہے اور اُس کے متابعت میں عرش سے تحت الثریٰ تک رقص میں ہے بلکہ یہ ایسا وقت ہے کہ زمین و آسمان زیر و زبر ہو جاوے اور بڑا بھاری فتنہ عالم میں پیدا ہو لیکن میں ہوں کہ اپنی قوت کمالیت سے کھڑا ہوں اور زمین و آسمان کو برقرار رکھ چھوڑا ہے تو صرف میرے عصا کی جنبش کا ہی کیا تعجب کرتا ہے۔ بعد فرو ہونے حالت خواجہ کے حضرت غوث جناب خواجہ بزرگ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے برج خاص میں لے گئے اور تین رات دونوں نے خلوت رکھی۔ اور باہم گر

استفاضہ کیا حضرت خواجہ نے ترکیب اسم اعظم کی کہ جو آباو اجداد سے سینہ بہ سینہ چلی آتی ہے حضرت غوث کو تلقین فرمائی اور حضرت غوث نے بھی ترکیب اسم اعظم کی۔ جو آپ کے بزرگوں سے چلی آتی تھی۔ حضرت خواجہ کو تعلیم فرمائی اور ذکر ہہ پایہ قادریہ اور شغل حمار کہ جس سے نسبت محبوبیت کی پیدا ہوتی ہے اور شغل سرگوشی و ہجود القلب تلقین کیا۔ انتہٰی یہ ایک افسانہ سے زیادہ نہیں ہے کیونکہ محض ایک تحریر بے سند ہے

لیکن مرأت الاسرار وغیرہ۔ ملفوظات میں جو لکھا ہے کہ خواجہ بزرگ نے حضرت غوث سے پانچ ماہ سات یوم صحبت محرمانہ رکھی۔ اسکے لئے جاننا چاہئے کہ تنزلاً صحبت انسان کی انسان سے چار قسم پر ہوتی ہے۔ اولیٰ ناقص کی صحبت ناقص سے۔ یہ صحبت کسی کام کی نہیں ہوتی موجب نقصان کے ہے دوسرے صحبت ناقص کی کامل سے یہ صحبت تاثیر اکسیر اعظم رکھتی ہے۔ بقول کسی شاعر کے۔ ؎

هرچه هست از رہِ جهان از اثر صحبت است ورنہ کجا یافتی بید بہائے نبات

جمال ہمنشیں در من اثر کرد دگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

خواہ یہ صحبت اپنے مرشد سے ہو یا غیر مرشد سے۔ اگر یہ صحبت غیر پیر ارادت سے ہو اور اُس سے فائدہ حاصل ہو اُس کو پیر صحبت کہتے ہیں چنانچہ ایسی صحبت مشائخ کبار کو دوسرے مشائخ سے ہوئی ہے اور فیض حاصل ہوا ہے۔ تیسرے صحبت کامل کی ناقص سے یہ صحبت صحبت قسم دویم سے مناسبت رکھتی ہے اور تکمیل ناقصاں کے فوائد حاصل ہوتے ہیں اسواسطے کامل لوگ نقل مکان کرکے اپنے مریدوں اور عزیزوں کے مکانات پر جاتے ہیں۔ جیسے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر تکمیل انصار کے لئے مدینہ منورہ میں تشریف لیگئے اور اُن کو اپنی صحبت بابرکت سے کامل کیا ایسے ہی کاملوں کو بھی اس صحبت ناقصوں سے فائدہ اور ثواب فیض پہنچانے اور مرید کرنے کا حاصل ہوتا ہے۔

چنانچہ اخبار الاخیار میں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ شیخ رکن الدین ابوالفتح سہروردی کے ذکر میں کہ جب شیخ رکن الدین ابوالفتح سہروردی دہلی میں پہنچے اور ملاقات حضرت شیخ نظام الدین اولیا کے واسطے گئے اور باہم جلسہ صحبت ہر دو بزرگ کا گرم ہوا تو شیخ عماد الدین اسمٰعیل برادر خورد شیخ رکن الدین نے عرض کیا کہ ہر دو بزرگوں کا جمع ہونا بہت غنیمت ہے بہتر یہ ہے کہ اس صحبت بابرکت سے کچھ نفع ہمکو حاصل ہوا ور آپ ہر دو صاحبوں سے کچھ سُننے میں آوے۔ بندہ کے دل میں ایک سوال پیدا ہوا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی اور مدینہ طیبہ میں تشریف لے گئے اس میں کیا حکمت تھی شیخ رکن الدین نے فرمایا۔ کہ غالباً یہ سبب ہوگا کہ بعض کمالات اور درجات جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدر تھے اور اُن کا ظہور موقوف رکھا گیا تھا صحبت اصحاب صُفّہ پر حضرت شیخ نظام الدین اولیا نے فرمایا کہ میرے دل میں تو یہ بات آتی ہے کہ حکمت اس میں یہ تھی کہ بعض فقرا مدینہ منورہ جو سعادت صحبت حضور نبوت کی حاصل کرنے سے معذور تھے اس لئے آنحضرت خود تشریف لیگئے تاکہ وہ لوگ اس نعمت سے معزز و مشرف ہو جاویں۔

کہتے ہیں کہ مقصود ان دونوں بزرگوں کا اور ماحصل تقریر کا باہم دونوں کی تواضع تھی۔ شیخ رکن الدین کا مطلب یہ تھا کہ ہمارا آنا دہلی میں آپ سے تکمیل اور استفادہ کے واسطے ہوا ہے اور غرض حضرت شیخ نظام الدین اولیا کی یہ تھی کہ یہ حضرت ہماری تکمیل اور استفادہ کے واسطے آئے ہیں۔ جیسا کہ سیر الاولیا میں لکھا ہے۔

اِس عبارت کے لکھنے والے یعنی شیخ عبدالحق لکھتے ہیں کہ شک نہیں ہے۔ کہ کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا موقوف [illegible] اصحاب صُفّہ تہا وہ ہی ارشاد اور تکمیل ہے جو موجب ثواب دعوت کا اور حصول درجات [illegible] ہے نہ کہ کمال ذاتی کا پس انجام ہر دو سخن کا

ایک ہی ہے واللہ اعلم۔ انتہٰی عبارتہ۔

فائدہ کاتب الحروف نفر کہتا ہے۔ کہ ناظرین غور فرمالیویں کہ اس صحبت اور تواضع سے ترجیح کسی بزرگ کی دوسرے پر ثابت نہیں ہوتی اس میں شک نہیں ہے کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی مرتبہ محبوبیت میں تھے اور شیخ رکن الدین کامل ومکمل اور درجہ قطبیت قدرسیہ پر جیسا کہ جامع العلوم میں لکھا ہے۔ مگر ایسی حالت میں بھی حضرت شیخ نظام الدین محبوب الٰہی کا یہ فرمانا بتواضع تھا تا کہ مصداق الفقراء کنفس واحد اظہار ہو جاوے۔ ایسے ہی غوث پاک اور حضرت خواجہ بزرگ کا معاملہ ہے کہ بالفرض ان دونوں بزرگوں نے باہم تواضع کی بھی ہو اور بایکدیگر استفاضہ کیا ہو لیکن اس تواضع فرضی سے بھی کسی نوع کی ترجیح حضرت غوث کو جناب خواجہ پر دنیا یا اس کے برعکس حضرت خواجہ کو جناب غوث پر فوقیت دینا کام مفرطین اور گستاخوں کا ہے۔ مومن کو چاہئے کہ غلام ہر دو جناب کا رہے اور زبان ترجیح کسی ایک کے حق میں نہ کھولے کیونکہ ہر دو بزرگ محبوبان حق ہیں۔ اور میرے اعتقاد میں برابر رتبہ رکھنے والے ہیں۔

غزل از مولف

کسے کو قرب خود در بارگاہ کبریا دارد	دیا وہ محفل حضرت رسول مصطفیٰ دارد
ہماں داند کہ ایں را رتبہ اعلاست نزد حق	وآں دیگر بحضرت رتبہ کمتر بپا دارد
نباشد چوں کسے را قرب زیں ہر دو یکے حاصل	نمیداند کہ ایں درجہ چنیں و آں چنے دارد
نشد معلوم از قرآں حدیث و قول اصحابہ	زباں بکشادن ترجیح ہر دو کے روا دارد
ترا گر معنی قدمی اگر در شک بنید ازد	بخواں باب التواضع ادعوارف کوچہا دارد
نمیگویم معین الدیں کلاں از شہ محی الدیں	نمیگویم محی الدیں ازاں رتبہ سوا دارد
چو من دعویٰ غلامے ہر دو محبوبان حق دارم	غلام مشترک آداب ہر دو استوا دارد
کسے کو منکر ایں ہر دو محبوبان حق باشد	یکے شد خارجی ملعون دگر رفضی بلا دارد

	موٴدب باش باہر دو مکن رجحان یکدیگر حدیث لاتفضلنی چونجم الدین۔ گوا دارد	

چوتھی صحبت کامل کی کامل سے۔ یہ صحبت بھی خالی فوائد سے نہیں ہے اگرچہ ایک کو دوسرے سے تکمیل کی حاجت نہیں ہے لیکن باہم تواضع کریں تو دونوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ پس صحبت خواجہ بزرگ کی جناب غوث سے اس قسم چہارم میں داخل ہے جیسا کہ خود صاحب اقتباس الانوار بھی لکھتے ہیں۔ اور جو کچھ بعض مشائخ قادریہ نے لکھا ہے وہ بھی مراد اسی صحبت سے ہے۔ اور اس قسم کی تواضع اور استفاضہ باہمی مشائخ کاملین۔ اور اولیا واصلین میں جو ہم درجہ ہوں بہت جگہ ہوا ہے جیسا کہ مراٴت الاسرار میں۔ ملک بختیار کے ذکر میں لکھا ہے کہ جب ملک بختیار خلیفہ شیخ کبیرالدین گجراتی احمد آبادی بن شیخ سعید بن عزیزالدین بن شیخ فریدالدین چاکپراں بن شیخ عبدالعزیز بن حضرت خواجہ حمیدالدین صوفی السوالی الناگوری سلطان التارکین کی شہرت احمد آباد میں زیادہ ہوئی تو شیخ قطب عالم کے مریدوں میں سے ایک مرید ملک بختیار کی طرف رجوع ہو گیا اور اُن سے فیض لیا۔ ایک شخص نے شاہ قطب عالم سے شکوہ کیا کہ ملک بختیار ایسے گستاخ ہو گئے ہیں کہ آپ کے مریدوں کو پھرا کر اپنا کرتے ہیں۔ شاہ عالم نے فرمایا۔ کہ بابا۔ غرض مرید کرنے سے ہدایت کرتا ہے پس ہر دروازہ سے کہ ہو سکے ہدایت ہو۔ ملک بختیار نے بھی اسکو نام خدا کی تعلیم کی ہے وہ شخص غماز نادم ہوا تھوڑے دن کے بعد ان دونوں بزرگوں کی ملاقات ایک کوچہ میں ہو گئی۔ شاہ قطب عالم نے ملک بختیار سے فرمایا کہ مجھکو بھی خرقہ اپنے خاندان خواجگان چشت کا عطا کیجئے۔ ملک بختیار نے فرمایا کہ عطا شاہوں سے ہوا کرتا ہے یعنی تمہارا نام شاہ عالم ہے۔ اور اسم بامسمّےٰ ہو مجھکو آپ عطا کیجئے اور اپنا خرقہ دیجئے شاہ عالم نے فرمایا کہ ملک بھی شاہوں سے [illegible] ہے۔ یعنی آپ کا نام ملک بختیار ہے۔ پس ملک بختیار نے اپنا خرقہ خلافت خاندان چشتیہ کا شاہ عالم کو دیا اور اُنہوں نے

اپنا خرقہ ملک بختیار کو دیا۔ پس سمجھ لینے کی بات ہے کہ ان دونوں بزرگوں میں سے کونسی کو ترجیح ہوئی۔ اسی طرح اور بہت سے مشائخ کاملین ہیں باہمدگر تواضع ہوئی ہیں جو کسی کی برتری اور کمتری نہیں کہی جاسکتی۔ اس فقیر کو کہ جو غلام ہر دو محبوبان برحق کا ہے اس ردّ و کد کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں تھی لیکن چونکہ بعض والہان خاندان قادریہ حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی کو جناب خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین چشتی پر بروئے حقارت ترجیح دیتے ہیں۔ اور اس سلسلۂ عالیہ چشتیہ کی ہتک کی نظر سے سلسلۂ قادریہ کی فضیلت بعض اپنی تحریروں میں اور بعض اپنی تقریروں میں کرتے ہیں جو شایان آن کے نہیں ہے بلکہ داخل بے ادبی ہے اس لئے محض ایسے لوگوں کی تنبیہ اور سمجھانے کی غرض سے اس بارہ میں قلم اٹھایا گیا ہے۔ ورنہ کیا ہوا جو حضرت خواجہ بزرگ حضرت غوث سے مستفیض ہوئے۔ یا حضرت غوث الاعظم جناب خواجہ بزرگ سے مستفید ہوئے۔ تنزلاً اگر ایسا ہوا بھی ہو تو یہ استفادہ باہمی نورٌ علیٰ نور اور ہم وابستگان ہر دو سلسلہ کو بجائے ایک نہر شہد کے جوئے شیر بھی ہاتھ آوے سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ الحمد للہ۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ نہ یہ کہ اس استفاضہ کو کہ جو سراسر استفادہ ہی ہے۔ بحث اور تقریر میں لاکر تحقیر ایک سلسلہ کی اور تعظیم دوسرے کی کی جاوے معاذ اللہ من ذالک۔ دریافت علوشان سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے واسطے عاقل اور عالم کو یہ ہی ایک نکتہ کفایت کرتا ہے کہ حضرت غوث نے جناب خواجہ عثمان سے حضرت خواجہ بزرگ کی بہت سفارش فرمائی اور علوشان سے خبر دی۔ جیسا کہ اوپر مفصل مذکور ہو چکا ہے۔

دلیل العارفین وغیرہ ملفوظات معتبرہ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت خواجہ بزرگ کو جناب خواجہ عثمان ہارونی نے خرقہ خلافت پہنا کر یہ وصیت فرمائی کہ اے معین الدین تم نے خرقہ درویشوں کا پہنا ہے تم کو چاہئے کہ کام درویشوں کا کرو۔ درویشوں کا کام فقر و فاقہ اور محنت و مجاہدہ ہے۔ فقیروں کے نزدیک دنیا کا رنج

اور تکلیف و آرام و راحت یکساں ہے۔ درویش وہ ہوتا ہے۔ کہ فقیروں اور غریبوں
سے محبت کرے اور مسکینوں اور درویشوں سے صحبت رکھے اور اہل دنیا سے محترز رہے
جو فقیر ایسا کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا محب اور مقرب ہوتا ہے جب یہ وصیت تمام کر چکے
جناب خواجہ عثمان نے حضرت خواجہ بزرگ کا ہاتھ پکڑا اور کہا الٰہی معین الدین۔ کو قبول کر اور
مقرب اپنی درگاہ کا کر۔ ہاتف نے آواز دی کہ اُس کے تمام کو پہنچے زمرہ محبوبان میں لکھا ہے
اور سردار قوم مشائخ کا کیا ہے۔ ایسا ہی لکھا ہے کتاب مونس الارواح میں۔

مرأت الاسرار میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ جیلان میں سے بغداد میں پہنچے
وہاں شیخ ضیاء الدین ابونجیب عبد القاہر سہروردی سے ملے اور بہت محظوظ ہوئے
ایک مدت اُن سے صحبت رکھی۔ اور اس جگہہ بغداد میں شیخ اوحد الدین کرمانی کو خرقہ خلافت
عنایت فرماکر توجہ بہت اُن پر مبذول فرمائی۔ اِسی جگہہ بغداد شریف میں شیخ شہاب الدین
سہروردی نے بھی خدمت خواجہ بزرگ میں پہنچکر اپنے شروع حال میں فیض حاصل کیا ہے۔
یہی دلیل العارفین میں لکھا ہے۔

سبع سنابل اور انیس الارواح میں۔ جو تصنیف ہے حضرت خواجہ بزرگ کے
اپنی بیعت ہونے کا حال خود حضور خواجہ نے یوں لکھا ہے کہ ضعیف ترین خلایق معین الدین
حسن سنجری کو شہر بغداد میں مسجد خواجہ جنید میں دولت پائے بوس حاصل ہوئی۔ مشائخ
عظام خدمت میں حاضر تھے میں نے اپنا سر زمین پر رکھا اسی وقت خواجہ عثمان نے فرمایا
کہ دو رکعت نماز کی پڑھ میں نے ایسا ہی کیا فرمایا قبلہ رُخ بیٹھ۔ میں بیٹھ گیا۔ فرمایا سورہ بقر
پڑھ میں حکم بجالایا۔ فرمایا۔ ساٹھ مرتبہ کلمہ سبحان اللہ یعنی کلمہ تمجید پڑھ میں نے یہ بھی کیا تب
خواجہ عثمان اُٹھے۔ اور آسمان کی جانب سر کرکے میرا ہاتھ پکڑا۔ اور کہا کہ آؤ تجھکو ہم نے خدا
تک پہنچایا۔ یہ فرماکر کلاہ چہار ترکی خاص اپنی میرے سر پر رکھی۔ اور کمبل خاص عطا کیا۔
پھر فرمایا کہ بیٹھ جا۔ میں بیٹھ گیا۔ حکم کیا کہ ہزار بار سورہ اخلاص پڑھ میں نے ویسا ہی کیا

ارشاد کیا کہ ہمارے طبقات مشایخ میں ایک رات دن کے مجاہدہ کا عمل ہے جا۔ اور ایک رات دن طاعت میں گزار صبح کے وقت میں حاضر خدمت ہوا اور اپنا سر زمین پر رکھا۔ فرمایا بیٹھ جا۔ اور اونچی نظر کر۔ میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو فرمایا کہ کہانتک دیکھتا ہے۔ عرض کیا کہ عرش عظیم تک نظر آتا ہے۔ فرمایا نیچے دیکھ ویسا ہی کیا۔ تو حکم ہوا کہ کہاں تک نظر آتا ہے۔ عرض کیا کہ تحت الثرٰے تک۔ فرمایا کہ سورۂ اخلاص ایک ہزار مرتبہ پڑھ۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ فرمایا کہ آسمان کی طرف دیکھ۔ مجھسے پوچھا۔ کہ کہاں تک نظر آتا ہے۔ عرض کیا کہ حجاب عظمت تک۔ حکم دیا آنکھ بند کرلے چنانچہ بند کرلی۔ حکم ہوا۔ کہ آنکھ کھول لے میں نے کھول لی۔ تب آپ نے دو انگشت مبارک اپنے میری طرف کرکے فرمایا۔ کہ کیا دیکھتا ہے عرض کیا کہ اٹھارہ ہزار عالم کا مشاہدہ کرتا ہوں۔ فرمایا بس کام تیرا تمام ہوا۔ اُس کے بعد اینٹ مٹی کی جو میرے سامنے پڑی تھی مجھے فرمایا۔ اسکو اُٹھا میں نے اُٹھائی تو اُس کے نیچے ایک مٹھی دینار کے نکلے اور مرأت الاسرار میں لکھا ہے۔ کہ وہ اینٹ ہی تمام زر کی ہوگئی۔ فرمایا کہ اسکو لیجا اور صدقہ دے۔ درویشوں کو میں نے دیہی کیا اور اُٹھا یا۔ فرمایا کہ چند روز ہماری صحبت میں رہوگے۔ میں نے عرض کیا کبسر وچشم حاضر ہوں۔ حاصل یہ ہے کہ بروایت صحیح بیعت حضرت خواجہ بزرگ کے بغداد شریف میں حضرت خواجہ عثمان سے ہوئی اس وقت جناب غوث الاعظم بغداد شریف میں تھے اور خلق خدا کو فیض پہنچا رہے تھے۔

انیس الارواح میں لکھا ہے کہ بعد بیعت کے خواجہ بزرگ ہمرکاب خواجہ عثمان کے دمشق کی طرف گئے۔ خواجہ فرماتے ہیں میں خدمت میں حاضر تھا۔ ایک شہر میں پہنچے وہاں ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ اپنے سے کچھ خبر نہیں رکھتے تھے۔ چند روز وہاں گزرنے ایسا سنا گیا کہ یہ جماعت ہمیشہ تحیر میں رہتی ہے اور کبھی ہوشیار نہیں ہوتی وہاں سے

زیارت حرمین شریف کے لئے متوجہ ہوئے۔ مکہ معظمہ میں پہنچکر ناودان کے نیچے کہ جو اجابت دعا کے لئے ایک مقام مخصوص ہے حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے میرا ہاتھ پکڑ کر دعا فرمائی آواز آئی کہ ہم نے معین الدین محمد سنجری کو قبول کیا وہاں سے روانہ ہوکر مدینہ منورہ پہنچے اور روضہ مطہرہ حضور رسول علیہ السلام پر حاضر ہوئے تو مجھکو حضرت خواجہ عثمان نے فرمایا کہ سلام کریں نے سلام عرض کیا۔ تو روضہ مطہرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آواز آئی کہ وعلیکم السلام یا قطب المشائخ معاً اس آواز کے سنتے ہی حضرت پیر و مرشد نے فرمایا کہ تو درجہ کمالیت کو پہنچا۔ وہاں سے روانہ ہوکر ہم بدخشاں میں آئے۔ اور اُس جگہہ ایک بزرگ کو پایا اولاد خواجہ جنید سے کہ اُسکی عمر ایک سو چالیس سال کی تھی نہایت مشغول بخدا۔ مگر ایک ٹانگ اُس کے نہ تھی۔ میں نے اُس سے ایک ٹانگ کے نہ ہونے کا سبب دریافت کیا تو جواب دیا کہ ایک مرتبہ میں نے اپنی خواہش نفس سے روزی چاہکر ارادہ کیا کہ اس صومعہ سے پیر باہر رکھوں پیر باہر رکھتے ہی آواز آئی کہ اے مدعی کیا تیرا یہی عہد تھا جو بھول گیا۔ میرے پاس اُس وقت ایک چھری تھی فوراً اُس ایک پیر کو چھری سے کاٹ کر باہر پھینکدیا۔ ابتک اُس پیر کے کاٹنے کو چالیس سال ہوتے ہیں کہ میں حیرت میں ہوں معلوم نہیں کہ فردائے قیامت میرا کیا حال ہوگا۔ روبرو درویشوں کے کیا مونہہ دکھاؤں گا۔ وہاں سے روانہ ہوکر ہم بخارا میں پہنچے۔ وہاں کے بزرگوں کو دیکھا کہ دوسرے عالم میں تھے کہ وصف اُن کا بیان نہیں ہوسکتا۔ ایسے ہی دس سال حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں سفر میں ساتھ رہا۔ جب سفر سے واپس آئے تو ہم بغداد میں معتکف ہوئے بعد چند روز کے پھر سفر کیا اور دس سال تک پھر سفر میں رہے۔ میں آفتابہ وضو اور بستر خواب حضرت پیر برحق کا سر پر رکھکر سفر میں چلتا جب بیس سال تمام ہوگئے تو حضرت پیر برحق نے بغداد میں آکر مقام کیا۔ اور گوشہ اختیار کیا اور مجھکو حکم فرمایا کہ میں چند روز اس گوشہ سے باہر نہ [illegible]ں گا تم ہر روز بوقت چاشت میرے

پاس آیا کرو تاکہ تم کو تعلیم فقہ کی اور دیگر فوائد کی کروں اور تم اُن فوائد کو لکھتے رہو تاکہ بعد ہمارے اور تمہارے یادگار باقی رہے بموجب حکم روزمرہ بوقت چاشت خدمت بابرکت میں حاضر ہوتا رہا اور جو کچھ زبان مبارک سے سنتا تہا وہ لکھتا رہا۔ حاصل کلام حضرت خواجہ بزرگ نے اٹھائیس مجلس اٹھائیس روز میں لکھی۔ اور اُس رسالہ کا نام انیس الارواح رکھا۔ بعد ختم اُس رسالہ کے حضرت پیر نے فرمایا۔ کہ یہ تمام باتیں تمہاری تکمیل کے واسطے تہیں۔ جو کچھ ہمنے کہا ہے اُسپر عمل کرنا۔ تاکہ فردائے قیامت شرمندہ نہو۔ جب یہ فوائد تمام ہوچکے تو عصا اور مصلے اور خرقہ اپنا خواجہ بزرگ کو عطا فرمایا۔ اور ارشاد کیا کہ یہ یادگار خواجگان چشت کی ہے اسکو تو رکھہ اور جسکو اپنے بعد مرد پاؤ اُس کو دو۔

سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ میں بیعت ہونے کے بیس سال بعد تک خدمت میں حضرت پیر مرشد کے رہا یہاں تک کہ ایکدم اُنکی خدمت سے غافل نہ تہا۔ اور کسی وقت میں نے اپنے آپ کو آرام نہیں دیا۔ جب مرشد نے میری یہ خدمت اور راسخ الاعتقادی دیکہی تو مجہکو نعمت کمال اور فیض لایزال عنایت کیا۔ ایسے ہی سیر الاولیاء اور مونس الارواح میں درج ہے کہ جس وقت خواجہ بزرگ کو عصا اور مصلے اور خرقہ خلافت عنایت فرمایا گیا۔ عمر خواجہ بزرگ کی باون سال کی تہی۔ پس خواجہ بزرگ نے بعد از حصول رخصت از مرشد سیر تبریز۔ اور استرآباد۔ اور ہرات کی کری۔ اور ایک مدت تک ہرات میں قیام رکہا۔ اکثر راتوں کو بقعہ شریف حضرت شیخ خواجہ عبد اللہ انصاری میں مشغول رہکر گزارتے تہے اور دن کو سیر میں رہتے تہے۔ اور ایک موضع میں اکثر کم ٹہیرا کرتے تہے آپ کے ساتھ جز ایک خادم کے کوئی نہیں رہتا تہا۔ اور اکثر نماز فجر کی عشا کے وضو سے ادا فرمایا کرتے تہے۔ جب شہر ہرات میں آپکی شہرت ہوگئی تو وہاں سے شہر سبزوار میں آگئے۔ سبزوار کا حاکم یادگار محمد نام بدخلقی اور بد اعتقادی اور ظلم اور ستم میں مشہور تہا ایک روز خواجہ بزرگ یادگار محمد کے باغ میں

لب جو بیٹھے تھے کہ یادگار محمد بھی سیر کے واسطے آگیا جب اُس کی نظر جمال خواجہ بزرگ
پر پڑی تو ایسا رُعب اور دہشت خواجہ کی اُسپر غالب ہوئی کہ اُس کے جسم اورا عضا پر لرزہ
پڑ گیا۔ اور بیہوش ہو کر گر پڑا اور ایسے ہی دہشت نوکروں پر چھائی۔ جو اُس کے ساتھ تھے
حضرت خواجہ بزرگ نے اُسی حوض سے پانی کا چلو لیکر یادگار محمد کے چہرہ پر ڈالا تو اُسکو
ہوش آیا۔ خواجہ بزرگ نے آواز بلند فرمایا کہ تو نے توبہ کری اُس نے عاجزی سے جواب
دیا کہ میں نے توبہ کی۔ اور ایسے ہی اُس کے ساتھیوں نے بھی توبہ کری۔ معلوم نہیں ہوا کہ
یادگار محمد نے کیا دیکھا تھا کہ جس کے سبب سے وہ خوف کہا کر تائب ہوا۔ حضرت نے ان
سب کو حکم دیا کہ وضو کرو۔ اور دوگانہ شکر توبہ کا ادا کرو۔ چنانچہ ویسا ہی کیا گیا اور
یادگار محمد مع اپنے ساتھیوں کے مرید خواجہ بزرگ کا ہوا اور تمام مِلک املاک اپنی فقرا کو
دیکر ایک واصلان خدا سے ہوا۔
مرأت الاسرار میں لکھا ہے کہ۔ محمد یادگار بعد تکمیل کے حصار شادماں میں جاکر
مقیم ہو گئے۔ اور مخلوق خدا کو فیض پہنچایا۔
سیر العارفین میں شیخ سمار الدین قادری لکھتے ہیں کہ میں نے حصار شادماں میں زیارت
مرزا محمد یادگار کی کی ہے وہ جگہہ نہایت فیض بخش ہے۔ الغرض خواجہ بزرگ وہاں سے
بلخ میں پہنچے وہاں ایک حکیم تھا ضیار الدین نام فلسفی منکر اہل تصوف کا وہ کہتا تھا کہ
علم تصوف ایک ہذیان ہے جو تپ زدہ لوگوں کو ہوا کرتا ہے اور صوفیہ کو ہمیشہ بُرائی سے
یاد کرتا تھا۔
کہتے ہیں کہ خادم خواجہ بزرگ کے ساتھ ہمیشہ دو دستہ تیر اور کمان اور چقماق نمکدان
لئے ہوئے رہتا تھا جب کبھی بستی سے دور جنگل میں رہنے کا اتفاق ہوتا تو حضرت خواجہ
بزرگ کو اُس تیر و کمان سے شکار کر کے لقمہ بے شبہہ کھلاتا تھا اور آپ اُسی سے روزہ
افطار کیا کرتے تھے۔

نقل ہے کہ ایک روز جناب خواجہ بزرگ نے ایک کلنگ شکار کیا تھا اس شکار کو لئے ہوئے شہر میں پہنچے۔ جس جگہہ حکیم ضیاء الدین درس علم حکمت کا کرتا تھا آپ وہاں ٹھہرے اور ایک درخت کے نیچے بیٹھکر خادم کو حکم دیا کہ... آگ میں کلنگ کو ڈالکر کباب کرے اور خواجہ بزرگ نماز میں مشغول ہو گئے۔ حکیم کے دل میں آیا کہ وہاں بیٹھے اور اس کلنگ کے کبابوں میں سے حصّہ پاوے چنانچہ جب اُس درخت کے نیچے حکیم گیا اور حضرت خواجہ بزرگ کے نماز سے فارغ ہونے کے پیچھے حکیم نے سلام عرض کیا اور خادم نے کباب حاضر کئے خواجہ بزرگ نے حکیم کی خواہش کو نور باطنی سے دریافت کرکے کلنگ بریشتہ کی ایک ران کا ٹکڑ حکیم کو دی۔ حکیم نے اسکو کھایا حکیم کو بفور کھانے اُس کباب کے زنگار فلسفہ جو اُس کے سینہ میں لگا ہوا تھا یکبارگی اوڑ گیا اور زنگار کی سیاہی اعتقاد کی روشنی سے مبدّل ہوگئی۔ اور حکیم کا حال دگرگوں ہونے لگا۔ خواجہ بزرگ نے اپنے دہان مبارک سے ایک لقمہ نکالکر حکیم کے مُنہ میں ڈالا۔ حکیم اُسیوقت ہوش میں آگیا اور انوار اسرار الٰہی اُسپر منکشف ہوگئے۔ پس تمام کتابیں فلسفہ کی دریا میں ڈالکر معہ اپنے تمام شاگردوں کے تائب ہوکر خواجہ بزرگ کا مرید ہوگیا وہاں سے خواجہ بزرگ غزنی میں تشریف لائے وہاں سے لاہور ہوکر دہلی پہنچے اور چند روز دہلی میں مقام کیا جب خلق کا ہجوم آپ کے گرد زیادہ ہونے لگا تو متوجہ اجمیر کی طرف ہوئے۔ یہاں تک کی عبارات مندرجہ کتب سے تو حضرت خواجہ بزرگ کا شہر اجمیر میں اس ترتیب سے آنا جانا پایا جاتا ہے کہ شہر بغداد میں پیر و مرشد سے بعیت ہونے کے بعد مشرف بخرقہ خلافت اُس جگہہ ہوئے اور پھر مرخص ہوکر اول مکہ معظمہ کو گئے مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے وہاں سے بحکم حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم روانہ اجمیر اور ہندوستان کو ہوئے جیسے کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ اور مرأت الاسرار میں لکھا ہے کہ بعد حصول خرقہ خلافت بغداد سے جناب خواجہ بزرگ مدینہ منورہ میں حسب ارشاد

حضور سرور کائنات علیہ السلام اس ترتیب سے اجمیر پہنچے کہ بغداد سے سنجار میں آئے
کہ شیخ نجم الدین کبرےٰ اُس زمانہ میں سنجار میں تھے وہاں ڈہائی ماہ قیام رکھکر اُن سے
ہم صحبت رہے وہاں سے قصبہ جبال میں پہنچے جو کہ کوہ جودی کے نیچے بغداد سے
سات منزل ہے۔ اور حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی سے ملاقات کرنی وہاں
سے بغداد میں آکر شیخ ضیاء الدین ابونجیب سہروردی سے ملکر اُن سے ہم صحبت رہے
اور اس جگہہ شیخ اوحد الدین کرمانی کو کہ ابتدائے سلوک میں وہ بہی وہاں ہی تھے
خرقۂ خلافت عنایت کیا اسی مقام پر شیخ شہاب الدین سہروردی نے بہی صحبت خواجہ
بزرگ میں حاضر ہوکر فیض حاصل کیا ہے بغداد سے ہمدان پہنچے اور شیخ یوسف ہمدانی
سے ملاقات کری وہاں سے تبریز میں داخل ہوکر شیخ ابوسعید تبریزی جو پیر جلال الدین
تبریزی کے ہیں ملاقات کری وہاں سے اصفہان میں ہوکر شیخ محمود اصفہانی سے ملے وہاں
سے منیہ میں آکر مرقد شیخ ابوسعید ابوالخیر سے مستفیض ہوئے وہاں سے خرقان میں آکر
زیارت مزار خواجہ ابوالحسن خرقانی سے محظوظ ہوئے اور دو سال تک ٹہیرے۔ پہر
روانہ ہوکر استرآباد میں شیخ ناصر الدین استرآبادی سے ملاقات کری کہ عمر شیخ ناصر الدین
کی اسوقت ایک سو سات برس کی ہتی یہ دو تین واسطے سے شیخ بایزید بسطامی تک
پہنچتے ہیں۔ وہاں سے ہرات اور سبزوار پہنچکر یادگار محمد حاکم کو مرید کیا کہ جسکی تفصیل اوپر
مذکور ہو چکی ہے۔ وہاں سے بلخ میں آئے اور حکیم ضیاء الدین کو مشرف بہ بیعت فرمایا وہاں
سے غزنی میں شمس العارفین عبدالواحد پیر شیخ نظام الدین ابوالمؤید سے ملاقات کری
وہاں سے لاہور میں داخل ہوکر شیخ پیر علی ہجویری کے مزار سے مشرف ہوئے اور شیخ
حسین زنجانی سے کہ لاہور میں زندہ تہے ملے۔ وہاں سے دہلی پہنچے۔ اُس زمانہ میں
شہر دہلی پایۂ تخت راجہ پرتہی راج چوہان کا تہا۔ اُس وقت کے کافر ایسے متعصب تہے
کہ اُن کے نزدیک مسلمان کو آنکہہ سے دیکہنا گناہ میں داخل تہا حضرت خواجہ بزرگ

اپنی قوت تصرف سے معہ چالیس اصحاب کے دہلی میں چند ماہ مقیم رہے۔ انتہے عبارتہ۔
کلمات الصادقین میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ خواجہ بزرگ کا گزر دہلی میں
ایک بڑے بتکدے پر ہوا جہاں سات شخص کافر بت پرستی میں مشغول تھے۔ بفور کرنے نظر
خواجہ بزرگ کے وہ ساتوں بت پرست خواجہ کے قدموں پر گر کر شرف با سلام ہوئے
خواجہ بزرگ نے اُن ساتوں نو مسلموں کا نام حمید الدین رکھا۔ اسکے بعد آپ اجمیر شریف
میں تشریف لائے۔
سیر العارفین میں لکھا ہے۔ اُس زمانہ میں قیام گاہ حضرت خواجہ بزرگ کی دہلی
میں اُس جگہہ تھی کہ جہاں اب قبر میاں رشید مکی کی موجود ہے۔ کفار کا آپ کے ساتھ
دہلی میں یہ حال تھا کہ اذان دینے میں مزاحم ہوتے تھے نماز کے پورا کرنے میں مانع آتے
تھے۔ متفق ہو کر خدام خواجہ بزرگ پر یورش کرتے لیکن جب جناب خواجہ بزرگ کی ذات
بابرکات کے ساتھہ ارادہ ایذا کا کرتے تو لرزہ اُن کے اعضا پر طاری ہو جاتا۔ اور گویا
بیدست و پا ہو جایا کرتے تھے اور جرأت ایذا رسانی کی نہیں ہوتی تھی۔
نقل ہے کہ ایک روز ایک کافر اشد بارادہ ایذا رسانی جناب خواجہ بزرگ کے ایک
چھری پوشیدہ بغل میں لیکر خدمت حضرت میں آیا۔ آنحضرت نے نور باطنی سے اُسکے
قصد کو دریافت فرمالیا۔ اور فرمایا کہ اے شخص کیوں نہیں اپنی چھری سے کام لیتا ہو
میں حاضر ہوں۔ بفور سننے اس کلام خواجہ بزرگ کے تھرّا اُٹھا اور بغل سے چھری نکالکر
ایک طرف پھینکدی اور خود حضرت کے قدموں پر گر کر تائب ہوا اور مسلمان ہو گیا۔
کذا فی مرأت الاسرار۔ اور مونس الارواح میں لکھا ہے کہ جب حضرت خواجہ
بزرگ نعمت خلافت سے معزز ہو کر زیارت حرمین شریفین کو گئے تو ایک مدت تک مدینہ
منورہ میں مقام کر کے مشغول بخدا رہے ایک روز خواجہ بزرگ روضہ منورہ حضور
رسالت مآب میں مشغول تھے۔ روضہ شریف سے آواز آئی کہ اے معین الدین حسن

تو ہمارے دین کا مددگار ہے۔ ولایت ہندوستان کی تجھکو حوالہ کی گئی۔ جا اور مقام اجمیر میں رہ کر اشاعت اسلام کر۔ اُس ملک میں کفر بہت زیادہ ہو رہا ہے۔ تیرے وہاں جانے سے اسلام غالب ہوگا اور توحید کی رونق ہوگی۔ اس آواز کے سننے سے حضرت خواجہ بزرگ حیران ہوئے کہ اجمیر کہاں ہے۔ کس ملک میں ہے پہر واقعہ میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپ نے جناب خواجہ بزرگ کو ایک طرفۃ العین میں تمام عالم شرق سے غرب تک اور جنوب سے شمال تک دکھلا دیا کہ جو کچھہ دنیا میں موجود تہا سب کچھہ آپ کی نظر میں آگیا اور حضور رسول علیہ السلام نے قلعہ اور پہاڑ اجمیر کے سب نشانات دکھلا دیئے اور ایک انار بہشت سے حضرت خواجہ کو دیکر ارشاد فرمایا کہ تجھکو خدا کے سپرد کیا۔ جاگتے ہی آپ نے پختہ ارادہ ہندوستان کا کیا اور شہروں اور ولایتوں کی سیر کرتے ہوئے بزرگوں اور شایخوں سے ملاقات کرتے ہوئے معہ چالیس تن رفیقوں کے اجمیر میں پہنچے۔

سُرور الصدور میں جو ملفوظ حضرت سلطان التارکین خواجہ حمید الدین صوفی ناگوری سوالی کا ہے لکھا ہے۔ کہ شیخ نجیب الدین نخشبی جو شیخ الاسلام دہلی کے تہے یہ بہی منجملہ چالیس یاران خواجہ بزرگ کے تہے جو عہد سلطان شمس الدین التمش میں دہلی آئے تہے کہتے ہیں کہ سلطان شمس الدین نے ہر ایک کو نذرانہ بہت کچھہ دیا تہا شیخ نجیب الدین نے اپنا حصہ سب فقراء کو دیدیا اور خود دہلی میں مقیم رہے۔ سلطان نے اُن کو اپنا باپ بنایا اور شیخ الاسلام دہلی کا خطاب دیا۔ دوسرے درویش ہر طرف چلے گئے اور حضرت خواجہ بزرگ اجمیر کو تشریف لے گئے۔ جب شیخ نجیب الدین شیخ الاسلام دہلی کے ہو گئے تو خواجہ بزرگ بہی اُن کے دیدار کے واسطے دہلی جایا کرتے تہے اور شیخ بزرگ یعنی حضرت سلطان التارکین بہی دہلی جایا کرتے تہے۔

فائدہ۔ واضح ہو کہ تاریخ فرشتہ اور سُرور الصدور کی عبارت سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت

خواجہ بزرگ سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ میں عرب سے دہلی میں آئے تھے لیکن یہ روایت قریب بصحت نہیں ہے بلکہ صحیح تر یہ ہے کہ آپ زمانہ رائے پتھورا چوہان میں عرب سے دہلی میں تشریف لائے ہیں۔ البتہ سلطان شمس الدین التمش کے عہد سلطنت میں بھی دو تین مرتبہ اجمیر سے دہلی تشریف لے گئے ہیں جس کا حال آگے لکھا جاویگا۔ شاید مراد صاحب سرور الصدور کی مرتبہ اخیر میں اجمیر سے دہلی جانے کی ہوگی۔

مرأت الاسرار میں اور مونس الارواح وجملہ ملفوظات خواجگان چشت میں لکھا ہے کہ بوقت تشریف آوری خواجہ بزرگ کے دہلی اور اجمیر اور اکثر بلاد ہند تحت میں رائے پتھورا چوہان کے تھے چو پشتوں سے ملک ہند کی حکومت کرتا چلا آرہا تھا۔ اور کافران اشد بہت زیادہ دشمن اہل اسلام سے تہا۔

اخبار الاخیار اور مونس الارواح وغیرہ میں لکھا ہے کہ وجہ تسمیہ اجمیر کی یہ ہے۔ اَجا نام ایک راجہ تہا اُس نے شہر اجمیر کو اپنے نام پر آباد کیا تھا اور قلعہ بنایا۔ اور لفظ اَجا کے معنی زبان سنسکرت میں آفتاب کے ہیں اور میر پہاڑ کو کہتے ہیں یعنی یہ قطعہ جو پہاڑ پر مثل آفتاب کے ہے جو پہاڑ پر چمکتا ہے اور شہر قلعہ کے نام سے مشہور ہے۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ میں نے تاریخ ہند میں دیکھا ہے کہ اَجا نام راجہ اجداد پتھورا چوہان سے تھا جو غزنی تک قابض ملک تہا اوس کا آباد کیا ہوا یہ شہر ہے۔ اُسی اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ اول دیوار جو ملک ہند میں پہاڑ پر بنائی گئی یہی دیوار ہے کہ جو بالائے پہاڑ اجمیر ہے اور جس کا نام گڈھ بٹلی ہے اور تارا گڈھ بھی اسی کو کہتے ہیں اور پہلا حوض جو ہندوستان کی زمین پر کھودا گیا پہکر ہے کہ جو اجمیر سے چار کوس ہے اور اہل ہنود اسکو پوجتے ہیں اور ہر سال میں تحویل عقرب کے وقت میں چھ روز تک جمع ہو کر اُس حوض سے غسل کرتے ہیں اور جو ہندو کہ قیامت کے قائل ہیں کہتے ہیں کہ قیامت اِسی حوض سے پیدا ہوگی۔

مونس الارواح میں لکھا ہے کہ راجہ پتھورا کی والدہ جسکو کہ اس زمانہ میں پرتھی راج کہتے ہیں علم نجوم سے خوب واقف تھی اُس نے حضرت خواجہ کی تشریف آوری سے بارہ برس پیشتر اپنے بیٹے کو خبر دی تھی کہ اے پرتھی راج ایک فقیر کامل اجمیر میں آوے گا اوس کے سبب سے تیرے ملک اور مال کو زوال پہنچے گا۔ تیری حکومت جاتی رہے گی تو ہرگز اس سے مقابلہ مت کرنا اس سبب سے پتھورا ہمیشہ غمگین رہتا تھا چونکہ راجہ کی والدہ نے حضرت خواجہ کا حلیہ اپنے بیٹے کو بتا دیا تھا۔ لہذا راجہ نے آپکا حلیہ لکھا کر ہر ایک طرف اپنے ملک کے حاکموں کے پاس بھیجدیا تھا اور حکم کیا تھا کہ جس کسی فقیر کو اس حلیہ کا پاؤ اُس کو پکڑ کر میرے پاس بھیجدو چنانچہ جبکہ حضرت خواجہ بزرگ شہر سمانہ میں پہنچے اور ملازمان راجہ نے آپ کو اُس حلیہ کا مطابق پایا تو چاہا کہ بموجب حکم راجہ پتھورا کے آپکے ساتھ غداری اور مکاری کر کے گرفتار کریں اور خدمت میں حضرت کے حاضر ہو کر تواضع اور تعظیم کی ساتھ عرض کیا کہ ہمنے ایک جگہہ اچھی آپ کے ٹھیرنے کے لئے مقرر کی ہے۔ وہاں تشریف لے چلئے اور آرام کیجئے۔ خواجہ بزرگ مراقبہ میں گئے اور زیارت حضور رسول علیہ السلام سے مشرف ہوئے اور دیکھا کہ جناب رسول علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اے فرزند اس گروہ نالایق کی باتوں کا اعتبار نکر یہ لوگ تجھکو ایذا پہنچانا چاہتے ہیں۔ خواجہ بزرگ نے خبردار ہو کر رفیقوں اور ساتھیوں کو واقف کیا اور وہاں سے روانہ ہو کر بطور طے ارض کے دو روز میں اجمیر میں پہنچے۔ اجمیر میں آپ ایک درخت کے نیچے بیٹھنا چاہتے تھے کہ ایک شخص نے آواز دی کہ یہاں مت بیٹھو اس جگہہ راجہ کے اُونٹ بیٹھیں گے تم دوسری جگہہ بیٹھو۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اچھا۔ راجہ کے اُونٹ بیٹھے رہیں گے۔ اور خود مع یاروں کے تال آنا ساگر کے کنارہ پہاڑ کے متصل ایک درخت کے جا ٹھیرے۔ آپ کے بعض خادم ایک گائے کو ذبح کر کے کباب کرنے میں مشغول ہوئے۔ بعض وضو کرنے کے واسطے ساگر بیسلا کے کنارہ پر گئے

اور آپ مشغول بجد ابیٹھے رہے اُس زمانہ میں اس تالاب آناساگر کے کنارہ پر صد ہا بُت خانے تھے جن میں ایک سو کئی من تیل اور پھول روزمرہ راجہ کی طرف سے چڑھائے جاتے تھے۔ برہمنوں اور پُجاریوں نے خادمانِ خواجہ بزرگ کو تالاب سے وضو کرنے کو منع کیا اور کہا کہ تمہارے ہاتھ لگانے سے یہ پانی ناپاک ہوجائے گا یہاں وضومت کرو خادمانِ خواجہ بزرگ نے آپ سے حال عرض کیا خواجہ بزرگ نے جوش میں آکر تمام پانی آناساگر اور بیسلا کا اپنی ابریق میں بھر لیا اور یہ دونوں تال خشک ہوگئے دنیز گردو نواح میں جو چشمے پانی کے تھے وہ بھی خشک ہوگئے یہاں تک کہ بچہ دار عورتوں اور گایوں اور بکریوں کا دودھ بھی سُوکھ گیا۔

کہتے ہیں کہ ایک دیو تھا جسکو راجہ اور اُس کے بزرگ پوجتے چلے آتے تھے اور چند پرگنے راجہ کی طرف سے اُس کے خرچ کے واسطے وقف کئے ہوئے تھے وہ لوگ اپنے اعتقاد میں تمام ثروت اور دولت اور حکم سب اُسی کی بدولت جانتے تھے۔ چنانچہ وہ دیو بفور پہنچنے خواجہ بزرگ کے حاضر خدمت جناب خواجہ ہوکر مشرف باسلام ہوگیا اور مسلمان ہوا خواجہ بزرگ نے اُس دیو کا نام شادی رکھا۔ اب تک کہ ۱۲۷۷ھ ہجری ہیں اُس شادی دیو کی جگہہ آناساگر کے کنارہ پہاڑ پر مشرق کی طرف موجود ہے۔ اور شادی دیو کی جگہہ کے نام سے مشہور ہے۔ اور وہ ایک بڑا پتھر ہے کہ جسپر ہنود تیل اور سیندور اب بھی ڈالتے ہیں جیسا کہ ہنومان پر ڈالا کرتے ہیں۔

القصہ جب راجہ کو خواجہ بزرگ کے آناساگر پر پہنچنے اور دونوں تال آناساگر اور بیسلا کے پانی خشک ہوجانے کے اور بچوں کو دودھ نہ ملنے اور مخلوق کے پیاسے رہنے کی خبر پہنچی اور راجہ کی والدہ نے یہ حال سُنا اور سب جگہہ یہ خبر مشہور ہوگئی کہ اس صورت اور لباس کے درویش آئے ہوئے ہیں کہ اُن کی کرامت سے راجہ کے اُونٹ درخت کے نیچے بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے اُٹھ نہیں سکے اور پانی خشک

ہو گیا تو راجہ کی والدہ نے کہا کہ اے پتھورا یہ وہی درویش ہے کہ جس کی خبر میں تجھہ کو
بارہ سال پہلے دے چکی ہوں۔ خبردار اس سے مباحثہ اور حجت مت کرنا تجھکو سود مند
نہ ہو گا بلکہ تجھکو چاہیے اُن کی خاطر تواضع کرے کہ اس میں تیرے لئے بہتری ہے
راجہ پرتھی راج نے اجیپال جوگی کے پاس اپنے آدمی بھیجکر حقیقت سب ظاہر کی۔
اور مدد چاہی یہ اجیپال بڑا جادوگر تھا اوس نے جواب میں کہلا بھیجا کہ کچھہ خوف
نکرو یہ سب سحر اور جادو کا کام ہے۔ میں اس کا علاج اچھا کر دوں گا۔ راجہ نے پھر
کہلا بھیجا میں اُن فقیروں کے پاس جاتا ہوں تم بھی اپنی پوری طاقت سحر کی لیکر وہاں
آجاؤ اور راجہ جناب خواجہ کی طرف روانہ ہوا راستہ میں راجہ نے ارادہ فاسد کیا
کہ میں پہنچتے ہی اس درویش کو معہ اُس کے ساتھیوں کے قتل کر دوں گا۔ بفور
آنے اس خطرہ کے راجہ اندھا ہو گیا۔ راجہ نے اس ارادہ فاسد سے توبہ کی تو پھر بینا
ہو گیا۔ اس طرح سے تین مرتبہ راجہ اپنے ارادۂ بد کے باعث سے اندھا ہوا اور
تین ہی مرتبہ توبہ کرنے سے راستہ میں ہی بدستور بینا ہو گیا۔ آخر میں صاف سینہ سے
معتقدانہ خدمت میں خواجہ بزرگ کے پہنچا اور اجیپال جوگی بھی معہ اپنے سات سو
سانپ کے کہ جو جادو سے اُس کے تابع تھے اور پندرہ سو چکر جادو کے کہ ہوا میں معلق
چلے آتے تھے پہنچا اور اپنے ہر ایک جادو کا تجربہ خواجہ کے نقصان پہنچانے کیواسطے
کیا لیکن کچھہ اثر آپ پر نہ ہوا اور اجیپال جو جادو کے چکر دں کو خواجہ بزرگ اور انکے
خادموں کی جانب پھینکتا تھا وہ سب واپس اجیپال کے شاگردوں کی طرف آکر انکو
نقصان پہنچاتے تھے اور سانپ اُس کے ہی ساتھیوں کو کاٹتے تھے۔ مشہور ہے
اجیپال جوگی کے چکر جادو کے ایسے تابع تھے کہ جو کوئی اُس سے مدد مانگتا یا وہ خود کسی
سے جنگ کرتا سو سو کوس کے فاصلہ پر سے ہی اُس کے چکر دشمن کے سر کو اوڑا دیا
کرتے تھے۔ **الغرض** جب راجہ اور جوگی نے حال دیکھا کہ اُن کا قابو کسی نہج سے

خواجہ بزرگ کے خدام تک نہیں پہنچ سکتا ہے اور شہر کی خلقت پیاس سے بغیر پانی
کے نہایت تکلیف میں ہے لاچار وہ دونوں عاجزی اور انکساری کے ساتھ جناب
خواجہ میں پیش آئے۔ حضور خواجہ نے اجیپال سے فرمایا کہ تمام پانی اس شہر کا ہمارے اس
آفتابہ میں ہے اگر تجھسے ہو سکتا ہے تو اس آفتابہ کو اٹھا کر ہمارے پاس لا۔ اجیپال
نے جتنا زور اس میں تھا سب ختم کر لیا۔ مگر وہ ابریق پانی کا نہیں اٹھا سکا خواجہ بزرگ نے
فرمایا کہ اے کافر یہ جادو اور سحر تیرا نہیں ہے جو باطل ہو جاوے یہ ابریق مردان خدا
کا ہے۔ اور شادی دیو کو حضرت نے فرمایا کہ اے شادی اس ابریق کو لا۔ شادی کہ پہلے
ہی مسلمان ہو چکا تھا اس پتھر سے کہ جسکو صدہا سال سے بزرگانِ راجہ اور خود راجہ پرستش
کرتے آئے تھے نکلا اور بموجب حکم کے اس آفتابہ کو خدمت خواجہ میں لایا اور حضرت
خواجہ نے تھوڑا تھوڑا پانی اس میں سے آناساگر اور بیلا تالاب کی طرف ڈالا زمین پر
خدا کے حکم سے تمام تالاب اور چشمہائے آب بدستور پانی سے لبریز ہو گئے اور آپ نے دعا
فرمائی کہ وہ اونٹ راجہ کے جو آپ کی کرامت سے بیٹھے رہ گئے تھے اٹھکر جنگل کو چرنے کے لئے
گئے۔ اس کرامت خواجہ کے معائنہ سے کہ جو خاص ضرورت سے ظاہر کی گئی تھی اور شادی
دیو کے مسلمان ہو جانے سے کفار بہت حیران ہوئے اور کہا کہ ہمنے تمام عمر اس دیو
کی پرستش کی لاکھوں روپیہ خرچ کرتے رہے۔ اجیپال جوگی کے غلام بنے رہے۔ مگر
اسوقت میں ان دونوں سے ایک بھی ہمارے کام نہ آیا۔ پس اجیپال جوگی نے حضور
خواجہ بزرگ سے عرض کیا کہ آپ نے کہانتک اپنے کام کو پہنچایا ہے۔ مجھکو دکھلائیے۔
خواجہ نے فرمایا اول تو اپنا کمال دکھلا جو کچھ رکھتا ہے۔ اجیپال نے اسوقت ایک مرگ
چھالا اپنا ڈالا اور وہ چڑھا ہوا پر معلق ہوا اس کے بعد اجیپال بھی حبس دم کر کے
اس مرگ چھالا پر سوار ہو کر۔ آسمان کی طرف اوڑا اور کفار اس حال کو دیکھکر خوش
ہوئے جناب خواجہ بزرگ مراقبہ میں بیٹھے تھے سر اٹھا کر بولے کہ اجیپال کہاں تک گیا

لوگوں نے عرض کیا کہ ایک مرغ کے برابر آسمان پر نظر آتا ہے پھر یہ مراقبہ میں گئے تھوڑی دیر کے بعد مراقبہ سے سر اٹھا کر پوچھا اب کہاں تک۔ گیا عرض کیا کہ اب نظر نہیں آتا ہے خواجہ بزرگ نے اپنی نعلین مبارک کو ارشاد فرمایا کہ وہ نعلین آسمان کی طرف اڑے۔ اور اجیپال تک پہنچکر جوگی کو مارتی ہوئی زمین پر لے آئی اجیپال فریاد و زاری کرتا ہوا قدم مبارک پر گرا اور نعلین مبارک کی زد و ضرب سے امان چاہی۔ کفار اس سب حال کو دیکھتے تھے۔ خواجہ نے نعلین کو منع کیا کہ وہ مارنے سے خاموش ہوگئی۔ پھر اجیپال نے عرض کیا کہ حضرت اب آپ بھی اپنا کچھ کمال دکھلائیے۔ **ذکر معراج خواجہ بزرگ کا** خواجہ بزرگ مراقبہ میں گئے اور روح پاک نے آپ کی ملکوت عالم میں عروج کیا چونکہ اجیپال بھی محنت کئے ہوئے تھا اور رتبہ استدراج کا حاصل کئے ہوئے تھا اور جسم اس کا ریاضت سے مثل ایسی سوکھی لکڑی کے ہوگیا تھا کہ آگ کے نزدیک ہوتے ہی روشن ہو جاوے اس نے بھی مراقبہ کیا اور اس کی روح بھی خواجہ بزرگ کی روح پاک کے پیچھے پیچھے عروج کر رہی تھی یہانتک کہ پہنچی آسمان اول کے دروازہ پر روح خواجہ بزرگ نے آسمان سے پھر عروج کیا اور روح اجیپال کو حکم عروج بر آسمان کا نہ ہوا اور روک لی گئی۔ آسمان کے نیچے اس نے روح خواجہ بزرگ سے عاجزی کی کہ مجھکو بھی ساتھ لے چلئے۔ جناب خواجہ کی روح اسکو بھی ساتھ لیگئی یہاں تک کہ سیر ساتوں آسمانوں اور عجائب مخلوقات الٰہی کی کی۔ عرش عظیم کے نیچے پہنچی اور خواجہ بزرگ کی روح پاک کے صدقہ سے جوگی کی روح سے حجاب اٹھ گیا اور وہ تعظیم اور تکریم جو فرشتہ جناب خواجہ کی روح کی کرتے تھے معائنہ کرتی تھی۔ جب خواجہ بزرگ کی روح نے وہاں سے مراجعت کی اور آسمان اول پر پہنچی اور پھر چاہتی تھی کہ عروج کرے تو اجیپال کی روح نے پھر الحاح و زاری کی کہ مجھکو ساتھ لے چلئے اور یہاں نہ چھوڑیئے تاکہ آپ کے طفیل سے میں بھی بقیہ عجائبات و قدرت الٰہی کا مشاہدہ کروں۔ اس وقت جناب خواجہ نے ارشاد کیا کہ تو لایق اس کے

نہیں ہے کہ اب عروج کر سکے۔ تو اُسوقت اس مقام کے لایق ہو سکتا ہے کہ صدق دل سے خدا اور رسول اللہ پر ایمان لاوے۔ جوگی نے اقرار کیا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں اور ایمان لاتا ہوں مگر میرا یہ التماس ہے کہ میں قیامت تک زندہ رہوں یہ قبول فرمایا جاوے۔ فرمایا کہ تیری دعا قبول ہوئی اور اپنا ہاتھ جوگی کے سر پر رکھکر ارشاد کیا کہ تو زندہ رہے گا۔ روح اجیپال نے اُسوقت ایمان لاکر کلمہ شہادت کا پڑھا تب خواجہ بزرگ نے اجیپال کی روح کو ساتھ لیکر پھر عروج کیا اور عرش پر پہنچکر سیر عرش اور کرسی اور بہشت اور دوزخ اور جمیع عجائبات کی دیکھکر واپس تشریف لائی اور مراقبہ سے آنکھہ کھولی اجیپال نے کلمہ شریف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھا اور قدموں میں حضرت کے گرا اُسوقت حق اور باطل کے مشاہدہ کے واسطے تمام خلقت اجمیر کی موجود تہی۔ اجیپال نے پہر کلمہ شہادت اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ تین مرتبہ پڑھا۔ راجہ اور تمام کفار شرمندہ اور نا امید ہو کر اپنے گھروں کو گئے۔ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ نے پرتہی راج کو بھی مسلمان ہونے کے واسطے فرمایا تہا مگر وہ شقی ازلی اور بدبخت ابدی ایمان نہ لایا۔ خواجہ بزرگ بحکم قولہ تعالیٰ اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ خاموش ہو گئے۔ مشہور ہے کہ اجیپال جوگی اب تک زندہ ہے اور اجمیر شریف کے پہاڑوں میں سیر کرتا رہتا ہے اور اُس کا مکان زمانہ جاہلیت کا کہ جس میں رہ کر ریاضت کیا کرتا تہا وہ بھی اب تک موجود ہے یعنی اجمیر اور پُہکر کے درمیان میں ہے اور اجیپال ہر روز حضرت کے روضہ مبارک کی زیارت کے واسطے آیا کرتا ہے اور نام اُسکا عبد اللہ بیابانی مشہور ہے واللہ اعلم بالصواب۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ میں نے اکثر مردمان نواحی اجمیر سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم فلاں جگہہ راستہ بہول گئے تھے ہمکو عبد اللہ بیابانی نے راستہ بتلایا

الغرض اجیپال اور شادی دیو نہایت عجز و انکساری کے ساتھ بڑے اصرار سے حضرت خواجہ کو شہر اجمیر میں لائے اور خواجہ نے شادی جن کے مقام کو قبول فرماکر وہاں جماعت خانہ اور عبادت خانہ اور باورچی خانہ بنوایا۔ اور جس جگہ حضرت کا باورچی خانہ تھا اُس جگہہ اب روضہ شریف آپ کا ہے۔ **سیر الاولیا میں لکھا** ہے کہ سلطان المشائخ نظام الدین اولیاؒ نے فرمایا کہ جب حضرت خواجہ اجمیر شریف میں تشریف لائے پتھورا ای راجہ مملکت ہند کا اُس زمانہ میں اجمیر میں تھا حضرت خواجہ نے اپنی سکونت شہر اجمیر میں اختیار کی تو راجہ اور اس کے مقربوں کو بہت دشوار اور ناگوار معلوم ہوئی لیکن چونکہ کرامت اور عظمت خواجہ کی دیکھہ چکے تھے۔ مجال دم مارنے کی نہ رکھتے تھے۔ **سیر الاقطاب میں لکھا** ہے کہ حضرت خواجہ اجمیر میں آکر چالیس سال زندہ رہے اور آپ نے یہاں ہی نکاح کیا اور اولاد ہوئی چنانچہ ذکر اولاد خواجہ کا فصل پنجم میں لکھا جائے گا

نقل ہے کہ راجہ پتھورا نے بعد معائنہ کرامت اور عظمت خواجہ کے اور مسلمان ہو جانے اجیپال جوگی اور شادی جن کے پھر کسی طرح کی مزاحمت جناب خواجہ بزرگ سے نہیں کی۔ وہ بجائے خود حکومت کرتا تھا اور خواجہ بجائے خود فیض رسانی کرتے تھے یہاں تک کہ ہزاروں ہندو حضرت کی برکت صحبت سے مسلمان ہوئے۔ **تاریخ فرشتہ میں** لکھا ہے کہ خواجہ معین الدین لاہور سے دہلی آئے اور وہاں سے ۵۶۱ھ سنہ ہجری میں اجمیر پہنچے اُس زمانہ میں سلطان قطب الدین ایبک کی طرف سے سید حسین خنگ سوار اجمیر کے داروغہ تھے۔ اور خواجہ بزرگ سلطان شمس الدین کے عہد میں دو مرتبہ دہلی گئے۔ دوسری مرتبہ دہلی سے واپسی کے بعد شادی کے اور اولاد ہوئی۔ دختر سید وجیہ الدین مشہدی سے اور فرزند پیدا ہوئے اور بعد شادی کے سات سال پیچھے ۶۳۳ سنہ ہجری میں انتقال فرمایا۔

کاتب الحروف مولف کہتا ہے۔ کہ یہ روایت تاریخ فرشتہ کی سراسر غلط ہے کیونکہ سیرالاولیا اور جمیع ملفوظات خواجگان چشت میں خواجہ بزرگ کا بمقام اجمیر عہد حکومت پتہورائی چوہان میں اور بعد مدت کے بدعلئے خواجہ بزرگ سلطان شہاب الدین غوری کا آنا۔ کہ جسکو معزالدین شام بہی کہتے ہیں اور بعد از جنگ راجہ کو گرفتار کرکے قتل کرنا۔ اور بعد اس کے شہاب الدین کا پہر واپس ولایت چلا جانا اور قطب الدین ایبک کو اپنی جگہہ ہندوستان میں چھوڑ جانا۔ لکھاہے۔ البتہ خواجہ کا دہلی دومرتبہ عہد شمس الدین التمش میں جانا اور شادی کرنا۔ بعد واپسی مرتبہ دوئم کی صحیح ہے۔ اور مونس الارواح میں لکھا ہے کہ جب خواجہ بزرگ لاہور سے متوجہ اجمیر کی طرف ہوئے۔ اول دہلی پہنچے۔ وہاں چند روز قیام فرماکر اجمیر کو روانہ ہوئے۔ اور اجمیر شریف میں بہی۔ اگرچہ مسلمان تہے لیکن کفار بہت غالب تہے سلطان قطب الدین ایبک نے خدمت داروغائی اس شہر کی سید حسین خنگ سوار مشہدی کو دی تہی۔ سید مذکور نے حضور خواجہ بزرگ کی تشریف آوری کو دولت عظمےٰ خیال کیا اور ہمیشہ فیض پانے کی غرض سے خدمت خواجہ بزرگ کے حاضر ہوتے۔ اور خواجہ کے قدم کی برکت سے بہت سے کفار اس خطہ کے مسلمان ہوتے تہے اور کفار سے جو مسلمان نہیں ہوتا تہا وہ بہی بطریق نذر و نیاز کے خواجہ بزرگ میں بہیجتا تہا۔ چنانچہ اسوقت تک نذر بہیجنے کی رسم اُن کی اولاد میں جاری ہے۔ اور وہ لوگ ہر سال زیارت روضۂ خواجہ کے لئے آتے ہیں۔ مونس الارواح میں لکھاہے کہ حضرت خواجہ بزرگ بعد شادی کرنے کے سات سال اور ایک روایت میں سترہ سال زندہ رہے۔

یہ فقیر کہتا ہے کہ یہ روایت بہی ضعیف ہے کس واسطے کہ سیرالاولیاء میں لکہا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ کے فرزند تہے فخرالدین اُنہوں نے اپنے رہنے کیواسطے قصبہ ماندن آباد کیا تہا۔ اور اجمیر کے حاکم نے صاحبزادہ سے مزاحمت کرکے کہا کہ

بلا حکم شاہی تم کو محاصل اس گاؤں کا نہیں کہانے دوں گا تب خواجہ بزرگ فرمان شاہی لانے کے واسطے مقام دہلی سلطان شمس الدین التمش کے پاس تشریف لے گئے تھے۔ یہ بہی لکہا ہے اخبار الاخیار اور مرأت الاسرار میں۔ پس بمقابلہ اس روایت سیر الاولیاء کے کیونکر اعتبار کیا جاسکتا ہے اُس عبارت کا کہ حضرت خواجہ بعد شادی کے سات سال یا سترہ سال زندہ رہے تہے۔ البتہ اس کی تاویل ہے وہ یہ ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ کے دو بیبیاں تہیں۔ شاید دوسری شادی کے بعد یہ معاملہ ہوا ہو۔ مونس الارواح میں لکہا ہے کہ بعد وفات حضرت خواجہ بزرگ کے اُسی رات ایک جماعت نے اکابر دین سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکہا کہ آپ فرماتے ہیں کہ خدا کا دوست معین الدین حسن آتا ہے اُس کی پیشوائی کے واسطے ہم آئے ہیں۔ **الضافیہ** لکہا ہے کہ ایک بزرگ نے بعد رحلت حضرت خواجہ کو خواب میں دیکہا پوچہا کہ حال موت اور قبر اور منکر نکیر کا کیا گزرا۔ آپ نے فرمایا کہ بفضل خدائے رحمن و رحیم سب کچہہ آسان ہو گیا اور جس وقت مجہکو عرش کے نیچے لیگئے آواز آئی کہ اے معین الدین حسن تم کیوں اس قدر ڈرے۔ عرض کیا کہ الٰہی تیری قہاری اور جباری سے خوف کہاتا تہا فرمان ہوا کہ جو شخص تاریخ دسویں ذی الحجہ کو سورۃ الفجر کا پڑہنے والا ہو اسکو نہیں ڈرنا چاہئے جاؤ کہ ہمنے تم کو بخشا اور اپنے مقربین و اصلین میں کیا۔ یہی لکہا ہے راحت القلوب میں۔ پہر مونس الارواح میں لکہا ہے کہ خواجہ بزرگ دو مرتبہ سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ میں دہلی تشریف لے گئے تہے کہ مولانا مسعود اور مولانا احمد خادمان حضرت نے روایت کی ہے کہ حضرت خواجہ بار اول دہلی تشریف لے گئے وہاں سے واپسی کے بعد شادی آپ نے کی تہی۔ القصہ خواجہ بزرگ اپنی فیض رسانی خلق اجمیر کو کرتے رہے۔ اور رائے پتہورا اپنی حکومت ظاہری کرتا رہا اور آپ سے مزاحم نہ ہوا۔

ذکر خبر آئی رائے پتہورا کا اور جانا ملک ہند کا اُس کے ہاتہ سے

اور قتل کیا جانا راجہ کا اور آنا شہاب الدین غوری کا حضرت خواجہ کی دعا سے۔ واضح ہو کہ باعث تباہی راجہ پتھورا کا اور رنجیدہ ہونا حضرت خواجہ کا آس سے اور آنا اسلام کی فوجوں کا اُسپر تین وجہ سے۔ کتب معتبرہ میں معلوم ہوتا ہے اول یہ کہ سیر الاولیاء اور اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ راجہ پتھورا حضرت خواجہ کے مریدوں سے ایک شخص مسلمان کو بہت ستاتا تھا اُس نے حضور میں خواجہ کے فریاد کی۔ حضرت نے اُس مسلمان کی سفارش راجہ کو کہلا بھیجی۔ راجہ نے نہیں مانی اور کہا کہ یہ فقیر یہاں بیٹھکر غیب کی باتیں کہتا ہے اسکو کہدو کہ یہاں سے چلا جاوے۔ یہ جواب راجہ کا خواجہ کے پاس پہنچا آپ نے اُسیوقت فرمایا کہ ہمنے پتھورا کو زندہ پکڑا دیا۔ اُسی قریب زمانہ میں سلطان معزالدین سام مع لشکر جرار کے آیا اور راجہ سے بہت بھاری جنگ کر کے راجہ کو زندہ گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ اور اسلام کی فتح ہوئی۔ دوسری وجہ مونس الارواح میں یہ لکھی ہے کہ ایک مسلمان راجہ کے نوکروں میں سے حضرت خواجہ کی خدمت میں ارادت کی نیت سے آیا خواجہ بزرگ نے اسکو مرید نہ کیا وہ واپس چلا گیا۔ اور اُس مرید نہ کرنے کا شکوہ اُس شخص نے راجہ سے کیا راجہ نے آپ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ اسکو مرید کیوں نہیں کیا۔ خواجہ بزرگ نے جواب کہلا بھیجا کہ ہم نے تین باتوں کے سبب سے جو اُس میں موجود ہیں مرید نہیں کیا۔ اول تو یہ کہ وہ شخص بہت زیادہ گنہگار ہے۔ دوسرے جو شخص کہ غیر سے سرپیچا کرے وہ ہمارے مرید کرنے کے لایق نہیں ہے۔ تیسرے میں نے لوح محفوظ میں لکھا ہوا دیکھہ لیا ہے کہ یہ شخص دنیا سے بے ایمان جائے گا۔ جب یہ جواب راجہ کے پاس پہنچا۔ تو وہ کافر غصہ ہوا۔ اور کہا کہ یہہ فقیر غیب کی باتیں کہتا ہے اس سے کہدو کہ یہاں سے چلا جاوے راجہ کے آدمی نے جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ پیغام راجہ کا پہنچایا کہ راجہ کا حکم ہے ہمارے شہر سے چلے جاؤ۔ آپ نے سنکر فرمایا کہ راجہ سے کہدو کہ تجھہ میں اور ہم میں تین روز کی

مہلت ہے یا تو تو یہاں سے چلا جاوے گا یا ہم چلے جاویں گے۔ اُسی تین روز کے عرصہ میں خبر پہنچی۔ کہ لشکر سلطان معزالدین کا غزنی سے پہنچا اور راجہ کو زندہ گرفتار کر لیا اور جو شخص کہ مرید ہونے کے واسطے آیا تہا وہ دریا میں غرق ہو کر مر گیا ہے۔ اُس روز سے اس ملک میں رونق اسلام کی ہوئی۔ اور کفر کی جڑ اکھڑ گئی۔

کاتب الحروف کہتا ہے۔ کہ تاریخ میں لکھا ہے کہ لشکر اسلام کے پہنچنے کی خبر سنتے ہی راجہ اجمیر سے سرسہ میں پہنچا۔ اور جنگ کر کے اسیر پنجہ بلا ہو گیا۔ **وجہ تیسری** فوائد السالکین میں حضرت خواجہ فرید الدین گنجشکر رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ میرے مرشد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی فرماتے تہے کہ ایک روز میں اپنے پیر حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی خدمت میں بمقام اجمیر شریف بیٹھا تہا۔ اُس زمانہ میں راجہ پتہورا زندہ تہا۔ اور وہ ہر کس و ناکس کے روبرو حضرت خواجہ کا گلہ کر کے کہا کرتا تہا کہ کیا اچھا ہو کہ یہ فقیر یہاں سے چلا جاوے۔ یہ خبر اُس روز خواجہ کے کانوں میں پہنچی۔ کہ آپ عالم سکر میں تہے۔ اور بھی چند درویش حاضر خدمت تہے۔ یکایک حضرت خواجہ نے آواز سے فرمایا۔ کہ ہم نے پتہورا کو مسلمانوں کے ہاتھ میں زندہ گرفتار کرا دیا۔ تہوڑے دنوں میں سلطان معزالدین سام آیا۔ اور راجہ کو بعد جنگ و جدل کے زندہ گرفتار کر لے گیا۔ **مداین المعین** میں لکھا ہے کہ سلطان شہاب الدین سام چند مرتبہ ہندوستان پر حملہ آور ہو کر راجہ پتہورا سے شکست کہا کر واپس گیا تہا۔ لیکن اس مرتبہ کہ حضرت خواجہ کی رنجیدگی راجہ سے ہوئی آپ نے سلطان کو خواب میں فرمایا کہ راجہ پر لشکر لیکر آ۔ تجہکو فتح ہو گی۔ اور خواب میں ہی سلطان کو ایک تلوار خواجہ نے عنایت کی۔ چنانچہ اس مرتبہ سلطان جب آیا تو اُسکو فتح نصیب ہوئی۔ سلطان نے اجمیر پہنچکر خواجہ کی قدمبوسی کی۔ اور اس واقعہ خواب کو جو دیکہا تہا۔ عرض کیا۔ اور حضور خواجہ کو معاً زیارت کرتے ہی پہچان لیا کہ بیشک یہ وہی درویش ہیں

جنہوں نے مجھے خواب میں تلوار عطا فرماکر راجہ پر فتح پانے کی خوشخبری دی تہی۔ چنانچہ سلطان شہاب الدین نے بہت کچھ آپ کی نذر و نیاز کی۔ **تاریخ فرشتہ میں** لکھا ہے کہ سلطان شہاب الدین غوری اول مرتبہ ۵۷۲ھ ہجری میں آکر بعد فتح ملتان اور اوچہ کے واپس غزنی کو چلا گیا تہا۔ اور ملتان و اُچہ کو حوالہ علی کرباج نام ایک امیر کے کر گیا تہا ۵۷۴ھ ہجری میں براہ ملتان گجرات میں پہنچکر راجہ بہیم دیو سے جو نسل میں سے رائے بیرم دیو کے تہا۔ شکست کہاکر غزنی کو چلا گیا۔ تیسری مرتبہ لاہور میں آکر خسرو شاہ سے کہ جو اولاد سلطان محمود غزنوی کے تہا اور پشتوں سے لاہور کا قابض تہا ایک ہاتہی نذر لیکر اور صلح کر کے واپس چلا گیا۔ اُس کے دوسرے سال دیول کی طرف کہ جو ملک سندہ میں ہے گیا۔ اور ۵۸۰ھ ہجری میں پہر لاہور میں آکر اُس کے گرد و نواح کو تاخت و تاراج کیا اور قلعہ سیالکوٹ تعمیر کراکے وہاں کا حاکم حسین خرمل کو کر کے واپس گیا ۵۸۲ھ ہجری میں پہر لاہور پر حملہ کر کے اسکو فتح کیا کہ یہی سال ابتدائے سلطنت غوریوں کی لاہور میں ہے اور ختم اولاد سلطان محمود غزنوی کے ہے۔ پہر ۵۸۷ھ ہجری میں سلطان نے غزنی سے آکر قلعہ بہٹنڈہ کو راجہ پرتہی راج کے ملازموں سے چھین لیا۔ اس کی اطلاع سنکر راجہ پتہورا معہ اپنے بہائی کہانڈی رائے اور چند راجہ ہائے ہندوستان اور دو لاکھ سوار اور تین ہزار ہاتہی کے روانہ ہو کر سلطان شہاب الدین سے موضع تراین میں جو آب سرستی کے کنارہ تہا تہانیسر سے سات کوس واقعہ ہے جسکو آب پتر داری کہتے ہیں۔ جنگ آور ہوا سلطان شکست کہاکر اور زخمی ہو کر غزنی کو واپس چلا گیا۔ اس کے بعد ۵۸۸ھ ہجری میں پہر سلطان شہاب الدین نے ایک لاکھ سوار اور سات ہزار ترک و تاجیک اور افغان لیکر راجہ سے آب سرستی کے کنارہ پر جنگ کی جس میں کہانڈی رائے مارا گیا اور راجہ پتہورا زندہ گرفتار کیا گیا۔ اور دہلی اور اجمیر اور تمام ملک نواحی بقبضہ اہل اسلام آیا انتہی عبارتہ

غیاث اللغات میں لکھا ہے کہ ہندوستان کو شہاب الدین غوری نے ۵۸۸ھ میں فتح کیا تھا اور وفات حضرت خواجہ بزرگ ۶۳۳ھ میں ہوئی اور تاریخ فرشتہ وال آمد حضرت خواجہ کے اجمیر میں ۵۶۱ھ ہجری میں لکھتا ہے پس اس حساب سے بھی روایات ملفوظات خواجگان چشت کے بہت صحیح ثابت ہوئیں اور سنہ آمد اجمیر کا جو تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے صحیح نہیں۔ کیونکہ وہ سنہ خدمت حضرت مرشد میں رہنے کا ہے

بیان مجاہدہ اور ریاضت حضرت خواجہ بزرگ رضی اللہ عنہ کا

مونس الارواح میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ ریاضت اور مجاہدہ بہت کرتے تھے ساتویں دن ایک روٹی کا ٹکڑا جو پانچ مثقال سے زیادہ نہ ہوتا تھا پانی میں تر کر کے روزہ افطار کیا کرتے تھے۔ حضرت شیخ فرید الدین گنجشکر اپنے مرشد خواجہ قطب الدین سے روایت کرتے ہیں۔ **نقل ہے** کہ خواجہ بزرگ موٹا کپڑا دوہرا پہنا کرتے تھے۔ اگر کسی جگہہ سے وہ کپڑا پھٹ جاتا تو پرانہ کپڑے کا ٹکڑا ہر قسم کا جو پاک ملتا اُس سے پیوند کیا کرتے تھے۔ **فوائد الفوائد** میں لکھا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین رح اولیا فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اُس دوتائی کو کہ جو حضرت خواجہ بزرگ کی تھی دیکھا ہے اور آخر وہ جامہ مرقعہ حضرت خواجہ کا حضرت نظام الدین اولیاء کو پہنچا۔ **نقل ہے** کہ حضرت خواجہ بزرگ بڑی مشغولی رکھتے تھے اکثر تجرید اور تفرید کی حالت میں سفر کیا کرتے تھے۔ آپ کا قاعدہ تھا کہ جہاں کہیں جاتے قبرستان میں ٹھیرا کرتے اور ہر روز دو ختم قرآن شریف کیا کرتے تھے۔ جب قرآن شریف ختم کر لیا کرتے تو ہاتف غیب آواز دیتا تھا قبلت ختمک یا حبیبی۔ **سبع سنابل** میں لکھا ہے کہ آپ ایک ختم قرآن شریف کا رات کو پڑھا کرتے تھے اور جس جگہہ آپ کی شہرت ہو جاتی وہاں نہیں ٹھیرا کرتے تھے۔ ہمیشہ آپ کا یہ خیال رہتا کہ کوئی آپ کے حال سے واقف نہو۔ اظہار کرامت اور خوارق عادت سے آپ بہت پرہیز کیا کرتے تھے۔ مگر ضرورت کے وقت

مجبوراً حالت سکر میں جو کچھ اظہار ہو جاتا ہو جاتا۔ **نقل ہے**۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی فرماتے تھے کہ میں بیس برس حضرت خواجہ کی خدمت میں رہا ہوں۔ میں نے کبھی نہیں سنا کہ آپ نے کبھی اپنی صحت ذات کے لئے دعا کی ہو۔ بلکہ اکثر زبان مبارک سے عرض کیا کرتے تھے کہ الٰہی جو درد اور محنت دنیا کی ہے وہ معین الدین کے نامزد کر دے۔ میں نے گستاخی کرکے عرض کیا کہ حضور یہ کیا دعا ہے جو آپ اپنے لئے کرتے ہیں۔ فرمایا کہ مسلمان جب کبھی درد یا مصیبت یا بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو یہ دلیل اُس کے صحت ایمان کی ہے وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے کہ گویا آج ہی پیدا ہوا ہے۔ **نقل ہے** کہ حضرت شیخ فرید الدین گنجشکر فرماتے تھے۔ کہ میرے مرشد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی فرماتے تھے کہ اس مدت دراز کے عرصہ میں۔ کہ میں خدمت میں حضرت خواجہ بزرگ کے رہا۔ کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ حضرت نے اسرار الٰہی زبان سے فرمایا ہو یا جو انوار الٰہی کہ حضرت پر وارد ہوتے تھے اُس کا اظہار کیا ہو۔ کذا فی مونس الارواح۔ **نقل ہے** کہ خواجہ بزرگ صاحب سماع تھے راگ سنا کرتے اور آپ کو وجد اور حال ہوا کرتا تھا۔ عشق الٰہی میں ہمیشہ مست رہتے تھے۔ اور جو شخص کہ آپ کی صحبت میں رہتا وہ بھی صاحب سماع ہوتا۔ اور حضرت خواجہ بزرگ کبھی کبھی ہندی راگ بھی سنتے تھے لیکن ہندی راگ پر حالت کرنے میں مختلف روایات ہیں۔ کذا فی مونس الارواح۔ **نقل ہے** کہ خواجہ بزرگ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی کی خانقاہ میں بمقام چشت سماع ہو رہی تھی۔ میں بھی موجود تھا قوال یہ بیت گاتے تھے۔ **رباعی**۔

عاشق بہوائے دوست بیہوش شود ۔ وز یاد محب خویش مدہوش شود
فردا کہ ہمہ بحشر حیراں باشند ۔ نام تو دروں سینہ در جوش شود

اس پر مجھکو اور دوسرے درویشوں کو حالت پیدا ہوئی۔ سات روز تک ہم

سب مدہوش تھے اور اپنی کچھہ خبر نہ تھی۔ ہم سب رقص میں تھے۔ قوال دوسری بیت شروع کرتے تھے ہم یہی بیت اُن سے کہلواتے تھے۔ ہم میں سے دو درویش ایسے مدہوش ہوئے کہ اُن کا خرقہ پارہ پارہ گیا اور وہ خود غائب ہو گئے۔ کذافی دلیل العارفین۔ **نقل ہے۔ مونس الارواح میں لکھا ہے** کہ جو کوئی تین رات دن صحبت میں خواجہ کے رہ جاتا وہ ولی کامل اور صاحب کشف و کرامت ہو جاتا۔ کذافی سبع سنابل۔ **نقل ہے** کہ حضرت خواجہ بزرگ درجہ محبوبی اور اراتادی میں تھے اکثر دوگانہ یگانہ کے واسطے پڑہاتے تھے اور درود شریف بہت زیادہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھیجا کرتے تھے اور کھانا کھانے کے وقت ہر لقمہ پر بسم اللہ پڑہا کرتے۔ اور یہ بیت اکثر زبان مبارک پر رہا کرتی۔ ؎

خوبرویاں چو پردہ برگیرند　　عاشقاں پیش شان چنیں میرند

مصرعہ۔ صحبتِ نیکاں بہ از ہر طاعت است۔ کذافی مونس الارواح۔

نقل ہے۔ مونس الارواح میں لکھا ہے کہ خواجہ بزرگ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو مقام اوش میں بیعت کر کے بغداد تشریف لے گئے۔ وہاں سے ہندوستان میں آئے۔ خواجہ قطب الدین چند روز کے بعد اپنے پیر کی زیارت کے شوق سے بغداد پہنچے۔ حضرت خواجہ کو وہاں نہ پایا تو شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی و اوحد الدین کرمانی اور دیگر مشائخ سے ملکر حضرت خواجہ کی زیارت کے واسطے معہ شیخ جلال الدین تبریزی کے ہندوستان میں براہ ملتان آئے۔ ملتان میں شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی سے ملے اور چند روز اُن سے صحبت رکھی۔ اُن ہی دنوں میں ایک لشکر ترک نے ملتان کے قلعہ کا محاصرہ کر رکھا تھا اور اہل قلعہ پر کام بہت تنگ تہا حاکم شہر حضرت خواجہ قطب الدین کی خدمت میں ملتجی امداد کا ہوا۔ خواجہ قطب الدین نے ایک تیر پر ایک دعا پڑہکر اسکو دیا اور فرمایا کہ اس تیر کو شام کے وقت دشمن کے لشکر پر چلانا حاکم ملتان نے

ایسا ہی کیا خود بخود تمام لشکر ترک کا خائف ہو کر بھاگ گیا اور ملتان کی خلقت اُنکے
شر سے محفوظ رہی۔ **کاتب الحروف** کہتا ہے کہ اُسوقت میں حاکم شہر ملتان
ناصر الدین قباچہ داماد سلطان قطب الدین ایبک کا تھا۔ اور داماد ہو سلطان شمس الدین
التمش کا۔ کذا فی فوائد الفوائد۔ **سیر الاولیا** میں لکھا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ
فرماتے تھے کہ ایک زمانہ میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور شیخ بہاؤالدین ذکریا
اور جلال الدین تبریزی ملتان میں تھے اور لشکر کفار ترک نے شہر ملتان کا محاصرہ
کر لیا۔ حاکم ملتان قباچہ تھا وہ دفع دشمناں کی دعا کے واسطے خدمت میں ان ہر سہ
بزرگوں کی حاضر ہوا۔ خواجہ قطب الدینؒ نے ایک تیر پر دعا پڑھکر قباچہ کو دیا اور فرمایا
کہ اسکو شام کے بعد بجانب لشکر دشمن پھینکنا۔ قباچہ نے ویسا ہی کیا۔ صبح کو لشکر کا
کچھ پتہ نہ ملا کہ کہاں چلا گیا۔

واضح ہو کہ حضرت خواجہ قطب الدینؒ کی بیعت ہونے کی جگہہ میں اختلاف ہے
کہ کہاں اور کس جگہہ حضرت قطب الدینؒ کی بیعت خواجہ سے ہوئی تھی۔ عبارت مونس الارواح
وسبع سنابل سے تو اوش میں کہ جو مولد خواجہ قطب الدینؒ کا ہے بیعت ہونا ظاہر ہوتا ہے
مگر یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ **سیر الاولیا** میں لکھا ہے کہ خواجہ قطب الدین
ماہ مبارک رجب ۵۲۲ھ ہجری میں شہر بغداد کی مسجد ابواللیث سمرقندی میں بموجودگی
شیخ شہاب الدین سُہروردی اور شیخ اوحد الدین کرمانی اور شیخ برہان الدین چشتی اور
شیخ محمد صفاہانی کے شرف بیعت جناب خواجہ بزرگ سے مشرف ہوئے تھے۔

کہتے ہیں کہ۔ جسوقت خواجہ قطب الدین برفاقت شیخ جلال الدین تبریزی کے
ملتان میں آئے اُس زمانہ میں حضرت شیخ فرید الدین گنجشکر بھی ملتان میں تھے اور
طالب علمی کرتے تھے اور علم فقہ میں کتاب نافع پڑھتے تھے۔ حضرت گنجشکر جب دیدار
خواجہ قطب الدینؒ سے مشرف ہوئے تو شیفتہ جمال باکمال حضرت کے ہو کر ملتان

میں ہی خواجہ قطبؒ سے بیعت حاصل کر لی۔ خواجہ قطب الدین وہاں سے روانہ ہوکر
شہر دہلی میں آئے۔ سلطان شمس الدین التمش نے آپ کے تشریف لانے کو نعمائے
الٰہی سے سمجھکر استقبال کیا اور نہایت ادب اور تعظیم کے ساتھ آپ کو شہر میں لایا
خواجہ نے کیلو کہرے میں کہ جو قریب مقبرہ ہمایوں بادشاہ کے ہے پُرانی دہلی میں
نزول فرمایا۔ شیخ محمد عطا المشہور قاضی حمید الدین ناگوری اور دیگر مشایخ دہلی خواجہ
قطب الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تہے۔ اور سلطان شمس الدین التمش بادشاہ
مرید خواجہ قطب الدینؒ کا ہوا۔ اور ہفتہ میں دو مرتبہ اپنے مرشد برحق کی قدمبوسی کے
لئے حاضر ہوتا تہا۔ سلطان مذکور نے نہایت عاجزی کے ساتھ آپ کو کیلو کہرے سے
شہر دہلی میں لاکر مسجد ملک اعزالدین میں فروکش کیا۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی
نے عریضہ خدمت میں حضرت پیرو مرشد خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی
حبیب اللہ کے لکھکر عرض کیا کہ اگر مرضی مبارک ہو تو میں خدمت فیض موہبت میں
حاضر ہوکر سعادت قدمبوسی کی حاصل کردں۔ حضرت خواجہ بزرگ نے اسکے جواب میں
لکھا کہ قرب جانی کو بُعد مکانی مانع نہیں ہے کہ حدیث شریف ہے
المرء مع من احب تم وہاں ہی رہو ہم ہی توفیق ایزدی سے اُسطرف
کو آویں گے۔ تہوڑے دن کے بعد حضرت خواجہ بزرگ نے بنفس نفیس دہلی کو اپنے
قدم مبارک سے عزت بخشی اور منزل خواجہ قطب الدین میں ٹہیرے۔ تمام اکابر اور مشایخ
اور علما و فضلا شہر دہلی کے سعادت زیارت سے مشرف ہوئے و نیز جملہ مریدان حضرت
خواجہ قطب الدین نے حاضر ہوکر قدمبوسی حضرت داعوا پیر کی کی۔ لیکن حضرت شیخ
فرید الدین اجودھنی جو اُسوقت میں دہلی میں ہی موجود تہے بلحاظ ادب اپنے مرشد
کے حضرت خواجہ بزرگ کی قدمبوسی کے لئے حاضر نہ ہوئے۔ حضرت خواجہ بزرگ نے
فرمایا۔ اے قطب تمہارے سب مرید طالب ہمسے ملنے کو آئے۔ لیکن شیخ فرید الدین

نہیں آیا اس کا سبب کیا ہے۔ خواجہ قطب الدین خود شیخ فرید الدین کے مکان پر تشریف لیگئے۔ شیخ قدموں میں اپنے مرشد کے گرے۔ خواجہ قطب الدین نے فرمایا کہ اے فرید الدین تمام اکابر دہلی قدمبوسی خواجہ بزرگ کے لئے حاضر ہوئے تم اب تک نہیں آئے۔ یہ کیا بات ہے تم کو خود حضرت نے یاد فرمایا ہے۔ عرض کیا کہ قبلہ میں اس لحاظ سے حاضر نہیں ہوا کہ اگر میں وہاں جاؤں گا تو میرے مرشد برحق یعنی جناب بھی تشریف رکھتے ہوں گے اور حضرت دادا پیر صاحب بھی رونق افروز ہوں گے اگر میں دادا پیر صاحب کی اول قدمبوسی کرتا ہوں تو بے ادبی حضرت پیر کی ہوتی ہے۔ اور اگر اول قدمبوسی حضرت پیر برحق کی کرتا ہوں تو ترکِ ادب دادا پیر صاحب کا ہوتا ہے۔ میں اسی اندیشہ میں تھا۔ اب مجھکو اول قدمبوسی حضور مرشد کی حاصل ہوگئی جو میرا عین مقصود تھا۔ اب حضرت دادا پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر سعادت قدمبوسی حاصل کرتا ہوں اور حضرت خواجہ فرید الدین اپنے پیر کے ساتھ روانہ ہوکر جناب خواجہ بزرگ کے حضور میں حاضر ہوئے اور قدمبوسی حاصل کی۔ جب نگاہ خواجہ بزرگ کی شیخ فرید الدین پر پڑی دیکھکر فرمایا۔ کہ قطب الدین تم نے ایک عجیب شاہباز کو دام میں لیا ہے۔ جو سوائے سدرۃ المنتہٰے کے آشیانہ نہیں کرتا لیکن اب تک اس کا کام باقی اور ناتکمل کیوں رکھہ چھوڑا ہے۔ خواجہ قطب الدین نے عرض کیا کہ اب حضور خود تشریف رکھتے ہیں فرید الدین کے حال پر توجہ فرماکر تکمیل فرمائیے۔ خواجہ بزرگ نے اپنے سر مبارک سے کلاہ اوتار کر ایک کنارہ آپ نے پکڑا۔ اور ایک گوشہ خواجہ قطب الدین کے ہاتھ میں دیا اور دونوں بزرگوں نے اپنے ہاتھ سے وہ کلاہ مبارک شیخ فرید الدین کے سر پر رکھی کہ اس رتبۂ اعلیٰ اور درجۂ بالا کو پہنچے۔ کہتے ہیں کہ جس وقت دونوں خواجہ نے کلاہ شیخ فرید الدین کے سر پر رکھی شیخ فرید بیہوش ہوکر مستغرق تجلی ذات میں ہوگئے تھے۔ القصہ چند روز کے بعد

دہلی سے خواجہ بزرگ اجمیر کو روانہ ہوئے اور خواجہ قطب الدین بھی ہمرکاب مرشد
آپ کے ساتھ ہوئے تب روساء شہر دہلی کے خواجہ قطب الدین کے فراق میں ایسی
حالت ہوئی کہ ہرطرف گریہ وزاری کی آواز آتی تھی اور سلطان شمس الدین التمش
بھی دل سے چاہتا تھا کہ کسی طرح سے خواجہ قطب الدین دہلی چھوڑ کر حضرت مرشد کے
ساتھ نہ جاویں بلکہ نہایت اصرار کے ساتھ جناب خواجہ بزرگ میں سب نے ملکر خواجہ
قطب الدین کو ساتھ نہ لیجانے اور دہلی میں چھوڑ جانے کے واسطے عرض کیا۔ خواجہ
بزرگ نے اُن لوگوں کا یہ اعتقاد اور گریہ وزاری دیکھکر خواجہ قطب الدین کو دہلی میں رہنے
کا حکم دیا اور خود خواجہ بزرگ اجمیر کو تشریف لے گئے۔ یہ فقیر کہتا ہے کہ میں نے
ایک دوسری کتاب میں دیکھا ہی کہ بوقت دہلی میں تشریف لانے کے خواجہ قطب الدین
کی عمر ستر ہ سال کی تھی اور ایسا ہی سبع سنابل میں لکھا ہے کہ خلق دہلی کو باوجود
موجود ہونے صدہا مشائخ اور کاملین کے خواجہ قطب الدین کی طرف بہت زیادہ
رجوعات تھی۔ شیخ نجم الدین صغریٰ جو پیر بھائی اور ہم خرقہ خواجہ بزرگ کے اور مرید
خواجہ عثمان رضی اللہ عنہ کے تھے اور منجملہ اُن چالیس درویشوں کے تھے جو ہمرکاب
خواجہ بزرگ کے ہندوستان میں آئے تھے جیساکہ سرور الصدور میں لکھا ہے۔ جب خواجہ
بزرگ دہلی سے اجمیر کو تشریف لیگئے تو شیخ نجم الدین صغریٰ دہلی میں آئے اور سلطان
شمس الدین التمش نے اُن کو باپ بناکر عہدہ شیخ الاسلامی دہلی کا دیا تھا۔ کہ تمام خلق
دہلی کی اُن کی طرف متوجہ اور رجوع تھی۔ جب خواجہ قطب الدین دہلی میں تشریف لائے
تو مخلوق دہلی اور سلطان شمس الدین التمش کو خواجہ قطب الدین سے اعتقاد بہت
زیادہ ہوا۔ اور آپکی طرف رجوع ہوئے۔ شیخ نجم الدین صغریٰ کو رشک پیدا ہوا۔
اور رجوعات خلق دہلی اور اعتقاد سلطان وقت سے کہ جو خواجہ کی جانب ہوا تھا
یہ بہت تنگ ہوئے۔ ہنگام تشریف آوری جناب خواجہ بزرگ کی دہلی میں۔ جب

حضور خواجہ بزرگ مکان پر شیخ نجم الدین صغری کے ملنے کو گئے اور سلام کیا۔ تو شیخ نے سلام خواجہ بزرگ کا جواب نہ دیا۔ اور مونہہ پھیر لیا۔ حضرت خواجہ بزرگ نے پوچھا کہ اے برادر یہ کیا حال ہے اور تم ہمسے کیوں رنجیدہ ہو جو سلام تک نہیں لیتے۔ جواب دیا کہ تم نے ایسے ایک لڑکے کو یہاں دہلی میں بھیجا ہے جس کے سبب سے ہماری تمام رونق اور قدر جاتی رہی حضرت خواجہ نے تبسم کر کے فرمایا۔ کہ آپ ناراض نہ ہوں میں اُس لڑکے کو اپنے ساتھ اجمیر لیجاؤں گا۔ چنانچہ جب خواجہ بزرگ دہلی سے اجمیر کو روانہ ہوئے تو خواجہ قطب کو پرانی دہلی تک کہ اب جسکا نام مہرولی ہے اور جہاں خواجہ قطب الدین کا مزار ہے ساتھ لے گئے قصبہ مذکور میں ایک مسجد ہے شمسی تالاب پر جسکا نام اولیاء مسجد ہے وہاں تک خلق دہلی حضرت خواجہ کے پیچھے پیچھے خواجہ قطب الدین کے فراق میں روتے ہوئے پہنچے اور حضرت خواجہ سے پھر عرض کیا کہ خواجہ قطب الدین کو آپ یہاں چھوڑ جاویں ہمپر کرم فرماویں۔ خواجہ بزرگ کو اُن لوگوں کے حال زار پر اور اس قدر اصرار پر رحم آیا اور فرمایا کہ قطب الدین ایک دل کے خوش کرنیکے واسطے اتنے دلوں کو رنجیدہ نہیں کرنا چاہیئے تم یہاں ہی رہو تاکہ ان کی بیقراری دور ہووے خواجہ قطب الدین وہاں ہی ٹھیر گئے اور خواجہ بزرگ اجمیر کو تشریف لے گئے۔

کاتب الحروف کہتا ہے۔ کہ اُس حوض شمسی پر اب تک اولیا مسجد موجود ہے اور دو لمبے پتھر بقدر دو ہتھے کے مسجد مذکور میں قایم ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان دونوں پتھروں پر ان دونوں خواجہ نے نماز پڑہی ہے۔ سیر الاولیاء میں لکھا ہے۔ کہ حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں خواجہ معین الدین اجمیر سے دہلی آئے شیخ نجم الدین صغری شیخ الاسلام دہلی کے تھے اور باہم خواجہ بزرگ اور شیخ نجم الدین کے محبت تہی۔ حضرت خواجہ بزرگ اُن سے ملنے کے واسطے اُن کے مکان پر گئے۔ شیخ نجم الدین اپنے گھر کے صحن میں چبوترہ تعمیر کرا رہے تھے۔ جب خواجہ بزرگ سے جو نظر

ہوئی۔ شیخ نجم الدین نے مونہہ پھیر لیا۔ حضرت خواجہ بزرگ نے دوسری طرف جاکر انکا ہاتھ پکڑ لیا۔ شیخ نجم الدین صغریٰ نے کہا کہ آپ نے قطب الدین بختیار کو ہمپر کیوں مقرر کیا ہے اُسکو منع نہیں کرتے حضرت خواجہ نے فرمایا۔ کہ میں ضرور اُسکو منع کروں گا اوس زمانہ میں شہرت کمالات خواجہ قطب الدین کے بدرجہ غایت دہلی میں ہو رہے تھے حضرت خواجہ بزرگ مکان پر آئے اور فرمایا۔ کہ بابا بختیار تو ایک مرتبہ ہی ایسا مشہور ہو گیا کہ لوگ تیرے ہاتہوں سے شکایت کرنے لگے۔ یہاں سے چل اور میرے پاس اجمیر میں بیٹھ رہ میں تیرے پاس کہڑا رہوں گا۔ خواجہ قطب الدین نے عرض کیا کہ اے مخدوم میری کیا مجال کہ جو میں بیٹھوں اور آپ کہڑے رہیں۔ الغرض ایسے ہی روایت کرتے ہیں کہ خواجہ معین الدین اجمیر کو روانہ ہوئے ابھی اجمیر نہیں پہنچے تھے کہ شیخ قطب الدین بختیار شہر دہلی میں انتقال فرما گئے۔ چنانچہ تحقیق وفات خواجہ قطب الدینؒ کا حال آگے لکھا جائے گا۔ سیر الاولیا میں **شیخ فرید الدین گنجشکر** کے حال میں لکھا ہے کہ سلطان المشایخ فرماتے تھے کہ شیخ الاسلام خواجہ معین اور شیخ قطب الدین بختیار کاکی اور شیخ فرید الدین گنجشکر بمقام دہلی ایک حجرہ میں بیٹھے تھے حضرت خواجہ معین الدین نے شیخ قطب الدین کو فرمایا کہ اے بختیار اس جوان کو کب تک مجاہدہ میں جلاوے گا۔ اسکو کچہہ بخشش کر۔ شیخ قطب الدین نے عرض کیا۔ کہ میری کیا مجال جو حضور ایسا فرماتے ہیں۔ جیسی مرضی مبارک آپ کی ہو۔ تب حضرت خواجہ بزرگ اُٹھے اور فرمایا کہ آؤ ہم دونوں تجھکو بخشش کریں۔ داہنی طرف خواجہ بزرگ کھڑے ہوئے اور بائیں جانب شیخ قطب الدین کھڑے ہوئے اور دونوں صاحبوں نے شیخ فرید الدین گنجشکر کو بخشش کی۔ **فائدہ** واضح ہو کہ ظاہر روایت میں خواجہ بزرگ کا دہلی میں تین مرتبہ تشریف لیجانا معلوم ہوتا ہے۔ اول مرتبہ تو ولایت عرب سے دہلی ہوتے ہوئے اجمیر میں آئے تھے جیسا کہ مفصل حال اوپر لکھا جا چکا ہے۔

اور دو مرتبہ سلطان شمس الدین التمش کے عہد سلطنت میں تشریف لے گئے۔ اجمیر
سے جیسا کہ اخبار الاخیار اور مرأت الاسرار میں لکھا ہے کہ خواجہ بزرگ زمان سلطنت
شمس الدین التمش میں دو مرتبہ دہلی تشریف لے گئے تھے اول مرتبہ محض کمال مہربانی
سے خواجہ قطب الدین کے ملنے کے واسطے کہ وہاں سے واپسی کے بعد آپ نے اجمیر
میں نکاح کیا اور دوسری مرتبہ دہلی جانے کا سبب یہ تھا کہ خواجہ بزرگ کے صاجزادے
خواجہ فخر الدین جو بڑے بیٹے آپ کے تھے کھیتی کاشت کیا کرتے تھے انہوں نے اپنی
محنت سے موضع ماندن جو حوالئے اجمیر میں ہے آباد کر کے کاشتکاری شروع کی تھی
حاکم اجمیر نے مزاحمت کی کہ بلا حکم شاہی اس گاؤں کا محاصل آپ کو نہیں لینے دینگے
پس جناب خواجہ بزرگ صاجزادے فخر الدین کی خاطر سے فرمان شاہی بنام حاکم اجمیر
لانے کے واسطے دہلی تشریف لے گئے تھے جیسا کہ ملفوظات خواجگان چشت میں مرقوم
ہے۔ **نقل** ہے کہ جب خواجہ بزرگ اس عدم مزاحمت کا حکم شاہی لانیکے واسطے
دہلی تشریف لے گئے خواجہ قطب الدین نے عرض کیا کہ حضور کو معلوم ہے کہ بادشاہ
شمس الدین التمش آپ کے غلام کا غلام ہے یعنی میرا مرید ہے۔ ایسی حالت میں آپکا
تکلیف اٹھا کر اجمیر سے یہاں خاص شاہی حکم موضع ماندن کی عدم مزاحمت کیواسطے
حاصل کرنے کے لئے آنا کیا ضرور تھا۔ اگر اس غلام کو ذرا سا اشارہ وہاں سے ہی فرما دیتے
تو یہ کام فوراً انجام کو پہنچ سکتا تھا۔ فرمایا کچھ مضایقہ کی بات نہیں ہے۔ سیر الاولیاء
میں۔ خواجہ قطب الدین کے ذکر میں لکھا ہے۔ جس کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے۔ منقول
ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین کے فرزندوں نے حوالئے اجمیر میں ایک گاؤں آباد کیا تھا
اور حاکم اجمیر واسطے وصول حاصل کے مزاحمت کرتے تھے۔ اور فرزندان خواجہ بزرگ
سے کہتے تھے کہ دہلی جا کر بادشاہی حکم ہمارے نام معافی کا لاؤ اس ضرورت سے خواجہ
بزرگ اجمیر سے دہلی آئے اور خواجہ قطب الدین کے پاس ٹھہرے۔ خواجہ قطب الدین نے

عرض کیا کہ آپ کو اس کام کے واسطے بادشاہ کے پاس جانے کی حاجت نہیں ہے
آپ یہاں تشریف رکھیں اور میں بادشاہ کے پاس جاکر حکم لادوں گا۔ چنانچہ خواجہ
قطب الدین سلطان شمس الدین التمش کے پاس گئے بادشاہ نے بڑا تعجب کیا کہ میں نے
بارہا خواجہ قطب الدین کی خدمت میں کہلایا کہ میں زیارت کے واسطے آؤں مگر آپ نے
اجازت نہیں دی۔ آج خود تشریف لائے ہیں کیا معاملہ ہے۔ ملاقات ہونے پر اسیوقت
سلطان نے فرمان معافی موضع ماندن کا تیار کرادیا اور ایک تھیلی زر سرخ کی نذر کی۔
خواجہ قطب الدین نے وہ فرمان اور تھیلی زر سرخ کی خواجہ بزرگ کی خدمت میں پیش کی
آپ نے بمعاینہ اس شہرت کے کہ خواجہ قطب الدین کی ہو رہی تھی۔ فرمایا کہ اے
بختیار تم نے یہ کیا کر رکھا ہے جو ایسے مشہور ہو رہے ہو۔ تمکو گوشہ تنہائی میں بیٹھنا چاہیے
خواجہ قطب الدین نے عرض کیا کہ یہ مشہرت یا جو کچھ آپ نے ملاحظہ فرمائی ہے بندہ
کی طرف سے کچھ نہیں ہے۔ **مرأت الاسرار میں لکھا ہے** کہ حضرت خواجہ بزرگ
کے فرمان شاہی موضع ماندن کا بخاطر خواجہ فخر الدین فرزند خود کے لانے کے واسطے
دہلی تشریف لیجانے میں ایک نکتہ بڑا نازک ہے۔ جو قابل ملاحظہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ
سلطان شمس الدین حضرت خواجہ معین الدین کے مرید کا مرید تھا یعنی خواجہ قطب الدین کا
اگر ایک ادنیٰ خادم خواجہ بزرگ کا سلطان سے فرمان موضع ماندن کا لکھا دینے کے
لئے جاکر کہتا تو اسیوقت بلا تامل سلطان اپنی سعادتمندی جانکر فرمان معافی تیار کراکر
بھیجدیتا۔ لیکن اولیائے کامل بیشتر ترک جاہ و شیخت میں ساعی رہتے ہیں اور اپنے کو
نظر مردم میں نہایت عاجز دکھلاتے ہیں جیسا کہ حضور رسول علیہ السلام باوجود اس
کمال مرتبت کے خرید اشیاء کے لئے بازار میں خود تشریف لیجایا کرتے۔ دوسرے یہ کہ
فقراء کاملین کا کام راستی اور دیانت ہے۔ جب آپ کا کوئی مقصود کسی آدمی سے
ہو تو اسکو پوشیدہ کیوں رکھیں۔ کیونکہ اللہ تعالے دلوں کی طرف دیکھنے والا ہے۔ دنیا

رسم اور اہل دنیا کے نیک و بد کہنے سے انکو کچھ خیال نہیں ہوتا۔ تیسرے یہ کہ حضرت
خواجہ کا ایک امیر کے پاس کسی حاجت کے واسطے جانا ایک رحمت تھی مریدوں کے
حق میں۔ تاکہ کوئی شخص اس کام سے انکار نکرے اور آپ کے مریدوں سے اپنی شیخیت
پر ناز نکرے۔ اور اصل سخن یہ ہے کہ یہ گروہ عارفین کا مامور ہوتا ہے اپنے حال پر اپنے
اختیار کو کام میں نہیں لاتا ہے۔ اگر کوئی ہجرت جناب رسول علیہ السلام کو مکہ معظمہ سے
محض بخوف کفار خیال کرے یہ اُس کی غلطی اور نافہمی ہے وہ ایک راز اور بھید تھا۔
آنحضرتؐ کا اپنے پروردگار سے اور رحمت تھی اکثر قوموں کے حق میں۔ اور سبع سنابل
میں لکھا ہے۔ تیرہویں سیر میں۔ اخیر کتاب میں کہ حضرت خواجہ معین الدین حسن
سنجری رضی اللہ عنہ بہت بڑے عالم تھے۔ تصانیف اُن کی بہت ہیں اُن کی اس
ملک ہندوستان میں دو کتابیں مشہور ہیں ایک انیس الارواح۔ دوسرا رسالہ وجودیہ
اور اسی میں لکھا ہے کہ خواجہ قطب الدین نے فرمایا۔ کہ حضرت خواجہ بزرگ کی مجلس
میں بہت سے مشایخ کامل غیر سلسلہ کے بھی حاضر ہو کر فیض حاصل کیا کرتے تھے۔
چنانچہ شیخ شہاب الدین سہروردی۔ شیخ اوحد الدین کرمانی۔ شیخ محمد عطا اصفہانی
مولانا بہاؤ الدین بخاری۔ مولانا شہاب الدین محمد بخاری و خواجہ لعل سنجری۔ سیف الدین
باخرزی۔ شیخ احمد کرمانی۔ شیخ احمد بن محمد چشتی۔ شیخ جلال الدین تبریزی۔ شیخ برہان الدین
چشتی۔ شیخ محمد بن احمد اصفہانی۔ شیخ احمد واحد۔ شیخ برہان الدین غزنوی۔ خواجہ
سلیمان عبد الرحمن۔ شیخ اجل سنرای۔ شیخ برہان بخاری۔ شیخ محی الدین سنجری۔ شیخ
محمد علی چشتی۔ خواجہ عبد الرحمن بہاؤ الدین صاحب تفسیر علیٰ ہذا اور بہت سے مشایخ
گردو نواح واطراف واکناف ملک کے دولت پائے بوس خواجہ بزرگ کی حاصل
کر کے فائدہ اُٹھاتے تھے۔ ہکذا فی دلیل العارفین۔ زبدۃ الحقایق میں لکھا ہی
کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی نے بھی بحکم رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خواجہ

بزرگ سے خرقہ لیا ہے کذافی فخر الاولیا و اقتباس الانوار۔ اسکی مفصل تشریح اوپر لکھی جا چکی ہے۔ **فوائد السالکین میں شیخ فریدالدین گنجشکر** لکھتے ہیں کہ میرے پیر و مرشد شیخ قطب الدین فرماتے تھے۔ کہ جس وقت میں اپنے پیر خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ کے برابر خانہ کعبہ کے راستہ میں مسافر تہا اور حج کرکے ہم واپس پہرے تو راستہ میں ایک شہر میں پہنچکر ایک بزرگ کو دیکہا کہ وہ اپنے صومعہ میں معتکف ایک غار میں کہڑا تہا اور دونوں آنکہیں ہوا میں ٹہیرائے ہوئے تہے بدن اس کا مثل خشک لکڑی کے لاغر ہو گیا تہا۔ حضرت خواجہ بزرگ نے مجہسے فرمایا۔ کہ اگر تیری صلاح ہو تو چند روز یہاں ٹہیریں۔ میں نے زمین پر سر رکہکر عرض کیا کہ جو مرضی حضور کی ہو بہتر ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ اور میں ایک مہینہ اس کی ہم صحبت رہے اس مدت میں ایک دن وہ بزرگ عالم صحو میں آیا ہمنے سلام کیا اُس نے جواب سلام کا دیکر کہا کہ ایعزیزو تم کو تکلیف ہوئی لیکن یہ تکلیف اور رنج تمہارا البتہ راحت سے مبدل ہوگا کیونکہ اہل صفہ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی درویش کی خدمت کرے گا ضرور مقام قرب میں پہنچے گا۔ اس کے بعد ہم کو اشارہ بیٹہنے کا کیا ہم بیٹھ گئے اور اس نے حکایت شروع کی کہ میں فرزندان محمد اسلم طوسی سے ہوں آج تیس ۳۰ سال ہوتے ہیں کہ میں عالم تحیر میں ہوں نہ دن کو دن جانتا ہوں نہ رات کو رات حق تعالےٰ آج تمہاری وجہ سے مجہے عالم صحو میں لایا ہے۔ پس اے عزیزو تم جاؤ کہ تم کو تکلیف ہوئی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس تکلیف کے عوض میں تمکو راحت دے مگر میری ایک بات یاد رکہنا کہ اگر تمنے قدم فقیری میں رکہا ہے تو ہرگز خواہش ہوائے نفس اور دنیا کی طرف مت کرنا۔ اور خلق سے گوشہ پکڑنا اور جو کچہہ کہ تمکو تحفہ وغیرہ سے پیدا ہو اسکو اڑا رکہنا اور سوا اے مشغولی حق کے دوسری کسی چیز میں مشغولی نکرنا۔ یہہ کہکر پہر وہ شیخ عالم تحیر میں آگیا اور ہم چلے آئے۔ **ایضاً فیہ**۔ خواجہ قطب الدین نے فرمایا کہ ایک روز میں نماز نفل کی

پڑھ رہا تھا۔ میرے پیر خواجہ بزرگ نے مجھے آواز دی میں نے نفل کو چھوڑا اور حاضر خدمت ہوا۔ مجھے آپ نے پوچھا کہ کیا کرتا تھا۔ عرض کیا کہ نفل کی نماز میں مشغول تھا آپ کے بلانے کی آواز سنکر میں نے نفل چھوڑ دیئے۔ فرمایا کہ تو نے خوب کیا کہ یہ نوافل سے افضل ہے اُسوقت پیر و مرشد نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ شیخ یوسف چشتی کی خدمت میں حاضر تھا اور بہت سے اہل صفا اور مشائخ کبار موجود تھے اولیاؤں کی باتیں ہو رہی تھیں۔ اتنے میں ایک مرد آیا اور بیعت کی۔ ارادہ سے اُس نے اپنا سر قدم میں شیخ یوسف چشتی کے رکھا۔ فرمایا بیٹھ جا وہ بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ میں مرید ہونیکے قصد سے حاضر ہوا ہوں۔ خواجہ یوسف نے فرمایا کہ اگر ایک کام کرے تو مرید تجھہ کو کروں گا۔ عرض کیا فرمائیے۔ فرمایا کہ اب تو تُو لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کہتا ہے اب تو یُوں اقرار کر کہ لا الہ الا اللہ یوسف چشتی رسول اللہ۔ اُس مرد نے اسی وقت یہی کلمہ کہا۔ شیخ یوسف چشتی نے اسکو مرید کیا اور خرقہ پہنایا۔ اُس کے بعد شیخ نے اسکو کہا کہ سُن میں نے جو تجھکو اپنا کلمہ پڑھایا۔ میں کون ہوں میری کیا طاقت ہے جو ایسا کروں۔ میں بھی ایک کمتر غلامان حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوں۔ کلمہ تو وہی حضرت محمد الرسول اللہ کا صحیح ہے وہ پڑھا کر۔ میں تجھکو آزماتا تھا۔ اور تیری کمالیت اعتقاد و صدق ارادت کو دیکھتا تھا جب تو نے میرا کلمہ پڑھ لیا تو مجھہ کو یقین ہو گیا کہ تو پکا معتقد میرا ہے۔ میں نے تجھکو مرید کر لیا۔ مرید ایسا ہی راسخ الاعتقاد ہونا چاہئے جیسا کہ تو ہے۔ **فوائد السالکین** میں لکھا ہے۔ کہ خواجہ قطب الدین نے فرمایا کہ میرے پیر خواجہ معین فرماتے تھے کہ میں نے اپنے پیر خواجہ عثمان ہارونی کی زبان سے سنا ہے۔ مقام سمرقند کے خواجہ قطب الدین مودود چشتی کو جب اشتیاق خانہ کعبہ کی زیارت کا ہوتا۔ فرشتوں کو حکم الٰہی ہوتا کہ خانہ کعبہ کو اٹھا کر چشت میں لیجاؤ اور نظر میں خواجہ مودود کے ٹھیراؤ چنانچہ فرشتے ایسا ہی کرتے۔ خواجہ مودود چشتی طواف

کرتے اور جو کچھہ نماز اور دعا حج اور طواف کے وقت ضروری ہیں وہ سب ادا کرلیتے اسکے بعد پھر خانہ کعبہ کو فرشتگان اٹھاکر اسکی جگہہ پر لیجاتے اسوقت فرمایا کہ خواجہ حذیفہ مرعشی نے ستر سال تک سر سجادہ سے نہ اٹھایا اور کسی جگہہ نہیں گئے تھے حاجی لوگ جو سفر کعبہ سے ہر سال واپس آپکی خدمت میں آتے سب بیان کرتے کہ ہم نے خواجہ حذیفہ کو خانہ کعبہ میں اور بیت المقدس میں دیکھا تھا۔ **ایضاً** فیہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے فرمایا کہ میں خدمت میں حضرت خواجہ بزرگ اپنے پیر کے تھا اُنہوں نے حکایت فرمائی کہ میں ایک دن اپنے مرشد خواجہ عثمان ہارونی کے آگے کھڑا تھا۔ اتنے میں شیخ برہان الدین نام درویش جو میرا ہم خرقہ تھا اپنے ہمسایہ کا گلہ لیکر حاضر خدمت ہوا اور پریشان تھا پیر و مرشد نے حکم دیا وہ بیٹھ گیا آپ نے پوچھا کہ میں تجھکو پریشان اور مغموم دیکھتا ہوں کیا سبب ہے اُس نے اپنا سر زمین پر رکھکر عرض کیا کہ حضور میں ایک ہمسایہ کے ہاتھ سے بہت تنگ ہوں۔ اُس نے ایک بالا خانہ بنایا ہے۔ میرا گھر اُس کے نیچے ہے جب وہ اپنے بالا خانہ پر چڑھتا ہے میرا گھر بے پردہ ہو جاتا ہے خواجہ عثمان نے فرمایا کہ تجھے وہ جانتا ہے کہ تو ہمارا مرید ہے۔ عرض کیا ہاں واقف ہے خواجہ عثمان نے ایک سانس مار کر کہا کہ کیوں نہیں وہ اُس بالاخانہ سے گرکر گردن اسکی ٹوٹ جاتی ہے۔ وہ درویش خدمت سے واپس گھر کو روانہ ہوا۔ ابھی نصف راستہ اپنے گھر کا طے نہ کیا ہوگا کہ آواز سُنائی دی کہ فلاں شخص کا فلاں ہمسایہ بالا خانہ سے گرکر اُس کی گردن ٹوٹ گئی۔ **راحت القلوب میں لکھا ہے** کہ شیخ الاسلام خواجہ معین الدین کے اوراد میں لکھا ہے۔ کہ حضرت رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کوئی سورۂ والضحےٰ کو ایام عشرہ ذی الحجہ میں پڑھے حق تعالےٰ اسکو بخش دیتا ہے اور جو کوئی تمام مہینہ ذی الحجہ میں والضحےٰ پڑھے آگ دوزخ سے خلاصی پادے اسکے بعد شیخ فرید الدین گنجشکر نے فرمایا۔ کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کو انتقال کے

بعد خواب میں دیکھا۔ اور موت اور قبر اور منکر نکیر کا حال پوچھا فرمایا کہ اللہ تعالی نے سب کچھ اپنے فضل سے آسان کر دیا لیکن جب مجھکو زیر عرش لے گئے میں نے سر سجدہ کیا۔ آواز آئی کہ اے معین الدین سر اٹھالے۔ میں نے سر اٹھا لیا حکم ہوا۔ کہ تو ایسا کیوں ڈرا۔ عرض کیا کہ تیری کا جباری اور قہاری سے حکم ہوا کہ اے معین الدین۔ جو آدمی ہمارے کام میں ہے۔ ہم اس کے کام میں ہیں۔ اور جس کسی نے عشرہ ذی الحجہ میں والفجر پڑھی ہوا سکو خوف سے کیا کام۔ جا تجھکو ہمنے بخشا۔ اور واصلان خود سے کیا۔ مرات الاسرار میں لکھا ہے کہ۔ خواجہ عثمان کے ذکر میں۔ کہ سیر العارفین میں آیا ہے کہ جب خواجہ معین الدین اپنے پیر سے رخصت ہوکر روانہ ہوئے۔ خواجہ عثمان نہایت محبت کے ساتھ کہ جو خواجہ معین الدین چشتی سے رکھتے تھے۔ تھوڑے دن کے بعد طلب خواجہ معین الدین میں اپنے مقام سے روانہ ہوکر ایک جگہہ پہنچے۔ کہ جہاں مغان رہتا تھا اور ایک آتش کدہ تھا اس کے اوپر ایک گنبد تھا۔ ہر روز اس آتش کدہ میں بیس گاڑیاں لکڑیوں کی جلا کرتی تھیں۔ اتفاق سے خواجہ عثمان وہاں پہنچے۔ اور ایک درویش کو آپ نے آگ لانے کے واسطے اس آتشکدہ میں بھیجا۔ آتش پرستوں نے اپنا معبد سمجھکر آگ نہیں دی اور کہا کہ کیا تم مسلمان نہیں کہتے ہو کہ جو کوئی کلمہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کہے اسکو آگ دوزخ کی نہیں جلاوے گی اس نے کہا بیشک ایسا ہی ہے۔ آتش پرستوں نے کہا کہ ہم تم کو اس آتشکدہ میں ڈالدیں دیکھیں آگ سے جلتے ہو یا نہیں۔ اگر نہیں جلوگے تو تم کو سچا سمجھیں گے اور تم اپنے دعوے میں صادق ہوگے۔ درویش نے کہا کہ تم یہ بات حضرت خواجہ سے کہو۔ آتش پرستوں نے وہی بات حضرت خواجہ سے کہی آپ نے فرمایا کہ سچ ہے کہ کلمہ شریف کہنے والے کو آگ نہیں جلاوے گی۔ اور ایک لڑکا تھا مختا نام۔ پیر مغاں کے لڑکوں میں سے اس کا ہاتھ جناب خواجہ نے پکڑا اور آیت قلنا یا نار کونی بردًا وسلامًا علی ابراھیم

پڑھتے ہوئے آتش کدہ میں داخل ہوئے اور نظروں سے غائب ہو گئے۔ آتش پرستوں نے اپنے اُس لڑکے کے واسطے واویلا اور گریہ وزاری بہت کی۔ کچھ دیر کے بعد حضرت خواجہ معہ اُس لڑکے کے آگ سے باہر آئے اور آتش پرستوں نے لڑکے سے پوچھا تو اُس نے بیان کیا کہ آگ کہاں تھی وہ تو سب باغ سرسبز ہو گیا تھا پس وہ مختا معہ اپنے تمام چیلوں کے جو آتش پرست تھے مسلمان ہو گئے۔ خواجہ نے اُس کا نام عبداللہ رکھا اور وہ بدولت عنایت خواجہ کے واصلان حق سے ہو گیا۔ اور اُس آتش کدہ کی جگہہ ایک مسجد تعمیر کرائی۔ کذا فی مونس الارواح۔ اور مرأت الاسرار میں لکھا ہے کہ جب وہاں سے خواجہ عثمان روانہ ہوئے نہایت مہربانی اور اشتیاق خواجہ معین الدین چشتی کے دیدار کے واسطے دہلی تک تشریف لائے اور چند روز ہر دو بزرگوار نے دہلی میں مقام رکھا اور ایسا ہی لکھا ہے رسالہ گنج الاسرار میں۔ اُس کے آگے صاحب مرأت الاسرار لکھتے ہیں کہ یہ روایت نہایت ضعیف ہے کیونکہ رسالہ گنج الاسرار اور بعض رسایل دوسرے مجاوران کے جمع کئے ہوئے ہیں اُنپر اعتماد صحت کا نہیں ہو سکتا۔ اور حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی نے اس مقولہ سے انکار کیا ہے۔ **قول صحیح تر** یہ ہے کہ حضرت خواجہ عثمان بعد مسافرت بسیار کے مکہ معظمہ میں جا کر معتکف ہوئے اور دو مطلب درگاہ حق سے مانگے۔ **اول** یہ کہ قبر اُن کی مکہ معظمہ میں ہووے اور نشان قبر خواجہ عثمان کا مٹایا نہ جاوے۔ تاکہ فاتحہ پڑھنے والے فاتحہ پڑھیں اور وہ پہنچتی رہے کیونکہ مکہ معظمہ میں رسم ہے کہ نشان قبر ہر کسی کا رہنے نہیں دیتے ہیں اور زمین سے برابر کر دیتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ فرزند معین الدین چشتی نے مدت ہائے دراز میری خدمت کی ہے۔ اسکو ایسی ولایت عطا ہو کہ ویسی آجتک کسی دوسرے کو نہ ملی ہو۔ ہاتف غیب نے خواجہ عثمان کے دلپر آواز پہنچائی کہ تمہاری قبر مکہ میں ہو گی اور اس کا نشان مٹایا

نہ جاوے گا۔ اور معین الدین کو ہم نے ولایت ہندوستان کی عطا کی۔ جو آجتک کسی
اہل اسلام کو نہیں دی گئی ہے۔ لیکن اول معین الدین مدینہ میں جا کر باجازت محمد الرسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملک ہندوستان میں جاکر متصرف ہوئے۔ پس خواجہ عثمان
نے سجدہ شکر الٰہی ادا کر کے جمیع نعمت اور امانت پیران عظام کے معہ اسماء عظام اور
خرقہ خلافت کے خواجہ معین الدین کو عنایت کر کے مدینہ منورہ کی طرف روانہ کیا۔
جب خواجہ معین الدین مدینہ منورہ پہنچکر زیارت حضرت رسول علیہ السلام سے مشرف
ہوئے رسالت آب نے باطن میں تمام ولایت ملک ہندوستان کے مرحمت فرما کر حکم
دیا کہ تمہارا مقام اجمیر میں مقرر کیا گیا ہے۔ وہاں جاکر سکونت اختیار کرو تمہارے
وہاں رہنے سے دین اسلام استقامت پکڑے گا سچ ہے یہ ویسا ہی ہوا۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ بہ نسبت پہلی روایت کے یہ روایت صحیح ہے۔

تیسری فصل کرامت اور خوارق عادات حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ کے ذکر میں

واضح ہو کہ اگرچہ تمام احوال جناب خواجہ بزرگ کا کرامات اور خوارق عادات ہی ہے۔
جیسا کہ اوپر لکھے ہوئے حال سے روشن ہے لیکن تبرکاً اس بارہ میں ایک فصل علیحدہ بھی
لکھنا مناسب سمجھکر لکھا جاتا ہے۔ سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ اسکی عبارت کا
ترجمہ یہ ہے۔ عرض کرتا ہے کاتب الحروف یعنی سید محمد کرمانی کہ کونسی کرامت اس سے
زیادہ ہوگی۔ کہ جن بزرگ لوگوں نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی سے پیوند ارادت
درست کیا ہے انہوں نے ایسی بادشاہی حاصل کی ہے کہ بندگان خدا کی دستگیری
کرتے ہیں ان کو غرور دنیا سے نکال کر سرور عقبیٰ کی منزل تک پہنچاتے ہیں۔ اور قیامت
تک نقارہ اُن کی عظمت اور جلال کا زمین سے آسمان تک پہنچتا رہے گا اور مخلوق
الٰہی کو اُن کی پیروی اور محبت کے طفیل قصور صدق میں جگہہ ملے گی۔

دوسری کرامت یہ ہے کہ ولایت ہندوستان کی تمام جسقدر ہے وہ سب کے سب کفر اور کافری اور بُت پرستی میں مشغول تھے اور سرکشان ہند ہر ایک دعویٰ انا ربکم الاعلےٰ کا کرتا تھا۔ اور خدائے عزوجل کا شریک بن رہا تھا۔ پتھر اور مٹی۔ درخت۔ گائے۔ بیل۔ گوبر وغیرہ کو سجدہ کیا جاتا تھا کفر کے اندھیرے کے قفل ہند کے رہنے والوں کے دلوں پر لگے ہوئے تھے حضرت خواجہ بزرگ کے قدم کی برکت سے وہ ظلمت کفر کی نور اسلام سے مبدل ہو گئی۔

نظم

از تیغ او بجائے صلیب و کلیسہ ہا — در دار کفر مسجد و محراب و ممبر است
آنجاکہ بود نعرۂ فریاد مشرکاں — اکنوں خروش نعرۂ اللہ اکبر است

جو کوئی اس ولایت میں مسلمان ہوگا اور قیامت تک مسلمان ہوگا اور اولاد اسکی مسلمان ہوگی اور جس کسی کو تیغ اسلام کے ساتھ دار حرب سے ولایت اسلام میں قیامت تک لادیں گے وہ بارگاہ شیخ الاسلام خواجہ معین الدین چشتی اور متابعان خواجہ بزرگ سے ملنے والے اور ساتھ رہنے والوں میں ہوں گے۔ مرأت الاسرار میں یہ عبارت لکھی ہے۔ قطب وحدت خواجہ معین الدین چشتی بن غیاث الدین حسن سنجری اولیاء کبار اور عارف صاحب اسرار تھے آپ کے کمالات اور خوارق عادات بے شمار ہیں۔ بیان نکات حقایق اور توحید میں مقام عالی رکھتے تھے اور مقربان خاص درگاہ الٰہی سے تھے آپ کی بہت بڑی شان اور حال بہت قوی تھا جو کوئی آپ کے جمال باکمال پر ایک نظر سے دیکھتا اسی وقت توحید الٰہی اور نبوت حضرت رسالت پناہی کا قایل ہو جاتا تھا اور اس چہار طرف ہندوستان کو کہ ہر ایک مشرک انا ولا غیری کا دم مارتا تھا۔ اور بت پرستی کو اپنا شعار بنا رکھا تھا سب کو معبود حقیقی ذات مطلق کی عبادت کی ہدایت بخشنے اسی سبب سے ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ کو وارث نبی بلکہ نبی الہند کہتے ہیں۔ یہاں سے ہی قیاس کرنا

چاہیئے۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر ہمارے حضور سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک کوئی نبی ہندوستان میں نہیں آیا۔ جیسا کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے اور جناب رسول علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر پانسو کئی سال تک ایک کو بھی اولیا امت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ملک پر تصرف نہیں ہوا مگر حضرت خواجہ بزرگ کو ہی یہ سب مدارج عنایت ہوئے انتہیٰ عبارت۔ یہ **فقیر کاتب الحروف** کہتا ہے۔ کہ صاحب مرأت الاسرار نے جو خواجہ بزرگ کو نبی الہند لکہا ہے اس کے معنے نبی صاحب شرع کے نہیں ہیں کیونکہ نبوت صاحب شریعت کی تو ختم ہو چکی جناب رسول علیہ السلام پر۔ بلکہ لفظ نبی یعنی خبر دینے والے کے ہیں جو قیامت تک باقی ہے۔ **مونس الارواح میں لکہا ہے** کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی فرماتے تہے کہ میں بیس سال تک خدمت میں حضرت خواجہ بزرگ کے رہا میں کبہی نہیں دیکہا۔ کہ حضرت خواجہ نے کسی کو اپنے تک راہ دیا ہو جب آپ کے باورچی خانہ میں کچہہ موجود ہوتا اور خادم آکر عرض کرتا۔ تو آپ مصلےٰ اُٹہاکر فرماتے کہ اس کے نیچے سے اُٹہالے جسقدر کہ تجہکو کفایت کرے آج اور کل کے دن کے واسطے۔ خادم اُسی قدر مصلے کے نیچے سے اُٹہا لیتا اگر کوئی غریب یا کوئی مریض حاضر خدمت ہوتا اُس کا مطلب جو کچہہ ہوتا تہا آپ حاصل کراتے اور بوقت رخصت کے اپنے مصلےٰ کے نیچے ہاتہ ڈالکر جو کچہہ نکلتا اُسکو دیتے۔ **نقل** ہے کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی فرماتے تہے کہ میں نے بیس سال کی خدمت کے عرصہ میں کبہی نہیں دیکہا کہ حضرت خواجہ بزرگ کسی پر ناخوش ہوکر غصہ ہوئے ہوں۔ مگر ایک روز کہ ایک مقام پر حضرت تشریف لیجاتے تہے میں ساتہ تہا خواجہ بزرگ کے ایک مرید شیخ علی نام کو ایک شخص نے پکڑ رکہا تہا کہ جب تک تو روپیہ نہ دے گا تجہ کو نہیں چھوڑوں گا۔ جب ہم اسکے قریب پہنچے اور حضرت خواجہ بزرگ نے یہ حال دیکہا اُس شخص کو منع کیا اُس نے

کچھ خیال آپ کے کہنے کا نہ کیا۔ خواجہ بزرگ غصہ میں آئے اور آپ نے چادر جو کندھے پر تھی زمین پر ڈالدی۔ اُسیوقت وہ زمین روپے اور اشرفیوں سے بھر گئی۔ خواجہ نے فرمایا کہ اس میں سے لے جتنا تیرا حق ہو۔ اُس شخص نے چاہا کہ اپنے حق سے زیادہ لیوے فوراً اُس کا ہاتھ خشک ہوگیا وہ عاجزی سے فریاد کرنے لگا اور پکارنے لگا کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ مجھپر رحم کیجئے۔ خواجہ بزرگ نے دعا فرمائی اُس کا ہاتھ اصلی صورت پر آگیا۔ کذافی مونس الارواح۔ **نقل ہے** کہ ایک شخص ظاہر میں ارادہ بیعت کا کرکے خواجہ بزرگ کی خدمت میں آیا اور دل میں قصد خواجہ کی ہلاکت کا رکھتا تھا۔ بغل میں ایک چھری تھی۔ خواجہ بزرگ اس کی طرف بار بار دیکھتے تھے اور مسکراتے تھے۔ پھر آپ نے اُس سے فرمایا کہ اے شخص جو آدمی فقیروں کے پاس آیا کرتا ہے یا تو صفائی کی راہ سے آتا ہے یا خطاکی راہ سے۔ پس تو کونسی راہ سے آیا ہے۔ ان دونوں میں سے ایک اختیار کر۔ جب خواجہ نے یہ بات فرمائی وہ شخص اُٹھا اور اپنے ارادہ فاسد کا اقرار کیا اور چھری جو بغل میں تھی نکال کر دور پھینکدی اور خالص ارادت کے ساتھ مرید ہوا۔ اور پینتالیس ۴۵ حج اُس شخص نے اپنی عمر میں ادا کئے۔ **نقل ہے** کہ ایک مرتبہ خواجہ بزرگ یادحق میں مشغول تھے۔ اور عالم علوی آپ پر منکشف ہو رہا تھا۔ اسی اثنار میں ایک شخص آپ کے مریدوں میں سے آیا حاکم شہر کا شکوہ کیا کہ وہ مجھکو شہر سے نکالتا ہے۔ خواجہ نے فرمایا کہ وہ اب کہاں ہے۔ عرض کیا کہ سوار ہوکر میدان میں سیر کے لئے گیا ہے۔ فرمایا جا تو اپنے گھر وہ شخص گھوڑے سے زمین پر گر کر مرگیا ہے۔ جب وہ باہر آیا تو سنا کہ والئے ملک گھوڑے سے گر کر مرگیا ہے۔ کذافی مونس الارواح۔ **فوائد السالکین** میں حضرت شیخ فریدالدین گنجشکر لکھتے ہیں کہ میرے پیر خواجہ قطب الدین بختیار کاکی فرماتے تھے کہ ایک دن خواجہ بزرگ اور شیخ اوحدالدین کرمانی۔ اور شیخ

شہاب الدین سہروردی بغداد میں ایک جگہ بیٹھے تھے اُن کے سامنے سے سلطان
شمس الدین التمش تیر و کمان ہاتھ میں لئے ہوئے گزرا۔ خواجہ کی نظر جو اُسپر پڑی
فرمایا کہ یہ لڑکا بادشاہ دہلی کا ہوگا اللہ تعالےٰ اسکو دنیا سے نہ اُٹھائے گا جب تک
کہ یہ بادشاہی دہلی کی نہ کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ سلطان شمس الدین بادشاہ دہلی
ہوا۔ **کاتب الحروف** کہتا ہے کہ بادشاہ شمس الدین التمش غلام آزاد سلطان
شہاب الدین غوری کا تہا۔ شہاب الدین غوری نے اسکو ایک سوداگر سے خریدا
تہا۔ چنانچہ اس کا مفصل حال تاریخ فرشتہ میں لکہا ہے۔ **نقل ہے** کہ ایک دن
خواجہ بزرگ معہ اپنے تمام اصحاب کے ایک جگہہ پر بیٹھے تہے اور باتیں سلوک کی ہوتی
تہیں۔ ہر مرتبہ کہ داہنی طرف حضرت خواجہ دیکھتے تہے۔ تعظیم کے لئے اُٹھتے تہے اور
تمام حاضرین آپ کی اس بار بار تعظیم کرنے اور اُٹھنے سے حیران تہے کہ آپ کس کے
واسطے اُٹھتے ہیں۔ جب وہاں سے آپ اُٹھے تو ایک خادم نے سبب اس تعظیم کا پوچھا
فرمایا کہ اس طرف قبر میرے مرشد خواجہ عثمان ہارونی کی ہے۔ میں جب ادہر کو دیکھتا
تہا قبر شریف میرے سامنے نظر آتی تہی اور پردہ اُٹھ جاتا تہا۔ پس بے اختیار مجھ کو
تعظیم کے لئے اُٹھنا پڑتا تہا جیسا کہ فوائد السالکین اور مونس الارواح میں لکہا ہے۔
نقل ہے کہ ہر رات کو خواجہ بزرگ خانہ کعبہ کے طواف کے واسطے جاتے تہے۔
اور مخلوق جو حج کے واسطے مکہ معظمہ میں جمع ہوتی تہی آپ کو طواف کرتے ہوئے دیکھتی
تہے اور اجمیر میں گہر کے لوگوں کو یہ خیال رہتا کہ خواجہ حجرہ میں موجود ہیں۔ آخر مکہ معظمہ
کے آنے والوں سے یہ حال معلوم ہوا کہ خواجہ بزرگ ہر شب خانہ کعبہ میں جاتے ہیں
اور نماز فجر اجمیر میں آکر جماعت کے ساتھ پڑہتے ہیں۔ کذا فی مونس الارواح۔
کاتب الحروف کہتا ہے کہ خواجہ کا ہر شب مکہ معظمہ میں جانا ابتداء اسے حال
میں یعنی بدرجہ غوثیت اور قطب مداری میں تہا لیکن جب کہ رتبہ محبوبی اور حبیبی کا

پہنچے تو خود خانہ کعبہ طواف خواجہ بزرگ کے لئے آتا تھا جیسا کہ **قول مستحسن**
شرح فخر الحسن میں لکھا ہے قد صح عنہ انہ قال تد طفت نہ منا حول الکعبۃ
دالان تطوف الکعبۃ حولی۔ یعنی تحقیق صحیح روایت ہے خواجہ بزرگ سے کہ وہ فرماتے
تھے کہ چند مدت میں نے کعبہ کا طواف کیا اور اب کعبہ خود میرا طواف کرتا ہے۔ جیسا کہ سیر الاولیا
میں لکھا ہے۔ **فائدہ**۔ جاننا چاہیے کہ۔ **جامع العلوم** ملفوظ سید جلال الدین المشہور
مخدوم جہانیاں میں لکھا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ
مومن نماز پڑھنے والے کو چاہئے کہ نیت نماز کی اس طرح سے کرے کہ میں متوجہ ہوا طرف
سیدان کعبہ کے کیونکہ کعبہ واسطے زیارت اولیاء اللہ کے جاتا ہے۔ **نقل ہے**
کہ حضرت خواجہ بزرگ ستر سال تک رات کو نہیں سوئے تھے اور آپ کا پہلو زمین پر
نہیں لگا تھا۔ ایک دن زمین نے عرض کیا کہ اے خواجہ معین الدین مجھسے کیا خطا ہوئی
کہ جو تم اپنی پشت مجھپر نہیں رکھتے ہو اور مجھکو اس سے مشرف نہیں فرماتے ہو۔ فرمایا
کہ اے زمین تو پاک ہے اور میری پشت نجس ہے اسواسطے تجھپر میں اپنی پشت
نہیں رکھتا ہوں۔ **سبع سنابل اور مونس الارواح** میں لکھا ہے کہ حضرت
خواجہ بزرگ کے وضو بغیر قضائے حاجت کے نہیں ٹوٹتے تھے اور ہمیشہ آنکھہ بند
کئے ہوئے مراقبہ میں رہتے تھے جس وقت آپ نظر کھولتے تھے تو جس آدمی پر نظر
پڑ جاتی تھی وہ شخص واصل باللہ ہو جاتا تھا۔ اور جس فاسق پر آپ کی نظر پڑ جاتی
تھی اُسیوقت تائب ہو جاتا تھا۔ **نقل ہے** کہ ایک روز خواجہ بزرگ نے فرمایا۔ کہ جو
کوئی میرا مرید یا میرے فرزندوں کا مرید ہو گا جب تک اُسکو بہشت میں نہ لیجاؤنگا
میں بہشت میں قدم نہ رکھوں گا۔ حاضرین نے عرض کیا کہ یا حضرت فرزندوں سے
کیا مراد ہے۔ فرمایا۔ فرزندوں سے میرے خلفا مراد ہیں۔ قیامت تک شجرۂ ارادت
جس آدمی کا مجھسے ملے گا اسکو امید نجات ہے کذا فی سبع سنابل و مونس الارواح

کاتب الحروف کہتا ہے اسیواسطے اس خاندان کو چشتیہ بہشتیہ کہتے ہیں اور سچ کہا ہے کسی نے جو یہ کہا ہے۔

ہرزماں باصدق خواند شجرۂ پیران چشت
ہر کرا جاوید باید جنت الماوی بہشت

نقل ہے۔ خواجہ بزرگ فرماتے تھے کہ میں ایک روز مکہ معظمہ میں مشغول بیٹھا ہوا تھا۔ ہاتف غیب نے آواز دی۔ اے معین الدین ہم تجہسے خوش ہوئے اور تیرے گھر والوں کو ہمنے بخشدیا۔ میں یہ خوشی لیکر خوش ہوا اور عرض کیا۔ الٰہی اگرچہ غریب معین الدین کو تو نے بخشدیا لیکن میری ایک درخواست ہے اگر قبول ہو تو عرض کروں۔ ہاتف نے جواب دیا ہاں کر۔ اور جو چاہتا ہے ہم سے مانگ۔ تو ہمارا دوست ہے۔ میں نے عرض کیا کہ جو میرے مرید اور مریدوں کے مرید اور قیامت تک جو میرے سلسلہ میں مرید ہوں گے اُن کو بخش دے۔ پھر ہاتف نے آواز دی کہ جو شخص قیامت تک تیرے سلسلہ میں مرید ہوں گے ہم نے اُن کو بخشدیا۔ کذا فی مونس الارواح وسبع سنابل۔

نقل ہے کہ تعداد میں سات شخص کافر صاحب ریاضت ایسے تہے کہ چہٹے مہینے ایک لقمہ سے افطار کیا کرتے تھے اور مخلوق بہت معتقد اُن کی تہی۔ آگے کی ہونے والی خبریں دیا کرتے۔ وہ لوگ ایک روز حضرت خواجہ کے پاس آئے خواجہ بزرگ کی نظر اُن پر پڑتے ہی ساتوں شخص خواجہ کے قدموں میں گر پڑے۔ حضرت نے فرمایا کہ اے بے دینوں خدا کو دیکھتے ہو اور غیر خدا یعنی آگ کو پوجتے ہو۔ عرض کیا کہ ہم آگ سے ڈرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ کل کے روز جو اس سے ہمارا کام پڑے گا تو یہ ہمارا لحاظ رکہے گی اور ہم کو نہیں جلادے گی۔ خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ اگر تم خدا کو پوجو تو وہ تمہاری حرمت رکہے گا اور آگ دوزخ میں نہیں جلاوے گا۔ اُن کفار نے عرض کیا کہ تم جو خدا کو پوجتے ہو اگر تم کو آگ نہ جلاوے تو ہم صحیح سمجہیں۔ خواجہ نے فرمایا کہ آگ کی اتنی طاقت نہیں ہے جو ہماری پاپوش کو بہی جلادے ہم کو تو وہ

جلا ہی نہیں سکتی۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر ہم یہ بات دیکھ لیں تو ایمان لاویں خواجہ نے اپنی نعلین مبارک کو آگ میں ڈالدیا اور کہا کہ آگ معین الدین کی پاپوش کو اچھی طرح سے نگاہ رکھ۔ بفور ڈالنے نعلین کے آگ میں وہ آگ سرد ہوگئی۔ اور غیب سے آواز آئی کہ آگ کی کیا طاقت ہے جو ہمارے دوست کی نعلین کو جلادے جب اُن کافروں نے یہ حال دیکھا اسی وقت ایمان لے آئے اور خواجہ بزرگ کے مرید ہوئے اور خواجہ کی برکت سے وہ ساتوں ولی اللہ ہوگئے۔ کذا فی مونس الارواح

نقل ہے کہ ایکدفعہ حضرت خواجہ بزرگ سفر کرتے ہوئے کفرستان میں پہنچے کفار کو خبر ہوئی کہ چند مسلمان یہاں آئے ہوئے ہیں۔ ایک جماعت کفار کی تلواریں نکالے ہوئے آپ کی ہلاکت کے ارادے سے آئے۔ جب خواجہ کی نگاہ اُن پر پڑی سب کے سب فریاد کرنے لگے کہ اے خواجہ بزرگ ہم آپ کے غلام ہیں ہم پر رحم کیجئے ہم مسلمان ہوتے ہیں۔ حضرت خواجہ بزرگ نے اُن سب کو کلمہ شریف تلقین کیا اور وہ مسلمان ہوگئے۔ ایسے ہی گروہ کے گروہ حضرت خواجہ کے ہاتھ پر ایمان لاتے تھے۔ دلیل العارفین میں خواجہ قطب الدین لکھتے ہیں کہ میرے پیر حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں سفر کرتا ہوا ایک شہر میں پہنچا۔ جس کا نام یاد نہیں رہا اتنا یاد ہے کہ وہ جگہ سمرقند کے پاس تھی۔ محلہ میں امام ابو اللیث سمرقندی کے ایک شخص مسجد بنوا رہا تھا۔ وہاں ایک دانشمند بھی کھڑا تھا وہ کہتا تھا کہ محراب اِدھر بناؤ کعبہ اس طرف ہے۔ میں بھی حاضر تھا میں نے کہا کہ اس طرف کعبہ نہیں ہے بلکہ اس طرف ہے اور میں نے اس طرف کا اشارہ کیا وہ دانشمند مجھسے بحث کرنے لگا جب بحث زیادہ ہوئی تو میں نے اس دانشمند اور صاحب مسجد کی گردن پکڑ کر دکھلا دیا کہ دیکھو کعبہ موجود ہے اس کو مقابلہ کر کے محراب مسجد کا اس طرف بناؤ پھر اُنہوں نے ایسا ہی بنایا جیسا کہ میں نے دکھلا دیا تھا

اخبار الاخیار اور سیر العارفین میں۔ دنیز جملہ ملفوظات خواجگان چشت
میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ خواجہ بزرگ اجمیر میں بیٹھے تھے اور آپ پر وقت خوش تھا
اور زمانہ اجابت دعا کا تھا۔ خواجہ نے فرمایا کہ اس وقت جو شخص جو چیز ہمسے مانگیگا
وہ پائے گا کہ دروازہ قبولیت دعا کا کھلا ہوا ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے دین چاہا
دوسرے نے دنیا مانگی۔ خواجہ نے اپنا مونہہ اپنے خلیفہ اور امام خواجہ حمید الدین
صوفی ناگوری کی طرف کرکے فرمایا کہ تم بھی جو چاہتے ہو مانگو۔ انہوں نے عرض کیا کہ
میں تو نہ دنیا مانگتا ہوں نہ دین بلکہ خدا کو آپ سے مانگتا ہوں۔ ایک روایت میں
یہ ہے کہ خواجہ حمید الدین نے عرض کیا کہ بندہ کی کوئی خواہش نہیں ہے۔ خواہش
مولا کی ہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا التارک من الدنیا والفارغ عن العقبےٰ الواصل
بالمولےٰ سلطان التارکین حمید الدین یعنی آپ نے فرمایا کہ تم سلطان التارکین
ہو۔ اُس روز سے سلطان التارکین کے نام سے خواجہ حمید الدین مشہور ہوئے۔
پھر خواجہ بزرگ نے توجہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی طرف کرکے فرمایا کہ تم کیا چاہتے
ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں بھی خدا کو چاہتا ہوں۔ پس خواجہ بزرگ نے اُن کے
حق میں بھی دعا فرمائی کذافی سیر الاولیا۔ **نقل** ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ شیخ
حمید الدین صوفی ناگوری سلطان التارکین کے حال پر نہایت شفقت اور توجہ
فرماتے تھے۔ ایک دن خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ اے حمید الدین تمہاری اولاد۔ اور
میری اولاد ایک ہے۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا کہ اُس زمانہ سے ابتک رشتہ داری
اور قرابت ان دونوں بزرگوں کی اولا دمیں جاری ہے۔ کذافی مونس الارواح۔
نقل ہے۔ کہ خواجہ حمید الدین سلطان التارکین خوبصورت بہت تھے اور آپ
کا حسن وجمال ایسا تھا کہ جو کوئی آپ کو دیکھتا شیفتہ ہوجاتا۔ یہاں تک کہ بہت
سی عورتیں آپ پر عشق میں مبتلا ہو رہی تہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک روز خواجہ حمید الدین

صوفی ناگوری حضرت خواجہ بزرگ کے سامنے ہو کر راستہ سے نکلے۔ حضرت خواجہ نے
فرمایا کہ اے حمید الدین جیسی کہ خلق خدا تیرا حسن و جمال دیکھکر عاشق ہوتی ہے اگر
تو میرے پاس آئے اور بیعت کرے تو خدا تجھپر عاشق ہو جائے۔ انہوں نے اُسیوقت
توبہ کی اور خواجہ بزرگ سے بیعت کی تو درجہ سلطان التارکین کو پہنچے۔ فوائد الفواید
اور دیگر ملفوظات مین لکھا ہے کہ جب حضرت سلطان التارکین مرید ہونے
کے بعد واپس ناگور میں گئے تو آپ کے پُرانے دوست لوگوں نے پھر آپکو تکلیف
دی۔ فرمایا کہ اب میں نے اپنا ازار بند ایسا مضبوط باندھا ہے کہ انشاءاللہ تعالے
حوران بہشتی پر بھی نہیں کہولوں گا۔ دلیل العارفین میں لکھا ہے کہ
خواجہ بزرگ فرماتے تھے کہ میں ایک دفعہ شیخ اوحد الدین کرمانی کی رفاقت میں اور
خواجہ عثمان کے ہمرکاب سفر کرتا ہوا دمشق میں پہنچا وہاں بارہ ہزار انبیا کے روضے ہیں
اور دنیا کی حاجتیں روا ہوتی ہیں۔ چنانچہ ہمنے بھی زیارت روضہ ہائے پیغمبران کی اور انکی
کی اور مشائخ سے ملاقات کی۔ ایک دفعہ مسجد دمشق میں خواجہ عثمان ہارونی اور شیخ
اوحد الدین کرمانی اور میں پہنچے اور بھی لوگ موجود تھے منجملہ اُن کے ایک بزرگ
تھے واصلان حق سے جن کا نام خلف محمد عارف تھا۔ معہ دیگر درویشوں کے وہ
بھی بیٹھے تھے۔ حکایت یہ ہو رہی تھی کہ جو شخص کسی چیز کا دعویٰ کرے جب تک خلق
میں اُس کا اظہار نہ کرے جانا جاتا ہے کہ یہ مدعی ہے اور جھوٹا ہے۔ الغرض
ایک شخص محمد عارف سے بحث کرنے لگا۔ محمد عارف نے کہا کہ قیامت کے روز
درویشوں کو معذور رکھیں گے اور تونگروں سے حساب لیا جائے گا اور عذاب
دیا جائے گا۔ اُس مرد کو یہ کلام بہت ناگوار معلوم ہوا اور کہا کہ یہ بات کونسی کتاب
میں لکھی ہے۔ محمد عارف کو نام کتاب کا یاد نہیں تھا تھوڑی دیر مراقبہ مین گیا اور
کہا کہ کشف المحجوب میں لکھا ہے۔ اُس مرد نے کہا کہ جب تک اُس کتاب میں مجھکو

نہیں دکھلاؤ صحیح نہیں سمجھا جاسکتا۔ محمد عارف نے سر اونچا کر کے عرض کیا کہ الٰہی تو
اپنے بندہ کو جس طرح سے دکھلاتا ہے دوسروں کو بھی دکھلادے فی الفور فرشتوں کو
حکم ہوا کہ کتاب کشف المحجوب میں جہاں یہ عبارت لکھی ہے اُس شخص کو دکھلادو۔
چنانچہ وہ شخص اُٹھا اور اقرار کیا اور سر اپنا محمد عارف کے قدموں میں رکھا اور کہا کہ یہ
ہیں مردان خدا۔ اسکے بعد ذکر اس بات کا شروع ہوا کہ حاضرین میں سے ہر ایک
شخص اپنے دل کا نور دکھلائے فی الفور حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے اپنے مصلّے
کے نیچے ہاتھ ڈالا اور ایک مٹھی اشرفیوں کی نکالی اور ایک درویش کو دی کہ جا اسکا
حلوہ کہا اور درویشوں کو کھلا جب یہ کرامت خواجہ عثمان ہارونی نے ظاہر کی تو شیخ
اوحدالدین کرمانی ایک خشک لکڑی کے پاس بیٹھے تھے اُنہوں نے اُس لکڑی پر
ہاتھ مارا کہ وہ لکڑی فی الفور سونے کی ہوگئی اُن میں سے مَیں باقی رہا۔ یعنی خواجہ
معین الدین چشتی۔ سو میں بسبب ادب مرشد کے کچھ نہیں دکھلا سکا۔ جب خواجہ
عثمان ہارونی نے میری طرف دیکھکر کہا کہ حاضر رہ۔ اُس سخن مرشد کے سنتے ہی
ایک اُس درویش کو جو ہمارے میں بھوک لگ رہی تھی۔ میں نے اپنے کمبل میں ہاتھ
ڈالکر چار روٹی جو کی نکالی اور دی اُس درویش اور محمد عارف نے کہا کہ جب تک
درویش میں اس قدر طاقت نہ ہو درویش نہیں کہلا سکتا۔ فوائد السالکین
میں لکھا ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے فرمایا کہ شیخ الاسلام خواجہ معین الدین
چشتی ہر سال اجمیر سے مکہ معظمہ میں جاتے تھے جب آپ کی تکمیل پوری ہوگئی تب
حاجی لوگ حج کے لئے جایا کرتے تھے حضرت خواجہ کو طواف کرتے ہوئے خانہ کعبہ
میں دیکھتے تھے اور خواجہ بزرگ اپنے گھر میں بمقام اجمیر معتکف بیٹھے رہا کرتے تھے
آخر معلوم ہوا کہ خواجہ بزرگ ہر رات کو خانہ کعبہ میں جاتے اور رات بھر وہاں رہ کر
صبح کے وقت نماز کے پہلے اجمیر میں آکر جماعت کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے

راحت القلوب میں لکھا ہے کہ شیخ فرید الدین گنجشکر نے فرمایا کہ میرے
پیر خواجہ قطب الدین فرماتے تہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا دستور تہا کہ جو کوئی
ہمسایہ آپکا مر جاتا اُس کے جنازہ کے ساتھ جاتے اور لوگوں کے چلے آنے کے پیچہے اُسکی قبر پر
بیٹھتے اور جو کچھہ امداد چاہیے وہ پوری کرتے اور پہر گہر کو آتے۔ چنانچہ آپ کا ایک ہمسایہ
اجمیر میں فوت ہو گیا۔ اُس کے جنازہ کے ساتھ گئے بعد دفن کرنے کے لوگ تو چلے آئے
اور خواجہ اُس کی قبر پر بیٹھے رہے۔ تہوڑی دیر کے بعد خواجہ بزرگ اُٹہے اور رنگ آپکے
چہرہ کا متغیر ہو گیا۔ خواجہ قطب الدین کہتے ہیں کہ مَیں خواجہ بزرگ کے پاس ہی تہا میں نے
دیکہا اور تہوڑی دیر کے بعد خواجہ بیٹھے اور فرمایا کہ الحمد للہ بیعت نہایت عمدہ چیز ہے خواجہ
قطب الدین نے حضرت خواجہ بزرگ سے پوچہا کہ یہ کیا معاملہ تہا۔ فرمایا کہ بعد دفن کر نیکے
جب لوگ چلے آئے میں بیٹہا رہا دیکہا کہ عذاب کے فرشتے آئے اور چاہا کہ اسکو عذاب
کریں اُسیوقت روح خواجہ عثمان ہارونی کی قبر میں آئی یعنی حاضر ہوئی اور کہا کہ یہ شخص میرے
مریدوں میں ہے۔ فرشتوں کو حکم آیا کہہ دو عثمان ہارونی سے کہ یہ شخص تمہارے طریقہ کے
خلاف رہا ہے۔ خواجہ عثمان نے کہا کہ بیشک میرے خلاف طریقہ رہا ہے لیکن جب کہ اس نے
اپنے کو میرے دامن میں باندھ دیا ہے تو میں نہیں دیکہہ سکتا کہ اسکو عذاب دیا جائے
حکم الٰہی آیا کہ اے فرشتو چہوڑ دو اس شخص کو میں نے خواجہ عثمان کے طفیل سے بخشدیا
ایسا ہی لکہا ہے سیر الاولیا اور مرآت الاسرار اور سیر العارفین شاہ حبیب اللہ قادری
میں۔ راحت القلوب میں حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا نے
لکہا ہے کہ میرے پیر شیخ فرید الدین گنجشکر فرماتے تہے کہ میں جسوقت اجمیر جاتا تہا مدت
تک روضہ حضرت خواجہ معین الدین حسن کے معتکف بیٹہتا تہا۔ عرفہ ذی الحجہ کی رات کو
میں وہاں ہی رہا اور دو رکعت نفل جو کتابوں میں مذکور ہیں مَیں نے خواجہ بزرگ کے
روضہ کے نزدیک ہی پڑہیے۔ دونوں رکعت میں بعد فاتحہ کے ایک سو مرتبہ آیت الکرسی

پڑہی کہ ثواب اس کا بہت ہے یعنی ایک ہزار حج کے برابر ثواب ہے۔ بعد ادائے ہر دو رکعت نوافل کے تلاوت قرآن شریف میں مشغول ہوگیا۔ قریب ایک ثلث شب کے گزری تہی کہ میں نے پندرہ سپارے پڑہ لئے۔ سورۂ کہف یا سورۂ مریم میں مجہے یاد نہیں رہا ایک حرف مجہسے ترک ہوگیا۔ اُسی وقت قبر سے خواجہ بزرگ کے آواز آئی کہ پہر پڑہ یہ حرف تونے چہوڑدیا ہے۔ میں نے اُس آیت کو دوہرایا۔ پہر آواز آئی کہ اب صحیح طور پر ہے۔ فرزند نیچے کو تیرے جیسا ہی ہوتا ہے۔ میں نے اپنے سر کو خواجہ کے روضہ کے پائوں میں رکہا اور رونے لگا اور مناجات کی اور فکر کیا کہ مجہے نہیں معلوم ہے کہ میں بخشش یافتہ میں ہوں یا راندہ ہوئے میں سے۔ معًا اس کا خیال آتے ہی روضہ منورہ سے آواز آئی کہ مولانا فرید جو شخص یہ دو رکعت نفل کہ جو تونے پڑہی ہیں شب عرفہ میں پڑہے گا وہ بخشے ہوؤں میں سے ہے اُس روز سے مجہکو معلوم ہوا کہ میں بہی کچہہ ہوں اور دل کو تسلی ہوئی۔ مرأت الاسرار میں لکہا ہے کہ جب حضرت خواجہ بزرگ کی کرامت اور خوارق عادات زیادہ مشہور ہوئی۔ کفار جماعت جماعت ہر طرف سے آتے تہے اور خواجہ بزرگ کے آستانہ پر سر نیاز دامنگیر ملتے تہے اور خواجہ کی نظر اس قول اللہ تعالےٰ پر تہی یهدی اللہ من یشاء ویضل من یشاء موافق مشرب صوفیہ صافیہ کے حضرت خواجہ کسی کو امر معروف ونہی عن المنکر نہیں کرتے تہے جو کوئی براہ اخلاص خود بخود مسلمان ہوجاتا اُس کو تلقین فرماتے تہے ورنہ کسی کے حال کے مزاحم نہیں ہوتے اور نہایت استغراق وحدت الوجود کے سبب سے ہر کسی کے ساتہ تواضع سے پیش آتے تہے اسی سبب سے کافر ومسلم اور خویش وبیگانہ ہر ایک مذہب کا آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر سر تسلیم خم کرتا تہا اور عقیدت سے فیض لیجاتا تہا۔ چنانچہ یہی طریقہ اب بہی جاری ہے کہ ہندو اور سب قوم کے مذہب والے ولایت گرد ونواح اجمیر کے حضرت خواجہ کے عرس کے روز ونیز دیگر ایام میں مثل جمعرات وغیرہ کے

نذر و نیاز لیکر روضہ منورہ میں حاضر ہوتے ہیں اور سر ارادت آستانہ فیض کاشانہ پر رکھتے ہیں اور اُن حضرت کے بہت سے ایسے مرید ہیں کہ صاحب ولایت ہوئے ہیں اور بادشاہی کرتے ہیں اور چہار دانگ ملک ہندوستان میں کوئی ایسا شہر اور قصبہ نہوگا جس میں حضرت خواجہ کے مریدوں میں سے ایک بھی آسودہ نہ ہوگا اور تصرف نہ کرتا ہوگا۔ اور **بعضے لوگ** جو دوسرے سلسلوں کے ہندوستان میں صاحب شہرت ہیں وہ بھی بدولت فیض باطنی جناب خواجہ کے تصرف کرتے ہیں **بعضے بطریق** خرقہ خلافت اس سلسلہ کے اور بعضے بحسب روحانیت فیض حضرت خواجہ ہی لئے ہیں جیسا کہ احوال سالار مسعود غازی میں یہ حال لکھا ہے۔ اور شیخ بدیع الدین شاہ مدار کے احوال میں بھی لکھا جاوے گا اور بعد حضرت خواجہ کے طبقہ بعد طبقہ ہر ایک وقت میں مریدان اس سلسلہ عالیہ چشتیہ سے سجادہ باطنی حضرت خواجہ بزرگ پر بیٹھے ہیں اور چہار دانگ ہندوستان پر معاً تصرف کرتے ہیں اور تقرر اور موقوفی ولایت ظاہری اور باطنی اُنکے قبضہ میں چھوڑی جاتی ہے۔ اور روح پُر فتوح حضرت خواجہ بزرگ کی ہر وقت اُن کی مددگار رہتی ہے اس قسم کا کمال تصرف کہ جسکی حیات و ممات میں فرق نہووے دوسرے اولیاء اللہ میں کم پایا جاتا ہے مگر انشاء اللہ یہ تصرف کامل صاحب سجادہ باطنی جناب خواجہ بزرگ میں قیامت تک موجود رہے گا۔ یہاں تک ختم ہوئی عبارت مرآۃ الاسرار کی **کاتب الحروف کہتا ہے** کہ یہ جو عبارت مرآت الاسرار سے معلوم ہوا کہ دوسرے سلسلہ کا بزرگ بھی ہندوستان میں فیض اور عنایت خواجہ بزرگ کی سے متصرف ہوتا ہے اس کی شرح یہ ہے کہ جب حضرت خواجہ بزرگ بحکم خدا اور بارشاد رسول اللہ علیہ السلام کے مالک ملک ہندوستان اور شاہنشاہ اولیائے جہاں کے ہیں اور تمام بزرگان ہندوستان اُن کے تابع ہیں۔ پس بحکم الناس علی دین ملوکھم ہر خاندان کا ولی جو اس ملک ہند میں جائے گیر حضرت خواجہ بزرگ کے حکم سے اور آپ کی متابعت سے

تصرف کرتا ہے جیسا کہ ذوق سماع و وجد و حالت سوائے خاندان چشتیہ کے دوسرے خاندانوں میں نہیں ہے بلکہ حضرت محبوب سبحانی عبد القادر جیلانی نے سماع و سرود کو اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں مطلق حرام لکھا ہے۔ پس بزرگان سلسلہ قادریہ جو اس ملک ہندوستان میں رتبہ ذوق و شوق و وجد و سماع کو پہنچے ہیں وہ ببرکت خواجگان چشت اہل بہشت کے پہنچے ہیں۔ ایسے ہی سلسلہ نقشبندیہ وغیرہ کے بزرگ بھی ہیں جو اس دولت شوق اور وجد اور سماع سے بطفیل خواجگان چشت اہل بہشت کے ہے متمول ہوئے ہیں ورنہ خاندان نقشبندیہ وغیرہ میں بھی سماع ممنوع ہے کہ شیخ بہاؤ الدین نقشبند سماع کے بارے میں فرماتے تھے۔ "کہ نہ ایں کار میکنم نہ انکار میکنم"۔ بلکہ سلسلہ نقشبندیہ دو گروہ کے ساتھ اس ملک ہندوستان میں مشہور ہے ایک مجددیہ۔ جو منسوب ہے حضرت شیخ احمد سرہندی الملقب مجدد الف ثانی سے کہ تابعین ان کے بوجہ انکار سماع کے اس نعمت ذوق سے محروم ہیں۔ دوسرا ابو العلائیہ جو منسوب ہے حضرت میر سید ابو العلا نقشبندی اکبر آبادی سے۔ یہ بہت بڑے بزرگ ہوئے ہیں ان کے خاندان میں نعمت سماع اور وجد ذوق و شوق کی موجود ہے۔ یہ فقیر کاتب الحروف اس خاندان کے اکثر بزرگوں سے ملا ہے اور ان کی کیفیت ذوق و شوق کو ایسا خوب دیکھا ہے کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ یہ فیض حضرت خواجہ بزرگ کا ہے جو میر سید ابو العلا نقشبندی اکبر آبادی کو بسبب روحانیت خواجہ بزرگ سے پہنچا ہے اور اجازت اور خلافت معنًا جناب خواجہ سے ان کو ملی ہے چنانچہ ایک ملفوظ میر ابو العلا میں فقیر نے دیکھا ہے۔ **نقل ہے کہ حضرت میر ابو العلا کے** ایک مرید کو شوق غالب ہوا کہ عرس شریف خواجہ بزرگ پر اجمیر جا کر زیارت روضہ منورہ سے مشرف ہوں۔ میر ابو العلا ہر چند انکو منع کرتے تھے۔ لیکن کچھ اثر نہیں ہوتا تھا۔ بمجبور سید ابو العلا صاحب نے انکو اجازت اجمیر شریف جانے کی دے دی

اور یہ کہا کہ جب تو روضہ متبرکہ حضرت خواجہ بزرگ پر پہنچے تو میری جانب سے بعد
سلام کے حضرت خواجہ سے عرض کرنا کہ آپ کو دور دراز ملک سے مخلوق کو کھینچکر بلانے
میں کیا فائدہ ہے جو اسقدر رنج اور تکلیف سفر میں لوگوں کو پہنچا کر اپنے تک بلاتے
ہو۔ چنانچہ وہ شخص جب مزار پر انوار خواجہ بزرگ پر پہنچکر درود فاتحہ سے فارغ ہوا تو
اس کے بعد اپنے پیر کا پیغام بھی عرض کر دیا اُسی شب کو زیارت خواجہ بزرگ سے خواب
میں مشرف ہوا دیکھا کہ خواجہ فرماتے ہیں کہ ہماری طرف سے تیرے پیر کو بعد سلام کہدینا
کہ ہمکو مخلوق کو کھینچکر بلانے سے کچھ فائدہ نہیں ہے نہ ہم کسی کو بلاتے ہیں۔ خود بخود مخلوق
چلی آتی ہے جب تم سے تمہارا ایک مرید ہی ہمارے پاس آنے سے نہ رک سکا تو اس قدر
مخلوق کیونکر باز رہ سکتی ہے۔ اب کے سال تو تمہارا مرید ہی آیا ہے اور سال آئندہ تمہاری
عورت اور تم خود آؤگے جس طرح ہو سکے روکنا وہ شخص واپس اکبرآباد میں گیا اور مخدوم
ابوالعلا سے یہ سب ماجرا خواب کا بیان کیا۔ عرس خواجہ بزرگ کے قریب آئے تو ابوالعلا
صاحب کی بی بی کو شوق زیارت روضہ خواجہ بزرگ کا غالب ہوا اور سامان روانگی
اجمیر کا کیا۔ اُن کے خاوند یعنی ابوالعلا صاحب نے بہت کچھ سمجھایا مگر سودمند نہ ہوا مجبور
ابوالعلا صاحب بھی اپنی عورت کے ساتھ اجمیر کو روانہ ہوکر روضہ خواجہ بزرگ پر پہنچے
دروازہ روضہ شریف کا جو بند تھا خود بخود کھل گیا۔ میر ابوالعلا مزار شریف پر پہنچے تو
جناب خواجہ بزرگ مرقد مبارک سے نکلکر ابوالعلا صاحب سے ملے اور ان کو سلسلۂ
چشتیہ میں بیعت کرکے خلافت عنایت فرمائی اور نعمت اس خاندان عالیشان سے
بہرہ ور کرکے اجازت سماع سننے کی بخشی اُس روز سے اس سلسلہ ابوالعلائیہ میں
سرود اور سماع جاری ہے۔ ایسا ہی حال بزرگان خاندان والاشان قادریہ والونکا
ہے۔ بہت سوں نے جناب خواجہ بزرگ اور اُن کے غلاموں سے فیض حاصل کیا ہے
اور جو کوئی شخص اس بارگاہ والاجاہ سے مشرف ہوا ہے اُس کی نعمت اور فیض سے سب

ہوگیا ہی حضرت شیخ سعدی ؒ نے صحیح کہا ہے۔ ؎

عزیزے کہ از درگہش سر بتافت بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

فصل چہارم بیان میں کلمات قدسی صفات جناب خواجہ معین الدین حسن چشتی رضی کے

حضرت سلطان التارکین خواجہ حمید الدین صوفی ناگوری کے ملفوظ۔ سرور الصدور میں لکھا ہے کہ حضرت سلطان التارکین فرماتے تھے کہ میں نے بارہا یہ رباعی حضرت خواجہ بزرگ کی زبان مبارک سے سُنی ہے۔ رُباعی۔

ہان اے دل گرم بادم سرد بساز با دیدۂ لعل وبا رُخ زرد بساز

فریادرسی چو نیست فسریاد مکن درماں چو نمی بینی با درد بساز

اُسی میں لکھا ہے کہ یہ رُباعی بھی آپ بہت فرمایا کرتے تھے۔ رباعی۔

اے دل غم آں مخور کہ فردا چہ شود زیراکہ ہمہ خوشی وراں میلے بہ شود

حکمے کہ بکرداست خداوند جہاں دانم چہ شود وگر نہ دانم چہ شود

اور یہ بیت آنکھوں میں آنسو بھر کر پڑھا کرتے تھے۔ ؎

او بر سرِ قتل دمن بروئش حیراں کیں راندن تیغش چہ نکو می آید

کذا فی الیل العارفین۔ از مرات الاسرار اور دلیل العارفین اور مونس الارواح میں درج ہے کہ حضرت خواجہ اس بیت کو اکثر فرماتے تھے ؎

خوبرویاں چو پردہ برگیرند عاشقاں پیش شاں چنیں میرند

دلیل العارفین اخبار الاخیار مرات الاسرار مونس الارواح

اور تمام بالعرفان خواجگان چشت میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ عنہ نے خواجہ بزرگ کے ملفوظات جمع کئے ہیں۔ وہ یہ ہیں خواجہ نے فرمایا۔ عاشق کا دل محبت کا آتشکدہ ہے۔ جو کچھ اس میں گزرے جل جاوے اور ناپید ہو جاوے

کیونکہ کوئی آگ محبت کی آگ سے برتر نہیں ہے۔ فرمایا کہ پانی جاری اور ندی نالوں
سے تم سنتے ہو کہ شورش کی آواز آتی ہے۔ لیکن جب وہ پانی دریا میں مل جاتا ہے تو
کوئی آواز نہیں آتی اور ساکت ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی جب طالب واصل حق ہو جاتا
ہے تو جوش و خروش اُس کا زائل ہو جاتا ہے۔ اور فرمایا کہ میں نے اپنے پیر سے سُنا
ہے کہ خداوند تعالےٰ کے دنیا میں ایسے بھی دوست ہیں کہ اگر تھوڑی دیر بھی خدا سے
وہ محجوب ہو جاویں تو وہ نابود ہو جاویں۔ اور فرمایا کہ میں نے اپنے پیر یعنی خواجہ عثمان
ہارونی سے سنا ہے کہ جس آدمی میں یہ تین خصلتیں ہوں گی وہ اللہ کا دوست ہے
اول سخاوت مثل دریا کے۔ دوسری شفقت مثل آفتاب کے۔ تیسری تواضع مثل
زمین کے۔ اور فرمایا کہ نیکوں کی صحبت نیک کام سے اچھی ہے اور بروں کی صحبت
بد کام سے بُری ہے۔ اور فرمایا کہ مرید توبہ میں اُسوقت ثابت ہوتا ہے کہ بائیں
طرف کا فرشتہ اُس کا بیس سال تک کوئی گناہ اُس کا نہ لکھے۔ اور فرمایا کہ میرے
پیر فرماتے تھے کہ مرد مستحق فقیر کہلانے کا اُس وقت ہوتا ہے کہ اُس سے عالم فانی میں
کچھ باقی نہ رہے۔ اور فرمایا کہ نشان محبت کا یہ ہے کہ پوری اطاعت کیجاوے
اور خوف اس بات کا رہے کہ مبادا محبوب ناخوش ہو جاوے اور فرمایا کہ عارفوں کا
ایک مرتبہ ہے جب اُس مرتبہ پر پہنچتے ہیں تمام دنیا اور مافیہا کو اپنی دونوں انگلیوں
کے بیچ میں دیکھتے ہیں۔ فرمایا کہ عارف وہ ہے کہ جو کچھ وہ چاہے وہی موجود ہو
اور جس سے بات کہے اُس سے جواب سنے لیکن اس راہ میں عارف وہ نہیں ہے
کہ بے خبری میں رہے۔ فرمایا کہ میں برسوں اس کام پر رہا آخر سوائے ہیبت
کے ہم کو نہ ملا۔ فرمایا کہ کمتر زیادہ رتبہ عارف کا یہ ہے کہ صفات حق کے ساتھ متصف
ہو اور کمال درجہ عارف کا محبت میں یہ ہے کہ اگر کوئی اُس پر دعوے نے آوے
وہ اُسکو قوت کرامت میں ملزم گردانے۔ فرمایا کہ تم کو گناہ تمہارے اسقدر نقصان

نہیں پہنچائیں گے جسقدر کہ خوار اور ذلیل کرنا کسی مسلمان کا تمکو میسر ہوگا۔ اور فرمایا
کہ اہل معرفت کی عبادت پاس انفاس ہے۔ اور فرمایا کہ خدا کے پہچاننے کی علامت
بھاگنا خلق سے ہے۔ اور چپ رہنا معرفت میں۔ اور فرمایا کہ جسوقت بندہ آئینۂ
دل کو زنگار دُنیا سے محبت حق کے صیقل کے ساتھ پاک کرتا ہے اور ذکر خلق سے
انس پکڑتا ہے اور ہستی غیر درمیان سے اٹھا دیتا ہے اُس وقت اللہ تعالے سے
یگانہ ہو جاتا ہے اور اگر ایسا نکرے قسم ہے حق کی کہ وہ خدا تک نہیں پہنچتا۔ اور فرمایا
عارف وہ ہے کہ جو کچھ اُس کے دل میں ہووے ظاہر لاوے تاکہ یگانہ ہو جاوے۔
جیساکہ دوست یگانہ ہے۔ اور فرمایا کہ بدبختی کی علامت یہ ہے کہ گناہ کرے اور
امیدوار رہے کہ میں مقبول ہوں۔ اور فرمایا کہ محبت والے ایک گروہ ہیں کہ اُن میں
اور خدائے تعالے میں کوئی حجاب نہیں ہوتا۔ اور فرمایا کہ علامت عارف یہ ہے کہ چپ
رہے اور غمگین رہے۔ اور فرمایا کہ جس کسی نے نعمت پائی ہے سخاوت سے پائی ہے۔
اور فرمایا کہ درویشی یہ ہے کہ جو کوئی اُس کے پاس کسی امید سے آوے وہ محروم نجاوے
اور فرمایا کہ چار چیز گوہر نفس مردوں کے ہیں۔ اول درویشی جو تونگری دکھلاوے۔
دوسرے بھوکا جو سیری دکھلاوے۔ تیسرے غمگین جو خوشی دکھلاوے۔ چوتھے وہ کہ
دشمن سے دوستی کرے۔ اور فرمایا کہ میرے پیر فرماتے ہیں کہ مومن وہ آدمی ہے
جو تین چیزوں کو دوست رکھے۔ اول درویشی کو۔ دوسرے بیماری کو۔ تیسرے
موت کو۔ جو کوئی ان تین چیزوں کو دوست رکھے اُس کو فرشتہ اور خداوند تعالیٰ
دوست رکھتے ہیں اور عوض اُس کا بہشت ہے۔ اور فرمایا کہ محبت کی راہ میں عارف
وہ ہے جو اپنے دل کو دونوں جہان سے اُٹھالے۔ اور فرمایا کہ دنیا میں سب سے
پیارا کام یہ ہے کہ درویش درویش کے پاس بیٹھے۔ اور بدترین چیز یہ ہے۔ کہ
درویش درویش سے جدا ہووے۔ اور فرمایا کہ حقیقت میں متوکل وہ ہے کہ رنج

اور محنت خلق کا خیال نہ کرے نہ کسی سے شکایت کرے نہ کسی سے حکایت۔ اور فرمایا
عارف زیادہ خلق میں وہ ہے کہ متحیر ہووے زیادہ۔ اور فرمایا کہ عارف کی علامت دوست
رکھنا موت کو اور چھوڑنا آرام کا اور اُنس پکڑنا ذکر حق سے۔ اور فرمایا عارف وہ ہے کہ
صبح کو وہ اُٹھے تو رات کی بات اُسکو یاد نہ رہے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زندہ کرتا ہے
اپنے محبوں کو اپنے انوار سے یہ ہی رویت ہے۔ اور فرمایا کہ محبت ذات وہ لوگ ہیں کہ
بے واسطے کی بات دوست کی سنتے ہیں۔ اور فرمایا کہ فاضل ترین اوقات یہ ہے کہ وسوسہ
جسوقت دلمیں نہ اُٹھے۔ اور فرمایا کہ علم ایک دریا ہے محیط۔ اور معرفت ایک ندی ہے۔ اُس
دریائے محیط سے پس خدا تعالیٰ کہاں اور بندہ کہاں۔ علم خدا کا ہے اور معرفت بندہ کو۔ اور فرمایا
عارف لوگ مثل آفتاب کے ہیں کہ تمام جہان میں اُنکی روشنی رہتی ہے۔ اور فرمایا کہ آدمی سزاوار قرب
میں نزدیک ہی نہیں ہوسکتی مگر فرمانبرداری نماز میں کیونکہ یہ نماز مومنوں کے لیے معراج ہے اور فرمایا کہ نماز ایک بھید ہے
کہ بندہ اپنے پروردگار سے کہتا ہے اور بھید کہنے میں وہی قرب پاتا ہے کہ جو لایق
اُس بھید کے ہے۔ اور بھید نہیں کہا جاتا ہے مگر نماز میں۔ اور فرمایا کہ ایک مدت
خانہ کعبہ کا طواف میں نے کیا جب میں حق پہنچ گیا تو کعبہ میرا طواف کرتا ہے۔ اور فرمایا
کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش واقعہ ہوئی تمام چیزیں آدم پر روئیں مگر
چاندی اور سونا نہیں رویا۔ فرمان حق ہوا کہ تم کیوں نہیں روئے اُنہوں نے عرض
کیا۔ الٰہی جو شخص تیرا نافرمان ہو اُسپر ہم کیسے روئیں۔ خدا کا حکم ہوا کہ ہمکو ہمارے عزت
اور جلال کی قسم کہ تمہاری قیمت کرا اور جو کچھ تم سے بنایا جائے اُس کو فرزندان آدم
کے ہاتھ پر ظاہر کردوں گا اور اُن کو تمہارا خادم بنادوں گا۔ اور فرمایا کہ حاجی لوگ
جسم سے طواف کعبہ کرتے ہیں اور بہشت مانگتے ہیں اور عارف لوگ دل کے ساتھ گرد
عرش کے اور حجاب عظمت کے پھرتے ہیں اور بقا رچاہتے ہیں۔ کذا فی سیر الاولیاء و
مرأت الاسرار وغیرہ۔ اور فرمایا کہ کتاب ریاحین میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک وقت

حضرت رسول علیہ السلام ایک جماعت پر گزرے کہ وہ ہنس رہی تھی آنحضرتؐ نے اُن پر سلام کیا اُنہوں نے جواب سلام کا دیا اور رُوئے ادب زمین پر رکھا حضرتؐ نے فرمایا کہ لوگو کیا تم قبر سے گزر چکے ہو۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا کیا حساب دیچکے ہو۔ اور دوزخ سے گزر چکے ہو۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا پس تمکو کس بات پر ہنسی آرہی ہے۔ اِس کے بعد اُس جماعت کو کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا اور فرمایا کہ عارف اُس کو کہتے ہیں کہ اگر عالم غیب سے روزمرہ ایک لاکھ اور دو لاکھ انوار تجلی کے اُسپر وارد ہوں اور ایک زمان میں ایک لاکھ حال اُسپر وارد ہوں تو ذرا بھی ظاہر نکرے۔ اور فرمایا کہ عارف وہ ہے کہ تمام علوم سے واقف ہو اور عقل سے ایک لاکھ معنی بیان کرے اور تمام وقت دریائے معانی میں تیر تا رہے۔ تاکہ ایک دروازہ اسرار و انوار الٰہی کا باہر لائے اور جوہر بان پر کہنے والوں کے ظاہر کرے۔ جب اُسکو پسند کرلیں تب کہا جاے کہ یہ شخص عارف ہے۔ اور فرمایا کہ محبت والوں کی توبہ تین قسم کی ہے۔ اوّل ندامت دوسرے ترک معاملت۔ تیسرے پاک ہونا مکالمت سے۔ اور فرمایا کہ اللہ کے دوست تین صفت کے ساتھ قائم ہیں۔ اوّل قوت صایم۔ دوسرے نماز دایم تیسرے ذکر قایم۔ اور فرمایا کہ محبت میں عارف وہ شخص ہے کہ کسی چیز میں اُس کو خودنمائی نہ ہو کیونکہ تسلیم اور دعوے ایک جگہہ جمع نہیں ہوسکتے۔ اور فرمایا کہ ہم سانپ کی طرح سے کینچلی سے باہر آئے اور دیکھا تو عشق اور عاشق اور معشوق ایک ہی ہے۔ یعنی عالم توحید میں سب کو ایک دیکھنا چاہئے۔ اور فرمایا کہ جب درویش کو لذت طاعت کی پیدا ہو جاتی ہے تو وہ حلاوت ہی اُس کے واسطے حجاب ہو جاتا ہی اور فرمایا کہ درجہ عارف کا وہ ہے کہ عجب طاعت اور اُسکی حلاوت سے توبہ کرے۔ فرمایا کہ میں جب حضرت حق تعالےٰ میں پہنچا تو کوئی تکلیف نہ تھی تمام راحت میں نے پائی۔ فرمایا کہ مینے اہلِ دنیا کو دیکھا تو اُنکو دنیا میں مشغول پایا اور جب اہلِ عقبیٰ پر نظر کی

تو اُن کو آخرت کے بند میں پایا اور محجوب مطلق اور مدعیان اور اہلِ تقوے اور اہلِ تصوف کو اس کی قید میں دیکھا اور ایک قوم کو کھانے پینے اور رقص میں پایا۔ اور جو لوگ کہ مقدم اور پیشرو اور سپہ سالار تھے وہ حیرت کی جنگ میں گم ہو گئے اور دریائے عشق میں غرق ہوئے دیکھے۔ اور فرمایا کہ محبت میں سچا وہ شخص ہے کہ جو کوئی بلا اُسے پہنچے تو اسکو بخوشی خاطر قبول کرے۔ اور فرمایا کہ میں نے آثار الاولیا میں لکھا دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ رابعہ بصریؒ اور حسن بصریؒ اور شفیق بلخیؒ اور مالک دینار ایک جگہہ بیٹھے تھے اور باتیں سچائی مولیٰ کی ہو رہی تھیں۔ ہر ایک ان میں سے سخن کہتا تھا جب نوبت رابعہ بصری کی آئی تو انہوں نے کہا کہ محبت مولے میں سچا وہ ہے کہ جب اسکو کوئی درد یا رنج پہنچے تو مشاہدہ دوست میں اُس درد کو بھول جائے۔ اور فرمایا کہ میں ایک مرتبہ ایک بزرگ صاحب حال اور مقامات کے ساتھ ایک قبر پر بیٹھا تھا قبر والے کو عذاب کیا جا رہا تھا اُس بزرگ نے جب یہ حال دیکھا نعرہ مارا اور جان دیدی ایک گھڑی بھی اسکو نہ گزری تھی کہ تمام جسم اُس کا پانی ہو کر بہ گیا اور ناپید ہو گیا فرمایا کہ اے عزیزو اگر حال قبر میں سوئے ہووں کا جو سانپ اور چیونٹیوں کی قید میں گرفتار ہیں۔ ذرا سا بھی تم دیکھو تو اُس کی ہیبت سے مثل نمک کے گل جاؤ۔ آپ سے یعنی خواجہ بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ بقا کیا ہے۔ فرمایا کہ بقا عین حق ہے اور بس۔ پوچھا کہ تجرید کیا ہے۔ فرمایا کہ غیر سے کاٹنا اور دوست سے ملنا۔ یہ سب بیان کتاب سیر الاولیا اور مرات الاسرار اور دلیل العارفین اور اخبار الاخیار سے لکھا گیا ہے۔ نقل ہے کہ ایک دن خواجہ بزرگ قلعہ منتلی اجمیر پر بیٹھے تھے ایک درویش نے خواجہ سے پوچھا کہ تارک دُنیا کسکو کہتے ہیں اور تارک کو کتنی چیزیں ترک کرنا چاہئیں۔ فرمایا کہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں تارک اُسکو کہتے ہیں کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وہ بجا لاوے اور جس کو منع کیا ہے اُسکو

نہ کرے اور باز رہے۔ پس ایسے شخص کو اگر تارک دنیا کہا جاوے تو روا ہے۔ لیکن بحقیقت میں نو چیزیں ہیں اگر ان کو نکرے تو اس کو تارک نہیں کہا جاتا۔ اس درویش نے عرض کیا کہ وہ نو چیزیں کیا ہیں بیان فرمایئے۔ خواجہ بزرگ نے اپنا مونہہ حضرت سلطان التارکین حمید الدین صوفی سعیدی سوالی ناگوری فاروقی کی طرف کر کے (آپ کے خلیفہ اعظم اور پیش امام خواجہ کے تھے) فرمایا کہ اے حمید الدین تم اس درویش کو وہ نو باتیں بیان کرو اور لکھ دو تاکہ یہ شخص دوسرے لوگوں کو دکھلائے اور اس سے بہت مسلمانوں کو نفع ہووے اس کے بعد حضرت مخدوم العالم قطب مدار شیخ حمید الدین صوفی سلطان التارکین نے فرمایا کہ اے برادر تارک کو چاہئے کہ اول کسب نکرے۔ دوسرے کسی سے قرض نہ لیوے تیسرے اگر سات روز کا بھوکا ہو تب بھی اپنا پردہ کسی پر نہ کھولے اور کسی سے کچھہ نہ مانگے۔ چوتھے اگر بہت سا کھانا یا نقد یا غلہ یا جنس اسکو ملے تو دوسرے دن کے واسطے بچا نہ رکھے۔ پانچویں کسی کے لئے بد دعا نکرے۔ اگر کوئی اس شخص کو زیادہ ستاوے تو یہی کہے کہ الہی اس شخص کو راہ راست کی ہدایت کر چھٹے اگر اسکو ہاتھہ سے کوئی نیک کام بن آئے تو اپنی پیر کی شفقت اور حضور رسول علیہ السلام کی شفاعت اور خدا کی رحمت سے جانے۔ ساتویں اگر برا کام اس سے بن آوے تو شومیٔ نفس سے سمجھے اور اپنے کو برے کاموں سے بچاوے اور خدائے تعالےٰ سے ڈرے تاکہ دوسری مرتبہ وہ کام اس سے نہ ہووے۔ آٹھویں جب کسی مقام پر پہنچے تو دن کو روزہ رکھے اور رات کو قیام کرے نویں بہت چپ رہے جبکہ ضرورت پڑے بات کہے جیسے شریعت میں آیا ہے کہ سخن کہنا حرام ہے اور چپ رہنا حلال یعنی وہ بات کہے جس میں خوشنودی حق تعالیٰ کی ہووے انتہے۔ اور فرمایا خواجہ بزرگ نے کہ درویش کو ایسی طاقت باطنی چاہئے کہ اگر کوئی سننے والا حکایت اولیاء میں نقص کرے اسکو وہ دکھلادے تاکہ اسکو اپنی قوت وکرامت سے ملزم گردانے۔ اور فرمایا کہ میں بعد بیعت کے اپنے مرشد کی خدمت میں

متواتر بیس برس رہا۔ اُن کی خدمت کرنے سے ایک دم بھی غافل نہ تھا اور اپنے نفس
کو آسودگی نہ دیتا تھا نہ دن کو دن جانتا نہ رات کو رات سمجھتا۔ جہاں میرے پیر
جاتے تھے میں اُن کے ساتھ حضرت کے بستر سونے کے اور توشہ راہ سر پر لئے ہوئے چلتا
تھا جب حضرت پیر نے میری خدمت ایسی دیکھی تو خوش ہو کر مجھکو وہ نعمت دی کہ جس کا
حد اور انتہا نہیں ہے۔ اُسوقت خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ جس نے پایا خدمت سے پایا
پس مرد کو چاہئے کہ ذرہ بھر مرشد کے حکم سے تجاوز نہ کرے۔ جو کچھ پیر نماز روزہ نفل
درود وظیفہ کے لئے فرماوے پوری اطاعت اور فرمانبرداری اُسکی کرے تب اُس
مقام کو پہنچے کہ پیر مشاطہ مرید کا ہے کیونکہ پیر جو کچھ مرید کو ترغیب دیگا اُسکی کمالیت کے
واسطے ہو گا۔ اور فرمایا کہ گروہِ عارفاں سے اہل فضل ہیں کہ وہ لوگ محبت دوست
میں مستغرق ہیں۔ پس وہ اپنی شرح میں لکھتے ہیں کہ جب آدمی باطہارت سوجاوے تو
اُسکی جان کو اُونچی لیجاکر زیر عرش پہنچاتے ہیں حکم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو سجدہ کر۔ آخر
پچھلی رات تک وہاں رہتا ہے۔ یعنی سجدہ میں پڑا رہتا ہے۔ اُس کے بعد حکم ہوتا ہے
کہ نور کا خلعت اُسکو پہناؤ اور اُلٹا پھیرو کہ یہ باطہارت سویا تھا۔ اور جو بے طہارت
سویا ہو تو پہلے آسمان سے ہی اُس کی جان کو واپس پھیرتے ہیں کہ یہ جان لایق اُس
درگاہ کے نہیں ہے کہ اُونچی جائے اور سجدہ کرے۔ اور فرمایا کہ عارف تمام وقت
ولولۂ عشق میں ہے اور ہمیشہ قدرت میں متحیر اگر کھڑا ہے تو دولت کے وہم میں کھڑا
ہے اور بیٹھا ہے تو دولت کے ذکر میں اور لیٹا ہے تو تماشائے قدرت میں اگر سوتا
ہے تو خیال دوست میں اگر جاگتا ہے تو گرد حجاب عظمت دوست میں اور طواف
میں۔ اور فرمایا کہ عاشق جب نماز صبح کی پڑھتا ہے جائے نماز پر قرار پکڑتا ہے۔
یہاں تک کہ آفتاب نکلے۔ مقصد اُس کا اُس میں یہ ہوتا ہے کہ دوست کی نظر میں قبول
ہو اور انوار تجلی دمبدم دل اور سر پر نازل ہو۔ اور فرمایا کہ علامت عارف کی یہ ہے

کہ عارف تمام وقت تبسم میں رہتا ہے اور جسوقت کہ عارف تبسم کرتا ہے عالم ملکوت میں درمیان مقربان درگاہ کے پڑتا ہے۔ پس جو کچھ اُن سے ظاہر ہوتا ہے اُسکو دیکھ کر تبسم کرتا ہے۔ اُسوقت فرمایا کہ عارف میں ایک حال ہے جسوقت کہ وہ حال پیدا ہوتا ہے ایک قدم مارنے میں کہ عرش سے حجاب عظمت تک پہنچتے ہیں اور دوسرے قدم مارنے میں اپنے مقام پر واپس آتے ہیں۔ اُسوقت خواجہ بزرگ چشم پُر آب ہوئے اور روئے۔ اور فرمایا کہ کمترین درجہ عارف کا ایک یہ ہے کہ جو ذکر کیا گیا اگر وہ لوگ کہ کامل ہیں خدا جانے اُن کا درجہ کہانتک ہے اور کہانتک پہنچتے ہیں اور کہاں سے اُلٹے آتے ہیں۔ اور فرمایا کہ اول درجہ چلنے والوں کا راہ شریعت ہے جب آدمی شریعت پر ثابت قدم ہو جاتا ہے اور ذرا تجاوز شریعت سے نہیں کرتا ہے اُس جگہہ سے آگے دوسرا درجہ ہے جس کا نام طریقت ہے جب اُس درجہ میں ہو جب احکام طریقت کے مضبوط ہو جاتا ہے اور اس سے بھی ذرہ بھر تجاوز اور تفاوت نہیں کرتا ہے تو اُس کے آگے تیسرے درجہ کو پہنچتا ہے جس کا نام معرفت ہے۔ پس جبکہ معنی کو پہنچگیا اُس جگہہ تمام شناخت اور آشنائی ہے اور جس جگہہ کہ آشنائی آوے حقیقتہً وہاں روشنائی پیدا ہو جاتی ہے۔ پس جب اس درجہ میں ثابت قدم ہو گیا تو چوتھی رتبہ کو پہنچتا ہے جسکا نام حقیقت ہے۔ اس درجہ میں ثابت قدم ہونے کے بعد جو مانگتا ہے پاتا ہے۔ اور فرمایا کہ ایک بزرگ سے میں نے سنا ہے کہ عارف وہ ہے کہ دو جہاں سے فرد ہو جائے پس مقام فردانیت میں پہنچتا ہے۔ کیونکہ اس راہ میں وہ آگے چلتا ہے جو تمام سے بیگانہ ہو جاتا ہے اور وہ جب ہوتا ہے کہ تمام علایق دنیا سے بیزار ہو جائے۔ اور فرمایا کہ نماز ایک امانت ہے پروردگار عالم سے بندوں پر واجب ہے کہ اُس امانت کو ایسا نگاہ رکھیں اور اس کا حق ایسا ادا کریں کہ کوئی خیانت اُس میں ظاہر نہ ہو۔ اور فرمایا کہ شیخ اوحد احمد

غزنوی سے ہے کہ جو قریب ملک شام کے ایک غار میں معتکف تھے۔ میں نے سنا ہے
کہ وہ کہتے تھے کہ خدا کا خوف دل میں ہووے تو جو ہووے اُس سے خوف کہاوے
اور فرمایا کہ افسوس اُسپر کہ فردائے قیامت جناب رسول علیہ السلام میں شرمندہ
رہے۔ پس اُسکو کونسی جگہہ ہوگی اور جبکہ آنحضرت سے شرمندہ ہوگا تو پھر کس کے
آگے جاوے گا۔ اور فرمایا کہ عجب مسلمان ہیں وہ لوگ کہ خداوند تعالےٰ کی بندگی کرنے
میں تقصیر کرتے ہیں۔ اور فرمایا کہ میں نے اپنے اوستاد مولانا حسام الدین بخاری سے
یہ حدیث پڑھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من اکبر الکبائر الجمع بین
الصلوتین۔ یعنی سب بڑے گناہوں سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی فرض نماز میں یہاں
تک ڈھیل کرے کہ نماز کا وقت گزر جائے اور پھر دونوں وقت کی نماز ایک وقت
میں گزارے۔ اور فرمایا کہ میں نے اپنے پیر سے سنا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ کیا تم کو
منافقوں کی نماز بیان کروں اصحابوں نے عرض کیا یارسول اللہ فرمائیے۔ کہا کہ جو
کوئی ڈھیل کرے عصر کی نماز میں آفتاب کے غروب ہونے تک کہ وہ وقت گنہگاری
کا ہے وہ گنہگار ہوتا ہے اور وقت عصر کا یہ ہے کہ رنگ آفتاب کا نہ پھرا ہو۔ اور
زرد نہ ہوا ہو۔ جاڑے اور گرمی میں یہی حکم ہے۔ فرمایا کہ جو شخص بھوکے آدمی کو
پیٹ بھر کر روٹی کھلاوے اللہ تعالےٰ درمیان اُسکے اور دوزخ کے سات حجاب
کردیتا ہے اور ہر ایک حجاب پانسو برس کا راستہ ہوگا۔ فرمایا کہ جو کوئی
جھوٹی قسم کھاوے گویا اُس نے اپنا گھر بار برباد کردیا اور خیر اور برکت
اُس سے اُٹھ جاتی ہے۔ فرمایا ہنسی یعنی قہقہہ روا نہیں ہے بلکہ گناہ کبیرہ میں
داخل ہے۔ اور قبرستان میں ہنسی قہقہہ کی روا نہیں ہے۔ فرمایا کہ ایک گناہ
کبیرہ سے یہ ہے کہ قبرستان میں کہانا کہاویں یا پانی پیویں ہوائے نفس کے ساتھ یعنی

عمداً او قصداً پس وہ ملعون ہے اور منافق کیونکہ وہ جگہہ عبرت کی ہے نہ جگہہ
شہوت کی۔ فرمایا کہ مرتبہ سوم میں اہل سلوک نے اُس کو بھی گناہ کبیرہ لکھا ہے
کہ کوئی آدمی اپنے بھائی مسلمان کو بلا وجہ ستاوے اور کلام اللہ میں اُسکے بارے
میں یہ آیت آئی ہے۔ قولہ تعالےٰ والذین یوذون المومنین والمومنات بغیر
ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتاناً و اثماً مبیناہ۔ فرمایا کہ مرتبہ چہارم میں اہل سلوک
لکھتے ہیں کہ ایک گناہ کبیرہ یہ ہے کہ آدمی نام اللہ کا سُننے یا کلام اللہ کا سُننے۔ اور
اُس کا دل نرم نہ ہووے اور اللہ تعالےٰ کی ہیبت سے اُس کا اعتقاد زیادہ نہووے
بلکہ خندہ اور لہو اور کھیل میں مشغول ہووے۔ یہ علامت منافقوں کی ہے۔ پس مومن
کو چاہیئے کہ اللہ کا نام سننے سے اور کلام اللہ کا سُننے سے دل اُس کا نرم ہو جائے
اور ہیبت نام خدا سے اُس کا اعتقاد زیادہ ہو۔ فرمایا کہ پانچ چیزوں کی طرف
دیکھنا عبادت ہے۔ اول ماں باپ کا موہنہ دیکھنا۔ دوسرے مرشد کا موہنہ دیکھنا
تیسرے قرآن شریف دیکھنا۔ چوتھے خانہ کعبہ کا دیکھنا۔ پانچویں علماء کو دیکھنا۔
فرمایا معرفت السلمین میں شیخ خواجہ عثمان ہارونی کی قلم سے میں نے لکھا ہوا دیکھا ہے
کہ جو کوئی ایک روز اپنے پیر کی خدمت ایسی کرے جو خدمت کا حق ہے اللہ تعالےٰ
اُسکو ہزار محل جنت میں دیگا اور ہزار نیکی اُس کے نامہ اعمال میں لکھے گا اور ہزار
حور بخشے گا اور قیامت کے دن بے حساب بہشت میں جاوے گا اور ثواب ہزار
سالہ عبادت کا اُس کے نامہ اعمال میں لکھے گا۔ فرمایا کہ مرید کو چاہیے کہ جو کچھ مرشد
کی زبان سے سُنے اپنا کان اُس کے متعلق رکھے اور جو ذکر نماز یا روزہ یا اُسکے
متعلق علاوہ نیکی کا سنے اُس کو اپنی قدرت کے بموجب عمل کرے اور ہمیشہ پیر
کی خدمت میں رہے۔ فرمایا کہ قیامت کے دن اولیاء اور مشایخ اور درویش
صادق کمبل اوڑہے ہوتے اٹھیں گے اور ہر ایک کمبل میں ایک لاکھ تار سے

زیادہ ہوں گے پس اُن درویشوں کے مرید اور اولاد ہر ایک ریشۂ کمبل کے لپٹینگے اور پلہ پکڑے ہوئے کھڑے رہیں گے جب خلق حشر سے فارغ ہوگی اللہ تعالےٰ اُنکو طاقت دیگا کہ پل صراط پر پہنچیں اور اُس کمبل کے پکڑنے والے سب کے سب پل صراط سے گزر کر بہشت کے دروازے پر پہنچیں گے اور فرشتگان مقرب سے کسی کی یہ طاقت نہ ہوسکے گی جو کہیں کہ تم کیسے یہاں پہنچ گئے۔ فرمایا کہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جو اللہ کی قدرت میں نہ ہو مگر چاہئے کہ اُس کی عبادت میں کسی قسم کی تقصیر نکرے۔ فرمایا جو آدمی چاہے کہ قیامت کے عذابوں سے بیخوف ہو جاوے اُسکو چاہئے کہ وہ بندگی کرے جو اُس سے برتر کوئی عبادت نہووے۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے عرض کیا کہ یا حضرت ایسی کونسی عبادت ہے فرمایا کہ عاجزوں کی مدد کرنا اور بیچاروں کی حاجت روا کرنا اور بھوکوں کو کھانا کھلانا کوئی عمل اللہ کے نزدیک اس سے بہتر نہیں ہے۔ فرمایا کہ مشائخ کبار کے اورادمیں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ سورہ فاتحہ حاجات برآنیکے لئے بہت زیادہ پڑھنا چاہئے جس کسی کو کوئی مہم یا مشکل پیش آوے سورۂ فاتحہ کو اسطرح پڑھے یعنی بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ۔ یعنی رحیم کی میم کو الحمد کے لام میں ملاوے اور ختم فاتحہ پر لفظ آمین کو تین مرتبہ پڑھے۔ اللہ تعالیٰ وہ تمام مہم اور مشکل اُس کی آسان کردے گا۔ فرمایا کہ سورۂ فاتحہ سب دردوں کے لئے دوا ہے اور شفا جو کوئی اس سورہ کو بسم اللہ کے ساتھ پڑھکر بیمار پر دم کرے حق تعالےٰ اُسکو شفا بخشے اِس سورۂ کی برکت سے۔ اِس کے بعد فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے الفاتحہ شفاء لکل داءٍ یعنی سورۂ فاتحہ دوا ہے ہر بیماری کے واسطے۔ فرمایا حق تعالےٰ نے تمام سورتوں کا ایک ایک نام مقرر کیا ہے مگر سورۂ فاتحہ کے سات نام رکھے ہیں اول فاتحہ۔ دوسرے سبع المثانی۔ تیسرے ام الکتاب۔ چوتھے ام القرآن۔ پانچویں سورہ مغفرت۔ چھٹے سورۃ الرحمت۔ ساتویں سورۃ المیثاق۔ فرمایا کہ ایک دفعہ میں اپنے

پیر کے ساتھ سفر میں تھا۔ دریائے دجلہ کے کنارے پر ہم پہنچے وہاں کشتی نہیں تھی جس سے عبور کرتے۔ جب ہم نزدیک پہنچے حضرت مرشد نے فرمایا کہ آنکھ بند کر لے۔ میں نے بند کر لی۔ پھر فرمایا کھول دے۔ آنکھ جب کھولی تو دوسرے کنارہ دجلہ پر اپنے کو اور مرشد کو پایا۔ مجھے تعجب ہوا جب ہم منزل پر پہنچے تو میں نے حضرت پیر سے عرض کیا کہ یا حضرت ہم کس طرح سے اس کنارہ دجلہ سے دوسرے کنارہ دجلہ پر پہنچ گئے۔ فرمایا کہ پانچ دفعہ میں نے سورۂ فاتحہ پڑھی اور پانی کے پار اتر گئے۔ پس جو کوئی کسی مہم کے واسطے سورۂ فاتحہ صدق دل سے پڑھے گا اور اس کی وہ حاجت پوری نہ ہو۔ قیامت کے دن وہ شخص میرا دامن پکڑ لے۔ فرمایا کہ سلوک کے بعض مشایخ نے ایک سو درجہ رکھے ہیں ان میں سے سترھواں درجہ کشف اور کرامت کا ہے پس جو کوئی اس سترھویں درجہ پر پہنچکر اپنے آپ کو ظاہر کر دے وہ تحقیق باقی تراسی رتبوں کو نہیں پہنچے۔ پس سالک کو چاہئے کہ جب تک پورے ایک سو مرتبہ کو طے نکرے اپنے کو ظاہر نہ کرے۔ فرمایا کہ ہمارے خانوادہ چشت میں پندرہ ہی درجہ سلوک کے رکھے گئے ہیں۔ ان میں سے پانچویں مرتبہ میں کشف و کرامت ہے۔ پس ہمارے خواجگان چشت فرماتے ہیں۔ کہ جب تک پندرہ درجے طے نکرے اپنے کو ظاہر نہ کرے تاکہ کامل ہو جاوے۔ فرمایا کہ ایک دفعہ لوگوں نے خواجہ جنید بغدادی سے پوچھا کہ آپ دیدار خدا کیوں نہیں مانگتے اگر مانگو تو ضرور ملے۔ جواب دیا کہ اس سبب سے میں دیدار نہیں مانگتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدار خدا کا چاہا اور سوال کیا مگر نہیں پایا اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے رویت الٰہی نہیں مانگی اور بغیر چاہنے کے حاصل ہوئی۔ پس بندہ کو خواہش ظاہر کرنے سے کیا مطلب۔ جب لائق اہلیت دیدار کے ہو گا خود بخود حجاب اٹھائے گا اور تجلی ہو جائے گی۔ مجھکو کیا حاجت جو درخواست کروں فرمایا چنانچہ چینوٹی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو طعنہ دیا کہ اے سلیمان اگر تم صابر ہوتے

اور جلدی نکرتے اور دیوؤں کی خواہش نکرتے تو فرشتہ تمہارے فرمان میں ہو جاتے
اور حضرت محمد نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے درخواست نہیں کی تو جو کچھ مملکت خداوند کی
تھی وہ سب اُن کے تصرف میں کردی اور جیسے کہ دیو آپ کے فرمانبردار ہیں فرشتے اُن کے
فرمانبردار ہوں گے۔ فرمایا جب عارف کامل کو حال ہوتا ہے ایک لاکھ مقام سے باہر آتا
ہے اور اپنا کام کھینچتا ہے اور اگر اُس مقام سے باہر نہیں آوے تو اسی مقام میں اُس کا
گھاٹا ہے۔ پس چاہیے کہ پیشتر ہو تاکہ ضائع نہ ہے۔ فرمایا قرار پکڑنا اس راستہ میں
دو چیز کا ہے ایک ادب عبودیت کا دوسرا التعظیم حق تعالیٰ کا۔ فرمایا کہ متوکل حقیقت
میں وہ ہے جو محنت اور اپنے رنج کو خلق سے اُٹھالے۔ فرمایا کہ جو کہ معتقدین میں سے
ہے وہ صوفی ہے۔ فرمایا قیامت کے دن حق تعالےٰ فرشتوں کو حکم دیگا تاکہ دوزخ کو
سانپ کے موہنہ میں سے نکالیں اُس وقت دوزخ کو تاب دیں گے یہاں تک کہ
ایک دم اگر وہ مارے تو تمام حشر قیامت دھواں دھار ہو جاوے اگر کوئی چاہے کہ
عذاب حشر سے بچے اُسکو چاہیے کہ عذاب سے بچنے کے لئے ایسی طاعت کرے کہ اُس سے
بہتر کوئی طاعت نہ ہو وہ یہ ہے کہ بھوکوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا حاجتمندوں کی حاجت
پورا کرنا عاجزوں کی مدد کرنا۔ فرمایا قیامت کے دن بعضے عاشقوں کو بہشت میں بھیجے
جانے کا حکم ہوگا وہ نہیں جاویں گے اور کہیں گے کہ یا خدا بہشت اُن لوگوں کو دے
جنہوں نے تیری عبادت بہشت کے واسطے کی ہو سچ ہے کہ جب آدمی کو رضائے خدائے
تعالےٰ حاصل ہو وہ بہشت کا کیا کرے۔ فرمایا کہ اہل سلوک سے اور عشاق سے جو
حرکت اور شغلہ اور گفتگو وجود میں آتی ہے۔ جب تک وہ پردہ سے باہر ہے لیکن
جب پردہ کے اندر انکو جگہ مل جاتی ہے تو خاموشی اور آرام اور سکوت مل جاتا ہے گویا
کہ کبھی فریاد کی ہی نہیں تھی۔ فرمایا کہ اگر کوئی بدکار نیکوں کی صحبت میں رہے تو امید
ہے کہ اُس میں یہ نیک صحبت اثر کرے گی اور دل میں نعمت اور نیکی کی ہوگی۔ اور اگر کوئی

نیک آدمی بُروں کی صحبت میں چند روز بیٹھے تو وہ بھی مثل بُروں کے ہو جائے اسیواسطے
سلوک میں آیا ہے کہ نیکوں کی صحبت نیک کام سے اچھی ہے۔ اور بُروں کی صحبت بُرے
کام سے بُری ہے۔ اور یہ مصرع پڑھا۔ ع صحبتِ نیکاں بہ از طاعت است
فرمایا کہ راہِ محبت میں تمام حاضرانِ محبت تین قسم پر ہیں۔ ایک حاضر ہے مشاہد وعید
دوسرا غائب۔ تیسرا حاضر ہے مشاہد۔ لاچار ہمیشہ خوشی میں رہتا ہے۔ فرمایا عارفِ حق
کی ہمت ایسی ہوتی ہے کہ کسی چیز کے ساتھ حق سے باز نہیں رہتا۔ فرمایا خواجہ حسن بصری
نے فرمایا کہ عارف وہ ہے کہ دنیا ترک کرے اور جو کچھ اُس کے پاس ہووے دوستی حق میں
ایثار کردے۔ فرمایا چونکہ عاشقوں کی راحت اخلاص اور محبت میں ہے۔ لہذا آزادی
نفس سے وہ بیکار ہوتے ہیں۔ فرمایا توکل عارفوں کا سوائے خدائے تعالیٰ کے کسی پر
نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ حقیقت میں متوکل وہ ہے کہ جو کچھ اُسپر گزرے خلق سے شمار نہ کرے
نہ کسی کی شکایت کرے نہ کسی کی حکایت۔ فرمایا اصلی توکل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم
کو جبریل علیہ السلام نے کہا کہ تمہاری کیا حاجت ہے کہا کہ تم سے کچھ نہیں۔ فرمایا کہ
توکل والوں کو حقایق توکل میں وقت ہوتے ہیں اگر وقت غلبہ عشق میں اُن کو ٹکڑے
ٹکڑے کر ڈالیں یا اُن کو کوئی رنج یا الم پہنچائیں یا اگر اُن کا چمڑہ بھی اکھیڑ ڈالیں تو
اُن کو کچھ خبر نہیں ہوتی۔ فرمایا عارف کا توکل یہ ہے کہ ہمیشہ متحیر رہے اور عالم سُکر
میں۔ فرمایا۔ خواجہ بایزید بسطامی سے پوچھا کہ عارف کون ہے فرمایا کہ وہ جو اپنے کو تین
چیزوں سے منقطع کرے۔ اول علم سے۔ دوم عمل سے۔ سوم خلق سے۔ تب عالم توکل
میں ثابت رہتا ہے۔ فرمایا کہ عارف وہ ہے جو راہِ عشق میں سوائے خدا کے دوسرا
کوئی نہ جانے۔ فرمایا کہ ایک بزرگ سے پوچھا کہ شوق عارف کا کہاں تک ہے۔ کہا
عارف کو جب تک کہ چند چیزوں سے خبر نہ ہووے وہ عارف نہیں کہلا سکتا۔ اول
دوست رکھنا موت کا راحت کے وقت۔ دوسرے اُنس رکھنا ذکر ہونے سے تیسرے

نظر فکر خاصہ میں رکھنا اُسوقت کہ نظر حق پر ہووے۔ فرمایا کہ توبہ کے کئی مقام ہیں
اوّل دور رہنا جاہلوں سے۔ دوسرے ترک کرنا جھوٹوں کا۔ تیسرے مغروروں سے
مونہہ پھیرنا۔ چوتھے محجوبوں سے دور رہنا۔ پانچویں دوڑنا خیرات پر۔ چھٹے درست
کرنا توبہ کا۔ ساتویں لازم کرنا توبہ کا۔ آٹھویں مظالم کی داد دینا۔ نویں طلب کرنا
غنیمت کا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمیوں میں سب میں ضعیف
زیادہ وہ ہے کہ عاجز ہووے۔ بوقت رکھنے شہوت کے اور قوی ترین مردمان وہ ہیں
جو قادر ہو دیں اُس کے ترک کرنے پر۔ فرمایا کہ شبلی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ شوق
کا رتبہ بڑا ہے یا محبت کا۔ جواب دیا کہ محبت کا کیونکہ شوق محبت سے پیدا ہوتا ہے
فرمایا جو محب دعوی مملکت کا کرے محبت سے گر پڑتا ہے۔ فرمایا محبت وفا ہے ساتھ
وصل کے اور حرمت ہوتی ہے ساتھ وصل کے یعنی مشاہدہ فقر محبت کا ہے کہ نگاہ
رکھتا ہے اپنے بھید کو اور کوشش میں رکھے اپنے نفس کو ساتھ ادا کرنے فرائض کے
فرمایا جنید بغدادی سے پوچھا کہ درجات محبت کے کیا ہیں۔ کہا وہ لوگ کہ سات دوزخ
کو اُس عظمت اور ہیبت کے ساتھ اُس کے دست راست پر رکھیں تو وہ کہیں کہ
دست چپ پر رکھنا چاہئے۔ فرمایا اوّل وہ چیز کہ بندہ پر فرض ہوئی معرفت تھی۔ حق
تعالے نے ایک چیز کو دوسری چیز کے لئے دلیل بنایا ہے اپنے فکر میں۔ فرمایا اسرار الاولیا
میں آیا ہے کہ اللہ تعالے جب اپنے محبوں کو زندہ کریگا اپنے نوروں سے وہی رویت
ہے جیسا کہ رسول علیہ السلام نے نظر کی حق تعالے کی طرف باقی رہے بے زمان و
بے مکان اسواسطے کہ وہ حاضر ہی نہیں ہے۔ مکان اوصاف حق تعالے کی ہے۔ فرمایا کہ
قیامت کے دن عاشقوں کو صدق محبت سے سوال کریں گے اگر عاشقوں میں سے
کہ جنہوں نے دعوی محبت کا کیا ہے صادق اور ثابت ہو تو زیادہ شرمندہ نہیں ہوگا۔
اور ثابت اور صادق نہیں او تو زیادہ شرمندہ ہوگا۔ اور درمیان محبوں کے مونہہ نہیں

دکھاتے گا اُسکو عاشقوں میں سے دُور کردیں گے۔ فرمایا کہ اہل محبت وہ ہیں کہ بے واسطہ اُستاد کے دوست کی بات سنتے ہیں جیسا کہ حدیث میں رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے قلبی حدثنی ربی۔ فرمایا ایک شخص درویشی کے جنگل میں مرگیا اور مرنے کے بعد ہنسا آگے سے پوچھا کہ تو مرگیا ہے اور ہنستا ہے کہا کہ محبت ایسی ہی ہے اُسوقت خواجہ نے فرمایا کہ وہ شخص اپنے حال سے فانی تھا اور مشاہدہ دوست میں باقی اللہ تعالیٰ متولی اُس کے اعمال کا تھا اُسکو خود کوئی اختیار نہ تھا اور غیر سے اُسکو قرار نہیں تھا۔ فرمایا کہ اے غافل توشہ تیار کر اس سفر کے لئے کہ تجھکو کرنا ہے یعنی موت کا۔ فرمایا اہل محبت ایک گروہ ہیں کہ اُن میں اور اللہ تعالےٰ میں حجاب نہیں ہے۔ فرمایا جسکو کہ محبت اور فقر دیا گیا اگر اُسکو وحشت نہ دی جاتی تو وہ دیوانہ ہو جاتا۔ فرمایا عارف کہتے ہیں کہ یقین ایک نور ہے کہ بندہ اُس سے منور ہوتا ہے اپنے حال میں۔ پس وہ نور اُسکو درجہ محبان اور متقیان میں پہنچا دیتا ہے۔ فرمایا اصل اولاد آدم کی آب اور خاک سے ہے۔ پس کوئی ہوتا ہے کہ اُسپر پانی غالب ہوتا ہے اُس کو لطف ریاضت کا دینا چاہئے اور کسی پر خاک غالب ہوتی ہے اُسکو سختی سے محنت سے گوندھنا چاہئے۔ فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ پانی کو پیدا کرے تو سب رنگوں کو ملاکر اور سب ذائقوں کو آمیز کرکے پانی بنایا کہ اسی سبب سے پانی کا کوئی رنگ نہیں ہوتا اگرچہ اُس کے پینے سے زندگی ہوتی ہے مگر رنگ کی خبر نہیں ہوتی۔ پوچھا محبوب کون ہے۔ فرمایا وہ کہ آغاز عشق میں ناچیز ہو جاوے اور دوسرے تیسرے روز ہی ناپید ہو جاوے۔ فرمایا بقا حق ہی اور فنا غیر اُس کے ہے۔ فرمایا تجرید صفات محبوب کی ہے۔ فرمایا میں نے ملتان میں ایک بزرگ سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ توبہ اہل محبت کی تین قسم کی ہوتی ہے۔ اول ندامت۔ دوسرے ترک معاملت۔ تیسرے اپنے کو پاک کرنا مظالم اور خصومت سے۔ فرمایا کہ توبہ نصوح تین چیز ہیں درمیان اہل سلوک کے۔ اول کم کھانا واسطے روزہ کے۔ دوسرے کم سونا

واسطے نماز کے۔ تیسرے کم بولنا واسطے ذکر کے۔ فرمایا ایمان تین ہیں۔ اوّل خوف دوسرے امید۔ تیسرے محبت۔ پس خوف کے درمیان میں ترک کرنا گناہ کا ہے تاکہ آگ دوزخ سے نجات پائے۔ اور امید کے ضمن میں بندگی خوف سے کرنا تاکہ بہشت ملے اور محبت کے ضمن میں چھوڑنا مکروہات کا ہے تاکہ رضائے حق حاصل ہووے۔ فرمایا محبت میں عارف وہ ہے کہ کسی چیز کو دوست نہ رکھے مگر ذکر کو۔

فوائد السالکین میں لکھا ہے کہ خواجہ قطب الدینؒ نے فرمایا کہ میں نے اپنے مرشد خواجہ معین الدین چشتی سے سنا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ ایک بزرگ تھا جس نے مدت دراز تک عبادت خداوند تعالےٰ کی کی اور جو کچھ مجاہدہ کا حق تھا وہ پورا کیا اُس پر ایک بھید نے اسرار محبت سے اُسپر تجلی کی۔ چونکہ وہ بزرگ حوصلہ کم رکھتا تھا تاب اور طاقت ضبط کی نہ لایا فوراً اُسکو ظاہر کردیا اُسیوقت جو کچھ نعمت وہ رکھتا تھا وہ سب سلب کرلی گئی۔ وہ درویش دیوانہ ہوگیا کہ یہ کیا ہوگیا۔ ہاتف نے آواز دی کہ اے خواجہ اگر تو اُس ایک بھید کو پوشیدہ رکھ لیتا تو دوسرے اسرار کی تجلی تجھپر ہوتی لیکن جو دیکھا گیا کہ ابھی تک تو ستر حجاب کے درمیان میں ہے پس وہ نعمت تجھ سے لے لی گئی اور دوسرے کو دیدی گئی۔ **الیضاًفیہ**۔ خواجہ قطب الدینؒ فرماتے تھے کہ خواجہ معین الدین چشتیؒ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی محب ہووے اور دعوٰے محبت کا کرے تو جانے کہ بلائے دوست کی دوستی کے واسطے ہے۔ جبدن کہ ہمپر بلا نازل نہیں ہوتی حقیقتاً ہم جانتے ہیں کہ آج نعمت ہم سے لی گئی اس لئے کہ راہِ سلوک میں بلائے دوست کی نعمت سمجھی گئی ہے۔

رباعی

تابلا بر کسے قضا نکنیم ۔ نام او را ز اولیا نکنیم

ایں بلا گوہر خزانہ ماست ۔ گوہر خود بکس عطا نکنیم

الیضاًفیہ۔ خواجہ قطب نے فرمایا کہ خواجہ معین الدین چشتی اپنے پیر کے کپڑوں سے تجدید بیعت

کیا کرتے تھے۔ راحت القلوب میں لکھا ہے کہ خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ ستائیسویں
تاریخ رجب کی شب معراج ہے۔ یہ رات رحمت کی رات ہے جو کوئی اس رات کو زندہ
رکھے امید ہے کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت سے محروم نہیں رہے گا۔ ایضاً فیہ
شیخ فریدالدین گنجشکر نے فرمایا کہ میں ایک روز خدمت میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی
حسن سنجری کے بیٹھا تھا۔ فرمایا کہ اہل معرفت کو ہے توکل اوقات کا۔ اور وہ علم علوی
ہے اور شوق۔ پس اگر اسکو اسوقت میں جلادیں تو بھی خبر نہیں ہوتی۔ اسکے بعد فرمایا کہ
اہل معرفت کو دعویٰ کرنا اور گفتگو کرنا اسوقت میں درست ہے کہ اول وہ خود ثمرہ معرفت
کا مخلوق کو دکھادیں اور جو لوگ کہ دعوے میں بر سر بحث آویں انکو اپنی قوت و کرامت
سے ملزم گردانے۔ ایضاً فیہ حضرت گنجشکر نے فرمایا کہ میں نے شرح شیخ الاسلام خواجہ معین الدین
حسن سنجری میں لکھا دیکھا ہے۔ بروایت حضرت ابن مسعود کے کہ جو کوئی تہجد کی نماز میں
دس آیت سورۂ بقر کی اس ترتیب سے پڑھے کہ چار آیت پہلی آیت الکرسی سے
اور چار آیت بعد آیت الکرسی کی اور دو آیت آخر سورت سے پڑھے اس روز اوس
گھر میں شیطان نہ جائے رات تک۔ ایضاً فیہ حضرت گنجشکر نے فرمایا کہ میں نے اور اق
خواجہ معین الدین حسن سنجری میں لکھا دیکھا ہے کہ تمام ماہ صفر میں تین لاکھ اور بیس ہزار
بلا نازل ہوتی ہیں۔ اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ خواجہ معین الدین چشتی نے حضرت
خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو پانسو درم تک قرض لینے کی اجازت دی تھی اور
جب درجہ تکمیل کو پہنچ گئے تو اس سے منع کر دیا۔ دلیل العارفین میں خواجہ قطب الدین
نے لکھا ہے کہ جب خواجہ بزرگ تمام فوائد بیان کر چکے تو چشم پر آب کر کے فرمایا کہ اب ہم
اس جگہہ کیطرف سفر کریں گے کہ جہاں ہمارا دفن ہو گا۔ یعنی اجمیر کو جائیں گے۔ پس
آپ نے سب کو وداع کیا اور مجھکو یعنی خواجہ قطب الدین کو فرمایا کہ تم ہمارے ساتھ
رہو۔ چنانچہ میں دو ماہ سفر میں آپ کے ساتھ رہا اور ہم اجمیر میں پہنچے۔ اُس زمانہ

میں پتھورا زندہ تھا اور اجمیر اُس کے قبضہ میں تھا۔ اجمیر میں چند ان مسلمانی نہ تھی بعد قدم رنجہ فرمانے خواجہ کے اجمیر میں اسلام نے اس قدر رونق پائی کہ جس کی حد اور انتہا نہیں ہے۔ **کاتب الحروف** کہتا ہے کہ اس عبارت مذکورۂ بالا دلیل العارفین سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام الفاظ گوشتہ خواجہ بزرگ نے بغداد شریف میں فرمائے ہیں۔ اور یہ کتاب دلیل العارفین بھی وہاں ہی جمع کی گئی ہے اور رہنا خواجہ بزرگ کا بغداد شریف میں مدت تک اور آنا جانا آپ کا معلوم ہوتا ہے اور معیت بھی خواجہ قطب الدین کی حضرت خواجہ بزرگ سے بغداد شریف کی مسجد امام ابو اللیث سمرقندی میں ظاہر ہوتا ہے اور یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ خواجہ قطب الدین بغداد شریف سے اجمیر تک خواجہ بزرگ کے ساتھ آئے اُس کے بعد اجمیر سے روانہ ہو کر دہلی میں مقیم ہوئے ہیں اور آخر عمر میں خواجہ بزرگ کے پھر اجمیر میں آئے ہیں جیسا کہ **مرأت الاسرار** میں لکھا ہے کہ عبارت دلیل العارفین سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ قطب الدین اجمیر شریف میں بخدمت خواجہ بزرگ اپنے پیر مرشد کی آخر عمر میں آئے ہیں کہ آخر کتاب دلیل العارفین کی عبارت یہ ہے۔ **مجلس گیارہویں** جمعرات کے روز کہ یہی مجلس آخری تھی۔ مسجد اجمیر میں دولت قدمبوسی حضرت خواجہ کی حاصل ہوئی۔ درویش لوگ اور عزیزان اہل صفہ اور مریدان دیگر خدمت میں حضرت خواجہ بزرگ کے حاضر تھے۔ سخن ملک الموت کے ذکر میں ہو رہا تھا۔ فرمایا کہ دنیا بغیر ملک الموت کے ایک جو کے برابر بھی قیمت نپاوے۔ عرض کیا کہ کیوں۔ فرمایا اس سبب سے کہ حدیث شریف میں آیا ہے الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب یعنی موت ایک پل ہے کہ دوست کو دوست سے ملاتی ہے اور جو کچھ اُس کے غیر ہو اُس سے بات کو کاٹ ڈالا جاتے۔ فرمایا کہ دلوں کو پیدا کیا گیا ہے اسواسطے کہ گرد عرش کے طواف کریں۔ فرمایا کہ کتاب محبت میں آیا ہے کہ حق تعالے نے فرمایا کہ اے بندے جب میرا ذکر تجھپر غالب ہوتا ہے میں تیرا عاشق ہو جاتا ہوں اور عشق کے معنے محبت کے ہیں۔

فرمایا اے درویش ہم کو جو اس جگہہ لایا گیا ہے ہمارا دفن یہاں ہوگا۔ ہم چند روز میں کوچ کریں گے یہاں سے پہر تہوڑے دن کے بعد آپ نے رحلت فرمائی۔

شیخ علی سنجری کو حکم ہوا کہ مثال لکھہ تاکہ قطب الدین دہلی جاوے کہ میں نے خلافت اور مصلے اپنے خاندان کا اُس کو دیا ہے اور دہلی مقام اس کا ہے۔ جب وہ مثال تمام ہوگیا۔ وہ مثال مجھکو عنایت فرمایا میں نے سر زمین پر رکھکر سلام عرض کیا۔ فرمایا میرے نزدیک آؤ۔ میں نزدیک گیا خواجہ نے اپنی دستار مبارک اور ٹوپی میرے سر پر رکھی اور شیخ عثمان ہارونی کا عصا میرے ہاتھہ میں دیا اور خرقہ مجھکو پہنایا اور قرآن شریف اور مصلے اور نعلین دیکر فرمایا کہ یہ امانت ہے کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہمارے خواجگان کو پہنچی ہے اور ہمنے تجھکو عنایت کی ہے جیسا ہمنے حق اس امانت کا ادا کیا ہی ویسا ہی تم بہی حق بجا لانا تاکہ قیامت کے روز ہمکو ہمارے خواجگان کے روبرو شرمندگی نہو۔ میں نے اپنا مونہہ زمین پر رکہا اور دوگانہ نماز کا ادا کیا اس کے بعد خواجہ بزرگ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مونہہ آسمان کی طرف کر کے مجھسے فرمایا کہ جا ہمنے تجھکو خدا کے حوالہ کیا منزل گاہ عزت تک تجھکو پہنچا دیا اور جنگل سے حقیقت کے پار کر دیا اُسوقت فرمایا کہ چار چیز گوہر یقین کے ہیں۔ اول درویشی جو تونگری دکھلاوے۔ دوسرے بہوک کہ سیری دکھلاوے۔ تیسرے وہ غم جو خوشی دکھلاوے چوتہے وہ مرد کہ دشمن سے دوستی دکھلاوے۔ پہر خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ جا جہاں تو ہے با خدا رہے اور جس جگہہ رہے مرد رہے میں نے پہر مونہہ زمین پر رکہا۔ روانہ ہو کر دہلی میں آکر سکونت اختیار کی کہ تمام رؤسا اور صدور اور حکام اور ائمہ دہلی میری طرف متوجہ ہوئے۔ اس بات کو چالیس دن نہیں گزرے تہے کہ ایک اجمیر سے آنیوالے نے بیان کیا کہ خواجہ بزرگ تمہارے دہلی کو روانہ ہونے سے بیس روز بعد رحلت فرما گئے۔ اُسی رات کو میرا دل خراب ہوا میں مصلے پر سوتا تہا کہ حضرت خواجہ بزرگ کے جمال کو میں نے خواب میں دیکہا کہ آپ عرش کے نیچے

کھڑے ہیں۔ میں نے اُن کے قدموں میں سر رکھا اور رحلت کے حال کی پوچھا۔ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے بخشدیا اور کروبیاں نے عرش کے نزدیک مجھے مکان دیا تاکہ یہاں رہوں فرمایا ان وظیفوں کو آدمی ہمیشہ پڑہتا رہے اگر دن میں نہ پڑھ سکے تو رات کو پڑہا کرے کہ رات خلیفہ دن کی ہے اور دن خلیفہ رات کا ہے۔ فرمایا کہ صاحب ورد کو چاہیے کہ ہر حال میں اپنا وظیفہ پڑہتا رہے بعد ورد کے اپنے کام میں مشغول ہووے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے تارک الورد ملعون۔ فرمایا کہ مشایخ اور اولیا اور انبیا اپنا ورد مقرر پڑہتے اور جو کچھہ اپنے پیروں سے سنتے ہیں اُسکو ادا کرتے ہیں۔ اسکے بعد فرمایا کہ ہمارے خواجگان سے چلا آرہا ہے کہ وہ سب اس وظیفہ کو پڑہا کرتے تھے اور ہم بھی پڑہتے ہیں اور تمکو بھی کہتے ہیں کہ تم بھی یہ وظیفہ پڑہا کرو کہ یہ ہمارے خاندانی وظیفے ہیں۔ فرمایا۔ جب خواب سے اُٹھے آدمی صبح صادق کے وقت تو اسکو چاہیے کہ داہنے پہلو پر اُٹھے اور یہ کہے بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ الذی ینزل الرحمۃ والبرکۃ پہر وضو باشرائط کرے اور دوگانہ پڑہے اور مصلے پر بیٹھا رہے اور ستر آیت سورہ بقر سے اور ستر آیت سورہ انعام سے اور تیس آیت سورہ یوسف سے پڑہے اس کے بعد یہ ذکر سو مرتبہ کرے لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ اسوقت تنتیس ۳۳ آیت سورہ انعام سے پڑہے اور تیس ۳۰ آیت سورہ یوسف کی پڑہے۔ اس کے بعد صبح کی نیت ادا کرے۔ اول رکعت میں الحمد کے بعد الم نشرح اور دوسری رکعت میں الم ترکیف پڑہے۔ اور بعد سلام کے سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العلی العظیم وبحمدہٖ استغفر اللہ من کل ذنب واتوب الیہ ستر مرتبہ پڑہے۔ پہر فرض نماز صبح کے ادا کرے اور قبلہ کی طرف مونہہ کرکے بیٹھے اور دس مرتبہ کہے لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لا یموت ابدا ابدا ذوالجلال والاکرام وھو علی کل شیء قدیر اسکے بعد تین دفعہ کہے اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ واشھد ان

محمد اعبدلاور سولہ۔ اس کے بعد تین دفعہ درود پڑھے اللھم صل علی محمد ما اختلف الملوان وتعاقب العصران وتکرر الجدیدان واستصحب الفرقدان بلغ روح محمد منا التحیۃ والسلام یا عزیز یا غفار اس کے بعد تین بار یہ کہے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العلی العظیم وبحمدہ استغفر اللہ من کل ذنب واتوب الیہ اس کے بعد ایک مرتبہ پڑھے استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم غفار الذنوب ستار العیوب علام الغیوب کشاف الکروب مقلب القلوب واتوب الیہ اس کے بعد تین مرتبہ کہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یا قدیم یا دائم یا قائم یا حی یا قیوم یا احد یا صمد یا علیم یا حلیم یا عظیم یا علی یا نور یا اللہ یا فرد یا وتر یا باقی یا حی یا قیوم اقض حاجتی بحق محمد وآلہ اس کے بعد ننانوے نام اللہ تعالیٰ کے پڑھے ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو الرحمٰن الرحیم الملک القدوس السلام المومن المھیمن العزیز الجبار المتکبر الخالق البارئ المصور الغفار القھار الوھاب الرزاق الفتاح العلیم القابض الباسط الخافض الرافع المعز المذل السمیع البصیر الحکم العدل اللطیف الخبیر الحلیم العظیم الغفور الشکور العلی الکبیر الحفیظ المقیت الحسیب الجلیل الکریم الرقیب المجیب الواسع الودود المجید الباعث الشھید الحق الوکیل القوی المتین الولی الحمید المحصی المبدئ المعید المحی الممیت القیوم الواجد الماجد الواحد الاحد الصمد القادر المتقدر المقدم الآخر الاول الاٰخر الظاھر الباطن الولی المتعالی البر التواب المنتقم العفو الرؤف المالک الملک ذوالجلال والاکرام المقسط الجامع الغنی المغنی المعطی المانع الضار النافع النور الھادی البدیع الباقی الوارث الرشید الصبور الذی لیس کمثلہ شئی وھو السمیع البصیر غفرانک ربنا والیک المصیر نعم المولیٰ ونعم النصیر۔ اس کے بعد ننانوے نام پیغمبر علیہ السلام کے پڑھے۔ وہ یہ ہیں محمد احمد حامد محمود عاقب

فاتح خاتم حاشر ماحی داعی سراج منیر بشیر نذیر رسول نبی هادی مهتدی مهدی
خلیل ولی نصیر طه یٰس مزمل مدثر حبیب کلیم مرتضیٰ مصطفیٰ مختار مصدق
قائم حجۃ بیان حافظ شہید عدل حلیم نور مبین برھان مطیع مذکر امین
واعظ صاحب ناطق صادق مکی مدنی ابطحی عربی ہاشمی قریشی عزیز مصری حریص
رءوف رحیم جواد غنی کریم علیم طبیب مطیب خطیب فصیح رشید طاہر
مطہر امام امی ہشتی بار شفاء متوسط سابق مقتصد حق متین اول آخر ظاہر
باطن رحمۃ شافع مشفع محلل محرم آمر ناہی حکیم قریب شکور رقیب مجتبیٰ منیب
اوبی حسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر۔ اس کے بعد میں یہ ورد
تین مرتبہ پڑھے اللھم صل علیٰ محمد حتیٰ لا یبقیٰ من البرکات شئی اس کے بعد ایک
بار آیت الکرسی پڑھے اس کے پیچھے تین مرتبہ قل اللھم مالک الملک قدیر تک
پڑھے۔ پھر تین بار سورۂ اخلاص بسم اللہ کے ساتھ پڑھے۔ اس کے بعد سات
مرتبہ یہ آیت پڑھے فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب
العرش العظیم پھر تین مرتبہ کہے ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ واعف عنا واغفر
لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین اسوقت تین بار کہے اللھم
اغفر لی ولوالدی ولجمیع المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء
منھم والاموات برحمتک یا ارحم الراحمین پھر تین مرتبہ کہے سبحان اللہ الاول
المبدی سبحان اللہ الباقی اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد
پھر تین بار کہے واشھد ان لا الٰہ الا اللہ علیٰ کل شئی قدیر وان اللہ قد احاط
بکل شئی علما واحصیٰ کل شئی عددا بعدہ تین مرتبہ پڑھے توبۃ عبد ظالما
لا یملک نفسہ نفعا ولا ضرا ولا موتا ولا حیاتا ولا نشورا۔ اس کے بعد تین
مرتبہ پڑھے یا حی یا قیوم یا اللہ لا الٰہ الا انت اسئلک ان تحیی قلبی بنور

معرفتک ابد ابد ایا اللہ یا اللہ - اس کے بعد سات دفعہ کہے یا مسبب الاسباب یا مفتح الابواب یا مقلب القلوب والابصار یا دلیل المتحرین ارشدنی یا غیاث المستغیثین اغثنی توکلت علیک یا رب فوضت امری الیک یا رب لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ما شاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن بحق ایاک نعبد وایاک نستعین پھر ایکبار کہے اللّٰھم انی اسئلک یا من یملک حوائج السائلین ویعلم ضمیر الصامتین فان لک من کل مسئلۃ منک سمعًا حاضرًا ناظرًا وجوابًا عتیدًا وان لک من کل صامتۃ علمًا ناطقًا فاعطنا مواعیدک الصادقۃ وایادیک الفاضلۃ و رحمتک الواسعۃ النافعۃ النظر برحمتک یا ارحم الراحمین - اس کے بعد تین مرتبہ کہے یا حنان یا منان یا دیان یا سبحان یا غفران یا ذوالجلال والاکرام - پھر تین مرتبہ کہے اللّٰھم اصلح امۃ محمد اللّٰھم ارحم امۃ محمد اللّٰھم فرج عن امۃ محمد پھر تین مرتبہ کہے -
الحمد اللہ الذی فی القبور قضائہ وامرہ والحمد للہ الذی فی البر والبحر سبیلہ والحمد للہ الذی فی جھنم سلطانہ والحمد للہ الذی لا مفر ولا منجاء الا الیہ رب لا تذرنی فردًا وانت خیر الوارثین پھر تین مرتبہ پڑھے سبحان اللہ ملا المیزان ومنتھی العلم وزنۃ العرش ومبلغ الرضاء برحمتک یا ارحم الراحمین - اس کے بعد یکبار کہے رضیت باللہ ربا کریما وبمحمد نبیًا وبالاسلام دینًا وبالقرآن امامًا وبالکعبۃ قبلۃ وبالمومنین اخوانا اس کے بعد تین مرتبہ کہے بسم اللہ خیر الاسماء بسم اللہ رب الارض والسماء بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شئی فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم اس کے بعد دس بار پڑھے اللّٰھم اجرنا من النار یا مجیر پھر ایک سو مرتبہ کہے لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پھر ایک مرتبہ کہے اشھد ان الجنۃ حق والصراط حق والمیزان حق والنار حق والموت حق والسؤال حق والشفاعۃ والقبر حق ومعجزۃ الانبیاء ورویۃ اللہ حق وان الساعۃ

آیتہ لاریب فیہا وان اللہ یبعث من فی القبور پہر ہاتھ اونچے کرے اور یہ دعا پڑہے
اللھم نور ذنوبنا و نور دبرنا و نور حضورنا و نور معرفتنا و نور طاعتنا و نور
نعمتنا و نور محبتنا و نور شوقنا و نور ذوقنا و نور عشقنا و نور دالستا برحمتک یا ارحم
الراحمین ۔ اس کے بعد مسبعات عشر پڑہے ایک بار سورہ یٰسین پڑہے ۔ اس کے بعد سورہ
ملک پڑہے ۔ پہر سورہ جمعہ پڑہے ۔ جب آفتاب بلند ہو جائے ۔ نماز اشراق کی پڑہے
اور وہ دس رکعت ہیں پانچ سلام سے شفعہ اول میں بعد فاتحہ کے انا انزلنا ایکبار
اور دوسرے شفعہ میں بعد فاتحہ کے سورہ اذا زلزلت اور تیسرے شفعہ میں بعد
فاتحہ کے انا اعطینا ایک بار اور چوتہے شفعہ میں بعد فاتحہ کے قل یا ایہا الکافرون
ایکبار اور پانچویں شفعہ میں بعد فاتحہ کے اخلاص دس مرتبہ ۔ جب نماز سے فارغ
ہو جاوے دس مرتبہ درود شریف پڑہے ۔ پہر چاشت تک قرآن شریف کی تلاوت
کرے ۔ پہر نماز چاشت کی بارہ رکعت تین سلام سے ادا کرے ہر رکعت میں بعد فاتحہ
کے والضحیٰ ایک ایک بار پڑہے ۔ بعد سلام کے تیسرا کلمہ یعنی کلمہ تمجید سو مرتبہ پڑہے
بعد اس کے سو مرتبہ درود بہیجے اس کے بعد پہر تلاوت قرآن میں مشغول ہووے یہاں
تک کہ وقت برابر آجاوے اس کے بعد چار رکعت نماز استوا پڑہے ہر رکعت میں
بعد فاتحہ سورہ اخلاص پچاس مرتبہ پڑہے ۔ اس کے بعد نماز ظہر کی ادا کرے ۔ بعد نماز
ظہر کے دس رکعت پانچ سلام سے بہ نیت صلوٰۃ الخضر پڑہے جس میں دسوں سورت
آخر قرآن شریف کی یعنی الم تر کیف سے معوذتین تک پڑہے بعد سلام دینے کے
دس مرتبہ درود شریف پڑہے پہر سورہ البروج پڑہے اور مشغول ہووے اسوقت
نماز عصر کی پڑہے اور جو تسبیحات کہ آئی ہیں وہ پڑہے اس کے بعد ایک سو مرتبہ
لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑہے ۔ پہر سورہ عم پانچ مرتبہ پڑہے اسکے
بعد سورہ والنازعات ایکبار پڑہے اللہ تعالیٰ اسکو قبر میں امانت رکھتا ہے ۔ کہ

نماز اشراق

نماز چاشت

نماز استوا

صلوٰۃ الخضر

میں نے شرح مشائخ میں لکھا دیکھا ہے اُس کے بعد ذکر میں مشغول ہووے
پھر نماز مغرب کی پڑھے اُس کے بعد دو رکعت نماز حفظ الایمان پڑھے ہر رکعت
میں بعد فاتحہ کے اخلاص سات مرتبہ پڑھے اور بعد سلام کے سجدہ میں جا کر کہے
یا حی یا قیوم ثبتنی علی الایمان اس کے بعد سورۂ واقعہ پڑھے۔ پھر دس مرتبہ درود
بھیجے۔ اُس کے بعد صلوٰۃ الاوابین کی چھ رکعت تین سلام سے پڑھے اس طرح سے
کہ دو رکعت اول میں بعد فاتحہ کے اذا زلزلت ایکبار پڑھے اور دو رکعت دوسری
میں بعد فاتحہ کے الہٰکم التکاثر ایکبار پڑھے اور دو رکعت تیسری میں فاتحہ کے بعد
والعصر ایک مرتبہ پڑھے۔ اس کے بعد ذکر اور ورد میں مشغول ہووے۔ جب وقت
نماز عشار کا آجائے یہ دعا پڑھے اللھم اعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک
اس کے بعد نماز عشار کی پڑھے اور بعد ادائے نماز سنت کے چار رکعت دوسری
پڑھے اول رکعت میں بعد فاتحہ کے آیت الکرسی تین دفعہ اور تین رکعت میں تینوں
قل آخر کے پڑھے اور بعد سلام کے اپنی حاجت اللہ سے مانگے اس کے بعد چار رکعت
صلوٰۃ السعادت پڑھے ہر رکعت میں بعد فاتحہ کے انا انزلناہ تین بار اور آیت الکرسی
ایکبار اور اخلاص پندرہ بار۔ اُس کے بعد سجدہ میں جا کر تین مرتبہ کہے یا حی یا قیوم
ثبتنی علی الایمان بعد اس کے یہ دعا پڑھے اللھم انی اسئلک برکۃ فی العمر وصحۃ
فی البدن وراحۃ فی المعیشۃ ووسعۃ فی الرزق وزیادۃ فی العلم وثبتنی علی الایمان
اسکے بعد جو کچھ ورد رکھتا ہو وہ پڑھے۔ پھر رات کے تین حصے کرے پہلے حصہ میں نماز
مشغول ہووے اسکے بعد کہ اُٹھے نماز تہجد کی آٹھ رکعت پڑھے اور جو کچھ یاد ہو اُس
میں پڑھے کیونکہ رسول علیہ السلام پر یہ نماز تہجد فرض تھی اور ہم پر واجب ہے۔
حکایت لکھتے ہیں کہ ایک بزرگ کی نماز تہجد فوت ہو گئی صبح کو وہ گھوڑے سے
گر پڑا اور اُس کا پیر ٹوٹ گیا اُس بزرگ نے فکر کیا کہ کیا سبب میرے گھوڑے سے

نماز تہجد

گرنے اور پیر ٹوٹ جانے کا ہوا۔ ہاتفِ غیب نے آواز دی کہ تو نے نماز تہجد نہیں پڑھی اور فوت کی اس کی سزا ہے اُس کے بعد تلاوت میں مشغول ہوئے صبح کاذب تک۔ پھر اسی طرح سے کہ بیان کیا گیا ہے اوپر شروع کرنے فی المدام الیوم وفی المدام اللیل وفی المدام الشہر وفی المدام السنۃ یعنی ہمیشہ رات دن اور ہر مہینہ اور سال میں اسی طرح سے پڑھتا رہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔

فصل پانچویں ذکر میں عیال و اولاد حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری رضی اللہ عنہ

واضح ہو کہ بعضے دشمن خاندان عالیشان اولاد حضرت حبیب الرحمٰن خواجگان خواجہ معین الدین حسن سنجری کے کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگ نے شادی ہی نہیں کی تھی اور مجرد تھے اور بعضے حاسد کہتے ہیں کہ شادی تو خواجہ بزرگ نے کی تھی۔ مگر اولاد نہیں ہوئی۔ اور بعض جاہل کہتے ہیں کہ اولاد بھی خواجہ بزرگ کے ہوئی تھی لیکن بعد ایک مدت کے نسل منقطع ہوگئی لاحول ولاقوۃ یہ تینوں قول غلط اور لااعتبار ہیں۔ قول صحیح اور معتبر یہ ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ کے دو بیبیاں تھیں اور دونوں کے شکم سے اولاد ہوئی اور اس زمانہ تک کہ ۱۳۲۲ ہجری ہے اولاد خواجہ بزرگ کی باقی اور صحیح النسب موجود ہے۔ چنانچہ اس کا حال مفصل انشاء اللہ تعالےٰ لکھا جائے گا۔ ملفوظات خواجگان چشت مثل سیر الاولیا۔ فوائد الفوائد۔ راحت القلوب سرور الصدور۔ دلیل العارفین۔ مرآت الاسرار وغیرہ اور نیز ملفوظات مشائخ قادریہ مثل اخبار الاخیار و سیر العارفین۔ وغیرہ حضرت خواجہ کی اولاد کے ذکر سے پُر اور بھرے ہوئے ہیں اور کتب تواریخ مثل تاریخ اکبر شاہی۔ اقبالنامہ جہانگیری وغیرہ میں بھی تذکرہ اولاد خواجہ بزرگ کا موجود ہے۔

الٰہی تا بود خورشید و ماہی چراغِ چشتیاں را روشنائی

اگر گیتی سراسر باد گیرد　　چراغ چشتیاں ہرگز نہ میرد

دلایل صحیحہ اثبات تاہل اور تولد و تناسل خواجہ بزرگ کی یہ ہے سرور الصدور ملفوظ حضرت سلطان التارکین حمید الدین صوفی السوالی الناگوری السعیدی الفاروقی میں لکھا ہے کہ ایکدن خواجہ بزرگ نے اپنے خلیفہ حضرت سلطان التارکین سے سوال کیا کہ حمید کیا سبب ہے اس کا کہ بوقت ہماری جوانی اور مجردی کے ضرورت پر جب ہم جناب الہٰی میں دعا کرتے تو فوراً قبول ہوتی تھی۔ اور اب کہ میں ضعیف ہو گیا ہوں اور فرزند پیدا ہوئے اور حاجت کے وقت دعا کرتا ہوں تو دعا بہت دیر میں قبول ہوتی ہے اور حاجت بر آتی ہے یہ کیا حکمت ہے۔ شیخ بزرگ یعنی حضرت سلطان التارکین نے عرض کیا کہ یا خواجہ آپ پر خوب روشن ہے قصہ مریم کا کہ جب وہ مجرد تھیں بنجواست میوہ موسم سردی کا گرمی میں اور گرمی کا سردی میں اُن کو پہنچتا تھا اور جب حضرت عیسےٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو مریم منتظر تھیں کہ اسی طرح سے اب بھی میوہ خلاف موسم کا پہنچتا رہے گا مگر فرمان الہٰی آیا قولہ تعالیٰ وھزی الیک بجذع النخلۃ تساقط علیک رطبا جنیا ۵ یعنی ہلا اپنی طرف درخت خرما کی شاخوں کو تاکہ گرے تجھپر میوہ تازہ۔ اُس حال میں اور اس حال میں اسقدر تفاوت ہے یعنی جبکہ تیرا دل ہمارے ساتھ یکتا تھا تو ہم نے نہیں چاہا کہ تو دولہ رہے خواجہ جی نے جب یہ سنا تو پسند کیا۔ اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ اولاد و احفاد حضرت خواجہ بزرگ کی یقیناً ہے یہ ہی لکھا ہے۔ مرأت الاسرار اور سیر الاولیا میں کاتب الحروف فقیر نجم الدین کہتا ہے کہ خواجہ بزرگ کے دو بیبیاں تہیں ایک ملک میں جس کا نام بی بی آمۃ اللہ جو کہ اُس ملک کے کسی راجہ کی بیٹی تھی دوسری بی بی عصمت نام مکالمی قوم سادات حسینی سے یعنی سید وجیہہ الدین مشہدی چچا حقیقی سید حسین خنگ سوار کی لڑکی اولاد حضرت امام جعفر صادق سے لیکن یہ صحیح طور پر تحقیق میں نہیں آئی

کہ ان دونوں بیبیوں میں اول کونسی تھی اور دوسری کونسی تھی کیونکہ اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ ایک رات حضرت خواجہ بزرگ کو زیارت حضرت رسول علیہ السلام کی ہوئی۔ جناب رسالت مآب نے فرمایا کہ اے معین الدین تو ہمارے دین کا معین ہے مگر ہماری ایک سنت ترک کی ہے۔ عرض کیا کہ وہ کونسی سنت ہے۔ ارشاد ہوا کہ ہمنے شادی کی اور کتخدا ہوا اور میرے اتنی عورتیں تھیں اور تونے ابتک ایک شادی بھی نہیں کی الغرض اُن دنوں میں ملک خطاب نام حاکم گڈھ بٹیلی کے نے جو کہ مریدان با اعتقاد جناب خواجہ سے تھا کفار پر تاخت کی تھی اور اُس دوڑ میں ایک راجہ کی دختر گرفتار کرکے لایا تھا اُس لڑکی کو لایق بستر خواجہ کے دیکھکر ملک خطاب نے حضرت خواجہ کی نذر کردیا خواجہ بزرگ نے اس کا نام امت اللہ رکھکر بطریق ملک یمین اُسمیں تصرف کیا بحکم اس آیت قرآن کے او ما ملکت ایمانھم پس اُس کے شکم سے اولاد ہوئی اور سرور الصدور میں حضرت شیخ فرید الدین چاکپراں صاحب سجادہ اور نبیرہ اور خلیفہ حضرت سلطان التارکین کے لکھتے ہیں کہ حضرت سلطان التارکین شیخ حمید الدین صوفی نے فرمایا کہ شیخ بزرگ یعنی حضرت سلطان التارکین امامت نمازکی خواجہ بزرگ کی کیا کرتے تھے۔ جب خواجہ جی اجمیر میں تشریف لائے تو ایک مُلک جو اُس وقت میں تھا خواجہ بزرگ کا مرید ہوا اور ایک دختر حضرت خواجہ کے نذر بھیجی حضرت خواجہ اسّ زمانہ میں بڈھے ہو گئے تھے کہتے ہیں کہ اُس وقت اُن کی عمر نوّے سال کی تھی۔ حضرت خواجہ جی کو اُس دختر سے فرزندان پیدا ہوے۔ انتہیٰ لیکن باعث شادی خواجہ بزرگ کا بی بی عصمت سے کتابوں میں ایسا لکھا ہے کہ یہ بی بی بالغ ہوگئی تھیں اور حسن اور جمال اور عفت اور عصمت میں یکتا تھیں اُن کے والد چاہتے تھے کہ کسی بزرگ زادہ سے ان کا نکاح کردیں لیکن لایق اُن بی بی کے کسی کو نپاتے تھے اور اسی فکر میں رہتے تھے۔ ایک شب حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو

خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اے فرزند مجھکو حضرت رسول علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا
حکم ہوا ہے کہ اپنے فرزند سید وجیہہ الدین کو کہدے کہ وہ اپنی دختر بی بی عصمت کو
معین الدین کے نکاح میں دیدے۔ صبح کو سید مذکور جوکہ مریدان خواجہ سے تھے
خدمت میں حضرت خواجہ کے آئے اور حال خواب کا بیان کیا خواجہ بزرگ نے فرمایا
کہ اگرچہ میں ضعیف ہوگیا ہوں لیکن جب حضور رسول علیہ السّلام کا یہ حکم ہے تو میں نے
قبول کیا پس خواجہ بزرگ نے اُس سے نکاح کیا اور اولاد ہوئی کذا فی اخبار الاخیار
اور مرأت الاسرار میں لکھا ہے کہ مولانا مسعود اور مولانا احمد خادمان حضرت
خواجہ بزرگ روایت کرتے ہیں کہ خواجہ بزرگ دو مرتبہ اجمیر سے دہلی تشریف لے گئے
ہیں عہد میں سلطان شمس الدین التمش کے اول مرتبہ جو دہلی جاکر واپس اجمیر تشریف
لائے تب دختر سید وجیہہ الدین مشہدی سے نکاح کیا دوسری مرتبہ واسطے
لکھوانے فرمان موضع ماندن کے بپاس خاطر اپنے فرزند سید فخر الدین کے دہلی
تشریف لے گئے تھے انتہےٰ عبارتہ۔ واضح ہو کہ ایک مولانا مسعود اور مولٰینا
احمد خادم درگاہ خواجہ بزرگ زمانہ میں مولانا جمالی کے ہوئے ہیں جن کا
حال سیر العارفین میں شیخ جمالی لکھتے ہیں جو کہ عہد ہمایوں بادشاہ دہلی میں تھے
اور دوسرے مولانا مسعود خادم یہ ہوں جو مرأت الاسرار کے مصنف سے لے
الغرض دونوں بیبیوں سے حضرت خواجہ بزرگ کے اولاد ہوئی ہے۔ یعنی ایک
دختر بی بی حافظ جمال نام اور تین فرزند ہوئے بڑے سید فخر الدین۔ دوسرے
ابوسعید۔ تیسرے حسام الدین۔ لیکن بی بی حافظ جمال بالاتفاق بی بی امۃ اللہ
کے شکم سے پیدا ہوئیں یہ جو بعض جاہل کہتے ہیں کہ بی بی حافظ جمال راجہ کی لڑکی
تھی اور راجہ نے حضرت خواجہ کی آزمایش کے واسطے اس خیال سے آپ کے
پاس بھیجی تھی کہ خواجہ اسیر مایل ہو ویں اور اس حرکت سے خواجہ کی کرامت جاتی رہے

حافظ جمال خواجہ بزرگ کی خدمت میں گئیں اور حضرت نے فرمایا کہ آؤ اے بیٹی حافظ جمال - اُسوقت بی بی حافظ جمال بزبان مبارک خواجہ کے حافظ قرآن شریف کی ہوگئیں بالکل غلط اور بہتان ہے۔ روایت صحیح یہی ہے کہ بی بی حافظ جمال حضرت خواجہ کی صاحبزادی شکم سے بی بی امت اللہ کی ہیں۔ جیسے کہ اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ بی بی حافظ جمال راجہ کی دختر کے شکم سے ہے نہ کہ راجہ کی دختر - یہ بی بی حافظ جمال صالحان زمان اور عارفات اور کاملات دوران سے تھیں اور مرید تھیں۔ اپنے والد بزرگوار یعنی جناب خواجہ بزرگ سے بعض اُن کو خلیفہ بھی خواجہ کے کہتے ہیں لیکن یہ خلاف ہے کیونکہ عورت خلیفہ نہیں ہوا کرتی ہے اگرچہ ولیہ ہو اس میں شک نہیں کہ ببرکت نظر عنایت خواجہ بزرگ کی یہ بی بی بڑی صاحب کمال ہوگئی تہیں۔ بی بی حافظ جمال کے خاوند کا نام شیخ رضی الدین ہے انکی قبر قصبات ناگور سے سنڈ ہولا تالاب کے کنارے پر ہے کذا فی اخبار الاخیار۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ مزار شیخ رضی الدین کا قصبہ ناگور سے ایک کوس کے فاصلہ پر جانب جنوب ناگور کے موجود ہے اور مشہور ہے۔ میں نے زیارت کی ہے بی بی حافظ جمال کے صرف دو فرزند پیدا ہوئے تہے کہ جو طفولیت میں فوت ہوگئے۔ قبر بی بی حافظ جمال کی اور دونوں اُن کے لڑکوں کی اجمیر شریف میں احاطہ روضہ خواجہ بزرگ میں پایان قبر حضرت خواجہ کے مشہور تر ہے اور ظاہر ہے جسپر ایک قبہ سنگ مرمر کا موجود ہے اور زیارت ہوتی ہے۔ مگر فرزندان خواجہ بزرگ میں علما اور مشایخ کو اسبات میں اختلاف ہے کہ یہ ہر سہ صاحبزادے کونسی بی بی کے شکم سے متولد ہوئے تہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سید ابوسعید بی بی عصمت اللہ کے شکم سے پیدا ہوئے اور شیخ فخر الدین اور حسام الدین بی بی امتہ اللہ سے۔

سید محمد گیسو دراز رضی اللہ عنہ جو خلیفہ اعظم شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی

کے ہیں ایک جماعت درویشوں کے ساتھ اس امر پر متفق ہیں کہ یہ ہر سہ فرزند بی بی
عصمت سید زادی کے شکم سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور سید شمس الدین طاہر خلیفہ
شیخ نور قطب عالم چشتی کے کہ جن کا ذکر آخر ذکر سید بایزید میں آویگا۔ ایک جماعت علماء
اور فقراء کے ساتھ اس امر پر اتفاق رکہتے ہیں کہ شیخ ابو سعید بی بی عصمت اللہ سے
اور شیخ فخر الدین اور حسام الدین بی بی امۃ اللہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ کذا فی
اخبار الاخیار و مونس الارواح اور روایت سرور الصدور سے اتنا معلوم ہوتا
ہے کہ بی بی امۃ اللہ سے بہی فرزندان پیدا ہوئے تہے۔ مرأت الاسرار میں شیخ
فخر الدین اور حسام الدین کو بطن بی بی عصمت اللہ سے لکہا ہے۔ کاتب الحروف
کہتا ہے کہ فقہا کا مقولہ ہے النسب للاٰباء لا للامہات بہر طور اولاد خواجہ
بزرگ کی ہیں خواہ کسی والدہ سے ہوں۔ نسب میں اعتبار ماں کا نہیں ہوتا حضرت
ابراہیم صاحبزادہ پیارے حضرت رسول علیہ السلام کے شکم ماریہ قبطیہ سے تہے
اور امام زین العابدین شکم شہربانو سے اور ایک روایت میں شکم غزالہ نام جاریہ سے
اور حضرت امام موسےٰ کاظم شکم حمیدہ بربریہ جو ام ولد تہی اور امام علی موسےٰ رضا
شکم تکتم ام ولد کنیزک حمیدہ بربریہ سے اور امام محمد تقی شکم ریحانیہ کنیزک ام ولد سے
اور امام علی نقی شکم سمانہ نام ام ولد سے اور امام حسن عسکری شکم سوسن نام ام ولد سے
اور امام مہدی شکم نرجس نام ام ولد سے تہے جیسا کہ روضۃ الاحباب و مرأت الاسرار
سفینۃ الاولیاء وغیرہ کتب میں لکہا ہے لیکن یہ امام مہدی موجود نہیں ہیں بعضے
فرقہ والے انکو مہدی جانتے ہیں پس کوئی عجب نہیں کہ ایک ان صاحبزادوں میں
سے بطن بی بی امۃ اللہ سے ہوں۔ مگر صحیح النسب اور سادات عظام سے ہیں جو کوئی
اس میں شک لاوے وہ مرتد اس سلسلہ عالیہ کا ہے۔ الحاصل حضرت خواجہ
بزرگ کے تین فرزند ہوئے۔ بزرگتر سید فخر الدین دوسرے ابو سعید تیسرے

حسام الدین چونکہ ذکر اولاد سید فخر الدین کا زیادہ تر ہے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اول بیان سید ابو سعید اور حسام الدین کا کیا جائے۔

ذکر سید حسام الدین ابدال پسر خورد حضرت خواجہ بزرگ کا

واضح ہو کہ سید حسام الدین سب سے چھوٹے بیٹے حضرت خواجہ بزرگ کے تھے یہ صاحب صغر سنی میں صحبت ابدالاں میں ملکر مفقود الخبر ہو گئے تھے ان سے کوئی اولاد اور نسل جاری نہیں ہوئی کذافی مرأت الاسرار۔ اخبار الاخیار میں اور مونس الارواح میں بھی یہی لکھا ہے کہ صحبت ابدالاں میں غائب ہو گئے تھے، مگر حال عمر کا نہیں لکھا۔ مگر سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ سید حسام الدین ۴۵ برس کی عمر میں صحبت ابدالاں میں مل گئے۔ اُن سے سات فرزند پیدا ہوئے تھے۔ نام کسی کا نہیں لکھا۔

ذکر سید ابو سعید ضیاء الدین پسر دوم خواجہ بزرگ رضی اللہ عنہ کا

اُن کی کنیت ابو سعید ہے اور ابو الخیر بھی کہتے ہیں اور نام ضیاء الدین انکو بیعت اور خلافت اپنے والد بزرگوار یعنی حضرت خواجہ سے ہے۔ یہ حضرت رتبہ الولد سر لابیہ سے مشرف تھے اور مشغول بخدا اور کامل و مکمل تھے۔ مداین المعین میں لکھا ہے کہ بعد وفات خواجہ بزرگ کے سید فخر الدین صاحب سجادہ ہوئے اور اُن کے انتقال کے بعد سید ابو سعید مسند سجادگی پر رونق افروز ہوئے اور خلق خدا کو بہت فیض بخشی کی۔ ۶۹۵ھ ہجری میں پچاس سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔ لیکن سنین عمر میں فرق معلوم ہوتا ہے کس لئے کہ وفات خواجہ بزرگ کی ۶۳۳ھ ہجری میں مطابق مادہ تاریخ آفتاب ملک ہند کے ہوئی۔ اس سے لازم آتا ہے کہ عمر سید ابو سعید کی باسٹھ سال کی ہوئی یا وفات پہلی ہوئی۔ قبر ان کی جہالرہ پائیں روضہ مبارک اپنے والد بزرگوار ہے۔ سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ آپ کے ۹ فرزند

ہوئے مگر نام نہیں لکھا نہ یہ درج کیا طفولیت میں فوت ہوئے یا شباب میں اور نسل اُن سے باقی رہی یا نہیں لیکن **فوائد الفواد اور اخبار الاخیار** میں لکھا ہے کہ خواجہ احمد اور خواجہ وحید دونوں برادر حقیقی پوتے خواجہ بزرگ کے تھے مگر یہ نہیں کھولا کہ کونسے صاحبزادہ کے بیٹے تھے۔ چنانچہ عین عبارت اخبار الاخیار کی یہ ہی فوائد الفواد میں شیخ نظام الدین اولیاء سے نقل کرتے ہیں کہ فرمایا خواجہ احمد پوتے حضرت شیخ الاسلام خواجہ معین الدین کے نہایت صالح تھے وہ کہتے تھے کہ ہمارا ایک یار تھا وہ ہمیشہ دو رکعت حفظ الایمان کے بعد نماز مغرب کی پڑھا ... کرتا تھا۔ پہلی رکعت میں بعد فاتحہ اخلاص سات مرتبہ اور فلق ایک بار۔ اور دوسری رکعت میں اخلاص سات دفعہ اور سورہ ناس ایک مرتبہ اور بعد فراغ نماز تین مرتبہ سجدہ میں کہا کرتا تھا یاحی یا قیوم ثبتنی علی الایمان چنانچہ گرد نواح اجمیر میں ایک دفعہ شام کا وقت ہو گیا سارق یعنی چور نمودار ہوئے ہم تو سب فرض اور سنت نماز کی پڑھ کر روانہ ہو گئے شہر کی طرف اور وہ شخص نماز تمام کر کے ہمارے پیچھے آیا۔ چنانچہ اُس کی رحلت کے وقت میں موجود تھا وہ ایسا دنیا سے گیا کہ جیسا اچھا جانا چاہیے۔ خواجہ احمد مذکور کہتے تھے کہ اگر مجھکو کرسی قضا کے سامنے لیجا کر گواہی چاہیں تو میں برابر گواہی دوں کہ وہ شخص باایمان دنیا سے گیا ہے اور خواجہ وحید برادر خواجہ احمد کے ہیں۔ پھر **فوائد الفواد میں لکھا ہے۔** کہ حضرت نظام الدین اولیاء نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور نصیر الدین طالب علم حضرت شیخ فرید الدین گنجشکر کی خدمت میں بیٹھے تھے ایک جوگی آیا اور زمین چوم کر بیٹھ گیا۔ نصیر الدین طالب علم نے جوگی سے پوچھا کہ آدمی کے سر کے بال کس چیز سے بڑے ہو جاتے ہیں مجھکو اُس کا یہ سوال حضرت شیخ کے روبرو بہت ناخوش معلوم ہوا۔ ناگاہ خواجہ وحید پوتے حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے آئے۔ اور عرض کیا کہ مجھ کو

مرید کر لیجئے حضرت شیخ گنجشکر نے فرمایا کہ میں یہ نعمت آپ کی خانوادہ سے دریوزہ گری کر کے لایا ہوں میری کیا مجال کہ آپ کا ہاتھ بیعت کرنے کے ارادہ سے پکڑوں خواجہ وحید نے بہت الحاح اور اصرار کیا اور نہایت عاجزی سے مرید اور مخلوق ہوئے اور یہ نصیر الدین جنسی جوگی سے سوال کیا تہا مرید ہوا اور ببرکت صحبت شیخ کے بزرگ ہوا۔ **کاتب الحروف کہتا ہے** کہ غالباً یہ دونوں بہائی یعنی خواجہ احمد اور خواجہ وحید پسران خواجہ ابوسعید سے ہوں کیونکہ اُن کے دو پسر صاحب سیر الاقطاب نے لکھے ہیں مگر نام نہیں لکھا اور اولاد سید فخر الدین میں کہ اس زمانہ تک موجود ہے اور اُس عہد میں بہی یعنی زمانہ شیخ فرید الدین گنجشکر تک اِس نام کے کوئی نہیں ہوئے اور ممکن ہے کہ یہ دونوں بزرگ اولاد یعنی منجملہ سات پسران سید حسام الدین کے ہوں اور ہوسکتا ہے کہ حسب روایت اقتباس الانوار کے منجملہ پانچ پسران سید فخر الدین کے ہوں لیکن مشہور سوائے ایک فرزند سید حسام الدین سوختہ کے کوئی لڑکا اُن کا نہیں ہے۔ **ذکر سید فخر الدین پسر بزرگ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ کا** سید فخر الدین حضرت خواجہ معین الدین حسن رضی اللہ عنہ کے بڑے بیٹے اور بہت بزرگ کامل مکمل صاحب مقامات عالیہ تہے حضرت خواجہ کو بہت محبت ان سے باطنی تہی یہ سید فخر الدین کہیتی کیا کرتے تہے اُنھوں نے ایک گاؤں موضع ماندن نام آباد کیا تہا۔ منقول ہے کہ جب حاکم اجمیر نے موضع ماندن کا فرمان بادشاہی ان سے طلب کیا اور کاشت اراضی سے مزاحمت کی تب حضرت خواجہ بزرگ اُن کی درخواست پر خود بنفس نفیس دہلی تشریف لے گئے اور سلطان شمس الدین التمش سے فرمان معافی موضع مذکور کا لکھوا کر لائے اور صاحبزادہ کو دیا تب حاکم اجمیر مزاحمت سے باز آیا جیسا کہ اخبار الاخیار میں لکہا ہے اُس کی عبارت یہ ہے خواجہ فخر الدین بن خواجہ معین الدین بزرگ تہے اور کسب کہیتی کا کیا کرتے تہے

موضع ماندن جو اجمیر کے قریب ہے ان ہی کا آباد کیا ہوا ہے۔ ملفوظات خواجگان چشت میں جو لکھا ہے کہ فرزندان خواجہ سے ایک نے ایک گاؤں اباد کیا تھا اور حاکم اجمیر کی مزاحمت کے باعث خواجہ معین دہلی تشریف لے گئے تھے وہ فرزند خواجہ کے یہی فخرالدین ہیں۔ یہی لکھا ہے مرأت الاسرار اور سیرالاولیا اور مداین المعین میں بعد وفات خواجہ بزرگ کے یہی سید فخرالدین مسند ارشاد پر بیٹھے اور بیس سال تک بندگان خدا کو راہ مولا بتلایا۔ وفات ان کی تاریخ پنجم ماہ شعبان ۶۶۱ھ میں ہوئی۔ قبر قصبہ سرور میں نزدیک حوض کے ہے۔ یہ قصبہ سروار اجمیر سے سولہ کوس جنوب کی طرف ہے انکے مشہور ایک پسر ہیں۔ کذا فی مداین المعین۔ لیکن سیرالاقطاب میں اور اقتباس الانوار میں پانچ فرزند لکھے ہیں۔ ان میں سے بڑے سید حسام الدین سوختہ ہیں مگر باقی چار صاحبزادوں کا نام یا اُن کی اولاد کا ذکر نہیں لکھا۔ ذکر سید حسام الدین سوختہ بن خواجہ فخرالدین بن خواجہ معین الدین حسن سنجری کا۔ خواجہ حسام الدین سوختہ بیٹے خواجہ فخرالدین کے ہیں یہہ بہت بڑے شیخ وقت اور صاحب سجادہ اپنے باپ اور دادا کے تھے اور حضرت شیخ نظام الدین اولیاء سے صحبت رکھتے تھے چونکہ عشق اور محبت حق تعالے میں سوختہ رہتے تھے لہذا ملقب سوختہ سے ہوئے یہ ہی لکھا ہے اخبار الاخیار اور مونس الارواح اور مداین المعین میں۔ قبر ان کی قصبہ سانبھر میں ہے۔ غروب کی طرف اجمیر کے راستہ پر اُن کے والد بزرگوار نے ان کا نام حسام الدین اپنے بہائی حسام الدین مفقود الخبر کے نام پر رکہا تھا اُن کے دو فرزند تھے ایک معین الدین خورد نام۔ دوسرے شیخ قیام بابر یاں کہ یہہ دونوں بڑے عارف باللہ تھے۔

ذکر خواجہ معین الدین خورد بن خواجہ حسام الدین سوختہ۔ کتاب اخبار الاخیار اور مونس الارواح۔ مرأت الاسرار۔ مداین المعین۔ سیرالاقطاب۔ اور

اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ خواجہ معین الدین خورد بڑے بیٹے خواجہ حسام الدین سوختہ کے ہیں اور لفظ خورد کے ساتھ اُن کو بہ نسبت حضرت خواجہ بزرگ کے بولا جاتا ہے اُن کی منقبت میں یہ ہی بہت ہے کہ وہ درویش کامل صاحب حال تھے مرید ہونے سے پہلے اُنہوں نے محنت اور مجاہدہ اس قدر کرکے مرتبہ حاصل کر لیا تھا کہ بلا واسطہ خواجہ بزرگ کی روح مبارک سے استفاضہ کرتے تھے پھر آخر میں حضرت خواجہ بزرگ کے حکم سے مرید شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے ہوئے۔ اور خرقہ خلافت اُن سے پایا۔ کذا فی اخبار الاخیار وغیرہ۔ قبر اُن کی اجمیر شریف میں پایان روضہ خواجہ بزرگ کے ہے کذا فی مداین المعین ان کے فرزند تھے۔ سید نظام الدین نام اُن سے لڑکے ہوئے سید فریدالدین اُن سے فرزند ہوئے سید قطب الدین خاں الملقب **چشت خاں** کہتے ہیں کہ سلطان محمود خلجی بادشاہ مانڈو کی کہ جو ملک مالوہ میں اندور سے بیس کوس کے قریب ہے۔ اُن کو بارہ ہزار سوار جنگی کا مالک کر رکھا تھا اور چشت خاں کا خطاب بھی اُسی بادشاہ کا دیا ہوا ہے۔ یہ مقربان بادشاہ اور وزرائے نامدار سلطان سے تھے۔ کذا فی مداین المعین و اخبار الاخیار۔

مداین المعین میں لکھا ہے کہ خواجہ معین الدین خورد کے بیٹوں میں سے ایک **شیخ بدہ نام تھے** کہ سلطان محمود خلجی نے ان کو **سید الملک کا خطاب** دیا تھا اور بعض پرگنات اجمیر پر اُن کو حاکم مقرر کیا تھا اُن کا انتقال اجمیر میں ہی ہوا قبر اُن کی پایان روضہ مبارک حضرت خواجہ بزرگ کے ہے۔ خواجہ معین الدین خورد کی اولاد کا صرف یہ ہی حال جو اُوپر لکھا گیا۔ کتاب مذکورہ میں دستیاب ہوا۔ باقی حال کسی دوسری کتاب میں بھی نہیں ملا جو لکھا جاتا حالانکہ فقیر نے بہت کچھ تلاش کتب معتبرہ میں کیا و نیز اولاد حضرت خواجہ بزرگ سے جو اب موجود ہیں تحقیق اور تفتیش کیا گیا لیکن صحیح طور پر اس سے زیادہ نہیں ملا نہیں معلوم کہ انکی اولاد

اس ملک میں اس زمانہ میں ہے یا نہیں ہاں البتہ اس ۱۲۸۶ھ ہجری میں ایک
بزرگ یعنی سید خواجہ محی الدین سے جو اولاد خواجہ بزرگ سے ہیں۔ اس فقیر کی
ملاقات ہوئی وہ فرماتے تھے کہ میں اولاد میں حضرت خواجہ معین الدین خورد کے
ہوں ایک مدت سے میرا رہنا اب جودھپور میں ہے۔ اور میرے بھائی سید
خواجہ حسن معہ عیال و اطفال کے حیدرآباد دکن میں رہتے ہیں آباواجداد ہمارے
ملک مالوہ سے بعد خرابی سلطنت اولاد سلطان محمود خلجی کے مانڈوگڈھ سے
اُٹھکر بیجاپور میں سکونت گزیں ہو گئے وہاں سے ایک مدت کے بعد اورنگ آباد
چلے آئے وہاں سے حیدرآباد و ارکاٹ میں سکونت اختیار کر لی سلطان ٹیپو
معتقد ہوا اور اُس نے جاگیر دیدی چنانچہ اُن کے پاس کرسی نامہ موجود تھا۔ فقیر
کو دکھلایا اُس کی نقل درج کی جاتی ہے وہ یہ ہے۔ سید خواجہ حسن چشتی
و سید خواجہ محی الدین بن خواجہ احمد بن سید خواجہ حسن بن سید محمد بن سید خواجہ
سودود بن خواجہ محی الدین بن خواجہ امین اللہ امین الدین بن خواجہ نصیر اللہ نصیر الدین
بن خواجہ سعد اللہ سرمست لاابالی بن خواجہ غیاث الدین محمود فضل اللہ کھکری
بن خواجہ محمد چشتی بن خواجہ عرض الدین بن خواجہ ابراہیم بن خواجہ قطب الدین خان
المعروف بچشت خاں بن سید فرید الدین بن سید نظام الدین بن خواجہ معین الدین
خورد بن سید حسام الدین سوختہ بن سید فخر الدین بن خواجہ معین الدین حسن سنجری

ذکر شیخ قیام بابر بال بن خواجہ حسام الدین سوختہ کا

شیخ قیام الدین
المشہور شیخ قیام بابربال دوسرے فرزند خواجہ حسام الدین سوختہ کے ہیں۔ یہ درویش
کامل تھے اور اپنے والد بزرگوار سے بیعت اور خلافت رکھتے تھے اور سپاہیانہ وضع
میں رہا کرتے تھے۔ وجہ تسمیہ بابربال کی یہ ہے کہ اُن کے سر پر بڑے بڑے بال تھے
اور وجد اور سماع کی حالت میں اُن کے بال سر کے بکھر جاتے تھے اس لئے اُن کو

بابر بال کہنے لگے۔ کذافی مداین المعین اور بعضے اُنکو ببر عیّار کہا کرتے تھے اسکی وجہ تسمیہ میں نے ایک رسالہ میں دیکھی ہے کہ شیخ قیام مرد دراز قد اور شجاع اور جوان خوبصورت شمشیر زن تہے۔ اکثر جنگ و جدل میں بہت سے کفار اُن کی تلوار آبدار سے مارے گئے تھے اس واسطے مسلمانوں نے بہ سبب آپ کی بہادری کے ببر عیار کہنا شروع کردیا اور ہندو لوگ اُن کو ہٹیلا باگ کہا کرتے تہے یہ شکار دوست بہت تہے۔ اِن کا مفصل حال کتاب مداین المعین میں لکھا ہے اس جگہہ گنجایش تحریر کی نہیں ہے۔ انکی قبر اجمیر میں اِن کے بڑے بہائی خواجہ معین الدین خورد کے پاس ہے۔ ان کے لڑکا تہا سید نجم الدین خالد۔ ان کی کنیت ابویزید تہی۔ ان کے دو لڑکے تہے اول سید ابویزید کہ ان کے بہی دو فرزند ہوئے سید احمد اور سید وحید باقی حال اِن کا تحقیق نہوا کہ پہر ان کی نسل جاری ہوئی یا نہیں۔ دوسرا بیٹا سید نجم الدین خالد کا سید کمال الدین حسن احمد تہا کہ ابتک اُن کی اولاد اجمیر شریف میں موجود ہے۔ مشہور ہے کہ ان کو علم ظاہر اور باطن کا بہت تہا۔ اور تفسیر حسینی ان کی تصنیفات سے ہے یہ ولی کامل تہے اپنے وقت کے بزرگوں سے مثل شیخ عبدالعزیز و شیخ فخر الدین گورانی السوالی سے کہ اولاد سلطان التارکین حمید الدین صوفی سے تہے۔ بہت صحبت رکہا کرتے تہے اول عمر میں تو درس و غظ میں مشغول رہے آخر عمر میں سب کچھہ چہوڑ کر ریاضت اور مجاہدہ میں مصروف ہوئے۔ ان کو بیعت اور خلافت اپنے پدر بزرگوار سید نجم الدین سے تہے۔ ان کا ہوا شہاب الدین اور اُن سے لڑکا ہوا سید تاج الدین معروف بایزید بزرگ رضی اللہ عنہ۔

ذکر سید تاج الدین بایزید بزرگ کا۔ یہ صاحب منجملہ اولیائے کبار اور بڑے عالم علم ظاہری اور باطنی کے تہے اور روضہ متبرکہ حضرت خواجہ بزرگ میں درس کہا کرتے تہے

بہت سے بزرگوں نے ان سے علم ظاہر اور باطن کی تعلیم پائی ہے۔ چنانچہ شیخ احمد مجد شیبانی جو خلیفہ اعظم اور کامل مکمل حضرت مخدوم حسین ناگوری کے تھے۔ ان کے شاگردوں میں ہیں۔ سید تاج الدین مرید اور خلیفہ شیخ فریدالدین بن شیخ نظام الدین بن خواجہ معین الدین خورد کے تھے کذافی مدائن المعین انہوں نے علم ظاہری بغداد شریف میں تحصیل کیا تھا اور حاجی بھی تھے۔ حرمین شریفین کی کہ چند مدت ملک حجاز میں گزارے تھے۔ ان کی تصنیفات بہت ہیں۔ کتاب تلویح پر حاشیہ بھی ان کا ہے۔ شیخ جمالی نے ان کا ذکر خیر کتاب سیر العارفین میں بہت لکھا ہے اور وہ لکھتے ہیں کہ جس وقت میں اجمیر شریف گیا صاحب سجادہ خواجہ بزرگ کے شیخ المشائخ سید بایزید تھے جو کہ شیخ عظیم الشان ہوئے ہیں۔ اخبار الاخیار اور مدائن المعین وغیرہ ملفوظات خواجگان چشت میں لکھا ہے کہ جو اختلاف اولاد حضرت خواجہ بزرگ کے بارہ میں لوگوں کو پیدا ہوا ہے وہ ان ہی بایزید بزرگ میں ہے وہ یہ تھا کہ جب دین اسلام میں بسبب ضعف سلطنت دہلی کے سستی واقع ہوئی اور کفار کا غلبہ اجمیر اور دیگر ممالک میں نمودار ہوا تو اولاد حضرت خواجہ بزرگ کی ملک میں پراگندہ ہوگئی اور اجمیر سے نکل گئی۔ جز بعض خادمان کے اجمیر میں دیگر مسلمان کم رہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ یہ نوبت پہنچی کہ اجمیر شریف میں پورا تسلط کفار کا ہو گیا اور خانقاہ حضرت خواجہ بزرگ کو کفار نے بت کدہ بنا لیا تھا۔ پس خواجہ تاج الدین بایزید بزرگ بھی اسی باعث سے مقام اجمیر سے ہجرت کر کے بغداد اور حرمین شریفین کو چلے گئے اور مدت دراز تک وہاں رہکر تحصیل علم کیا۔ اور دوسری اولاد اور پوتے شیخ قیام بابر بال کے ملک گجرات میں چلے گئے اور اولاد خواجہ معین الدین خورد کی مانڈو گڈہ و مالوہ میں چلی گئی۔ جب ایک مدت دراز کے بعد رونق اسلام کی ممالکت ہندوستان میں اور خصوصاً اجمیر میں ہوئی تب باستماع اس خبر کے خواجہ تاج الدین

بایزید بزرگ بغداد شریف سے روانہ ہو کر مانڈو گڈھ میں پہنچے۔ اُس زمانہ میں مانڈو گڈھ میں شیخ الاسلام شیخ محمود دہلوی تھے اور صدارت علما اور صلحا کی اُن کے متعلق تھی ان شیخ الاسلام نے بعد تحقیق کامل اور ثبوت کافی کے کہ یہ سید تاج الدین بایزید اولاد پاک نہاد حضرت خواجہ بزرگ سے ہیں اپنی دختر کا عقد اور نکاح ان سے کر دیا سید تاج الدین بایزید بزرگ بعد نکاح کے چندروز تک حضور بادشاہ یعنی سلطان محمود خلجی میں بمقام مانڈو گڈھ مقیم رہے اور درس و تدریس علوم ظاہری اور باطنی کا شغل رکھا چونکہ بادشاہ مذکور کو ان سے کمال اعتقاد تھا اور اُن کی صحبت کو غنیمت سمجھتا تھا تو یہ امر سید قطب الدین خاں المخاطب چشت خاں کو کہ جو بنی اعمام انکی سے تھے خوش نہ آیا اور رشک پیدا ہوا انہوں نے چاہا کہ کسی نہج سے شیخ تاج الدین یہاں سے چلے جاویں تو اچھا ہو اسی بنا پر چشت خاں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اجمیر میں غلبہ کفار کا باقی ہے۔ سید بایزید کو وہاں بھیجا جائے کہ وعظ اور درس و تدریس سے رونق اسلام کی دیں پہلے ہی یہ حضرت اجمیر میں درس کہا کرتے تھے۔ بادشاہ کو یہ عرض اُن کی پسند آئی اور سید تاج الدین بایزید بزرگ کو اجمیر بھیجدیا۔ **دوسری وجہ مانڈو گڈھ سے اجمیر آنے کی یہ ہے۔** کہ جب کفار نابکار کا غلبہ اجمیر پر ہو گیا اور سلطنت دہلی میں انواع انواع کے فتور برپا ہو گئے تو اولاد خواجہ معین الدین خورد کی بغرض استغاثہ سلطان محمود خلجی کے پاس مانڈو گڈھ میں گئی اور اولاد شیخ قیام بابربال کی سلطان محمود دہیکرہ گجراتی کے پاس احمد آباد میں نالشی گئی کہ یہ دونوں بادشاہ متفق ہو کر رانا موکل نام اور چونڈا راٹھور پر حملہ آور ہوئے کہ اس زمانہ میں یہ دونوں یعنی موکل بے رانا جسکی نسل میں رانا اودے پور ہیں اور چونڈا راٹھور جسکی نسل میں راجہ ہائے جودہپور ہیں قابض اجمیر پر تھے چنانچہ ہر دو سلطان کی فوج نصرت موج نے ان دونوں قابضان اجمیر کو ایسا زبون اور ذلیل کیا کہ ان میں طاقت نیزہ پکڑنے اور گھوڑے پر سوار ہونیکی

نہیں رہی تھی۔ اہل اسلام کے گھوڑے جو گھی اور شکر کا مہیلا کھایا کرتے تھے تو یہ کفار
کی فوج والے کمال گرسنگی اور شدت بھوک سے بزبان ہندی کہا کرتے تھے۔
اے کرتار جہی ترک کا گھوڑا کیوں نہ ہوا تا کہ یہ مہیلا روغن اور شکر کا کھاتے
اس غلبہ کفار کے زمانہ میں ناگور تو قبضہ راٹھوڑوں میں تھا کہ قلعہ ناگور کو راٹھوڑوں
نے توڑ کر زمین سے برابر کر دیا تھا اور متصرف تھے اور اودے پور کا رانا موکل سے
زور پر تھا جب کہ ہر دو سلطان مذکورین نے اس پر فتح حاصل کر کے اجمیر شریف کو
اُن کے وجود نابود سے پاک کیا اور اجمیر میں اللہ تعالےٰ نے غلبہ اسلام کا کیا اور یہ
شہر مقدس قبضہ کفار سے خلاص ہو کر بدست اہل اسلام آیا اور سلطان محمود خلجی
نے گجادھر نامی زنار دار کو قتل کیا تو اول اجمیر شریف کو سلطان محمود خلجی نے حوالہ
چشت خاں کہ جو خواجہ زادہ تھے کیا۔ انہوں نے منظور نہیں کیا تب بعد اُس کے
شیخ بایزید بزرگ کے حوالہ اجمیر کو کیا گیا کہ انہوں نے اجمیر میں آکر وعظ اور درس و
تدریس سے شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو رونق دی کذا فی عدا ابن المعین اور
ایک دوسرے رسالہ میں۔ ونیز مرأت الاسرار میں لکھا ہے کہ جب سلطان
معزالدین سام المشہور شہاب الدین غوری نے ۵۸۹ھ ہجری میں ملک ہند کو راجہ پتھورا
سے فتح کیا اُس تاریخ سے طبقہ بعد طبقہ سلاطین ملک ہند خدمت آستانہ خواجہ
بزرگ کی کرتے رہے جب وقت کہ نوبت سلطنت سلطان محمود نبیرہ سلطان فیروز شاہ
کی پہنچی اور امیر تیمور نے ۸۰۱ھ ہجری میں تخت و تاج دہلی اُس سے چھینا۔ اور
سلطان محمود فرار ہو کر گجرات کی طرف چلا گیا اور بعد واپس چلے جانے امیر تیمور کے
ولایت کو یہ ہی سلطان پھر آکر تخت شاہی پر بیٹھا لیکن سوائے ولایت میان
دوآب اور نواحی دہلی کے دوسرا کوئی ملک اُس کے قبضہ میں نہیں رہتا تھا۔ اور اس
تخلل سے تمام ملک ہندوستان میں طوائف الملوکی ہو کر جگہہ جگہہ ہر ایک جُدا

بادشاہ بن گیا تھا چنانچہ کاتب الحروف کہتا ہے کہ گجرات احمد آباد میں
ظفر خاں جو صوبہ دار سلطان فیروزشاہ کی طرف سے تھا بعد انتقال فیروزشاہ کے یہ
تخلل سلطنت دہلی میں دیکھکر بجائے خود گجرات میں تخت شاہی پر بیٹھ گیا۔ مالوہ
میں دلاور خاں لودہی خودسر ہوگیا ملتان میں سارنگ خاں بنگالہ میں مبارک شاہ
کہ پشتوں تک ان لوگوں کی نسل میں بادشاہی رہی اور دہلی میں بعد سلطان
محمود شاہ کے خضر خاں سید کہ اول ملتان میں صوبہ تھا فیروزشاہ کی طرف سے
اُس سے سارنگ خاں نے ملتان لے لیا اور کسی جگہہ وہ بھاگ گیا امیر تیمور نے جب
دہلی فتح کی تو سلطان محمود گجرات کی طرف چلا گیا وہاں بھی اپنی قیام کا موقعہ نہ دیکھکر
مانڈوگڈہ میں ایام عسرت کے چندروز گزارے امیر تیمور محض سولہ روز دہلی میں رہکر
بوجہ خبر اختلال ولایت خراساں کے واپس اپنے ملک کابل کو چلا گیا۔ اور سلطنت
دہلی کو حوالہ سید خضر خاں کے کرگیا چنانچہ بعد چلے جانے امیر تیمور کے ولایت کو سلطان
محمود نے مانڈوگڈہ مالوہ سے آکر دہلی پر پھر قبضہ کرلیا۔ اور ملوخاں وزیر کی امداد
سے کچھہ ملک اُس کے تصرف میں آگیا باقی سب ملک ماتحت خضر خاں کے رہا بعد فوت
سلطان محمود کے تمام ملک دہلی کا بقبضہ خضر خاں آگیا اور یہ خضر خاں تخت بادشاہی
دہلی پر بیٹھہ گیا کہ چند پشت تک سلطنت دہلی خضر خاں کی نسل میں رہی سلطان
سید علاؤالدین سے بہلول لودہی نے سلطنت لے لی۔ اُس کے بعد اس کا بیٹا
سکندر لودہی ہوا۔ اُس کے بعد ابراہیم لودہی کو بابر شاہ مغل نے ولایت کابل سے
آکر قتل کرکے بادشاہت دہلی کی چھینی۔ اُس کے بعد ہمایوں اُس کا بیٹا تخت نشین
ہوا اُس سے شیر شاہ افغان نے کہ جو امرائے کبار سے تھا سلطنت پر قبضہ کرلیا۔ اور
ہمایوں پریشان اور خراب ہوکر ولایت ایران کو چلا گیا۔ راستہ جیسلمیر میں محمد جلال الدین
اکبر اُسکا بیٹا حالت عسرت میں پیدا ہوا بعد شیر شاہ کے اُسکا بیٹا سلیم شاہ بادشاہ ہوا۔

اسکے بعد سلطان عدلی اس کے بعد پھر ہمایوں نے ولایت سے آکر پٹھانوں سے سلطنت دہلی کو فتح کیا اور تھوڑے عرصہ کے بعد مر گیا اسکے بعد اکبر شاہ اسکا بیٹا بادشاہ جلیل القدر شاہنشاہ دہلی ہوا کذا فی تاریخ فرشتہ مرأت الاسرار میں لکھا ہے کہ جب یہ تخلل ملک ہندوستان میں ہوکر طوائف الملوکی ہوگئی اس زمانہ میں قلعہ اجمیر معہ مضافات کے قبضہ رانا موکل سے زمیندار چیتوڑ کے آگیا لیکن اس گروہ نے بھی کوئی دقیقہ خدمت گزاری خانقاہ حضرت خواجہ کا اٹھا نہیں رکھا بلکہ اس کے زمانہ میں جو کوئی غیر مرتکب بے ادبی آستانہ علیٰ کا ہوتا تھا اس کو سزا دی جاتی تھی الغرض اسی طرح اٹھاون سال تک قلعہ اجمیر راناچیتوڑ کے تحت میں رہا۔ **ایضاً فیہ**۔ تاریخ نظامی میں لکھا ہے کہ ۸۵۹ھ میں سلطان محمود خلجی بادشاہ مالوہ سے عرض ہوئی کہ ابتدا طلوع آفتاب اسلام ممالک ہند میں اجمیر سے ہوئی ہے افسوس کہ وہ مقام متبرک کفار کے ہاتھ رہی سلطان مذکور لشکر بے شمار لیکر اجمیر پر آیا اور عرصہ چار روز میں قلعہ اجمیر کو بامداد خواجہ بزرگ کے فتح کیا اور گنجا دہر نام سردار قلعہ کا چند ہزار راجپوتوں کے ساتھ مارا گیا اور سلطان محمود نے بجائے بتکدہ کے مسجد عالی تعمیر کرائی اور خدمت اولاد خواجہ بزرگ اور خادمان درگاہ کی بہت کی اور خواجہ نعمت اللہ کو خطاب سیف خانی کا دیکر اسکو حاکم اجمیر مقرر کر کے خود اپنی دار السلطنت کی طرف لوٹ گیا اس تاریخ سے قطعہ اجمیر کا تصرف میں سلاطین مالوہ کے تھا سلطان غیاث الدین بن سلطان محمود خلجی کو خواجہ مخدوم حسین ناگوری سے کمال اعتقاد تھا اس نے حضرت مخدوم حسین کی نذر بہت سا روپیہ کیا۔ خواجہ مخدوم حسین ناگوری نے اس زر کثیر سے حضرت خواجہ بزرگ کی قبر پر گنبد عالیشان تعمیر کرایا و نیز روضہ اپنے دادا سلطان التارکین حمید الدین صوفی کا بھی ناگور میں بنوایا اور دروازہ بڑا یعنی بلند دروازہ خانقاہ خواجہ بزرگ کا بنایا ہوا ایک بادشاہ مالوہ کا ہے اس کے بعد راجہ سنگھا نے اجمیر پر قبضہ کیا

اور مطابق تاریخ فرشتہ کے سلطان بہادر گجراتی ۹۳۱ھ ہجری میں اجمیر آیا جیسا کہ تاریخ تعمیر و مرمت روضہ خواجہ بزرگ سے ظاہر ہوتا ہے جو کہ مصرعہ "قبہ عرش بریں" میں نکلتی ہے۔ یعنی ۹۳۶ھ ہجری۔ کس واسطے کہ سلطان مذکور ۹۳۱ھ ہجری میں آجمیر آیا تھا اور تاریخ گجرات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد چند مدت کے ملک مالوہ اور اجمیر سلطان بہادر گجرات کے قبضہ میں آیا وہ بھی نہایت معتقد حضرت خواجہ بزرگ کا تھا اور بہت نیازمندی سے اُس نے بعض عمارات آستانہ مبارک میں تعمیر کرائی اُسکے بعد چند روز قلعہ اجمیر کا قبضہ میں رائے مال دیو راجہ مارواڑ جودھ پور کے رہا اُس نے بھی براہ عقیدت جزوی عمارات درگاہ شریف میں بنوائی۔ غرض کہ مدت ایکسو ترپیٹھ برس تک اسی طرح سے طوائف الملوکی ولایت ہندوستان میں رہی۔ اس عرصہ میں ہر ایک والی اور حاکم اور بادشاہ اپنی سعادت دارین جان کر خدمت آستانہ معلی کی کرتا رہا۔ جب نیک ساعت میں بعد نماز جمعہ دوم ربیع الاول ۹۶۳ھ ہجری میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی بعمر چہاردہ سالہ بعد وفات اپنے باپ ہمایوں کے بادشاہ دہلی کا ہو کر تخت نشین ہوا۔ اور ملوک طوائف مثل ستاروں کے بروز روشن بیرنگ اور نابود ہو گئے کہ آجتک اُن کا نشان اور اثر نہیں ہے۔ حق تعالٰی نے بسبب توجہ روحانیت خواجہ بزرگ کے بعد چند قرن کے تمام ممالک ہندوستان کو بلا شرکت اکبر بادشاہ کو معہ اُس کے فرزندان کے عطا فرمایا۔ اکبر بادشاہ نہایت عقیدت مند جناب خواجہ بزرگ کا تھا یہاں تک کہ اکثر پیادہ پا واسطے زیارت روضہ خواجہ بزرگ کے اجمیر پہنچا ہے اُس نے درگاہ میں بڑی مسجد تعمیر کرائی گرد شہر اجمیر کے شہر پناہ واسطے جمعیت اور آرام ساکنان شہر کے معہ محلات بادشاہی تعمیر کرائی اور فرزندان خواجہ بزرگ اور مجاوروں کے وظائف نقد اور مدد معاش میں زمین مناسب

احوال ہر ایک کے مقرر کیئے اور لنگر خانہ کے واسطے اور دیگر کارخانہ جات کے لیئے
چند دیہات حوالی پرگنہ اجمیر سے تعین فرمائے تاکہ متولی بادشاہی موجود رہکر ہمیشہ
خدمت آستانہ اور فقرا اور ارباب حاجات کے بجالائے کہ وہ طریقہ آجتک جاری
ہے پس عرصہ پچاس سال تک کہ یہ ہی مدت سلطنت اکبر بادشاہ کی ہے بہت اچھی
طرح سے حق خدمت گزاری آستانہ خواجہ بزرگ کا نہایت اخلاص کے ساتھہ اکبر
بادشاہ نے ادا کیا اور کوئی دقیقہ اعتقاد اور خدمت کا باقی نہیں رکہا۔ جب
اکبرشاہ کے فوت ہونے کے بعد روز پنجشنبہ تاریخ بستم جمادی الثانی سنہ ۱۰۱۴ھ
کو اُس کا بیٹا نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ ہوا اور اڑتیس ۳۸ برس کی عمر میں تخت بادشاہی
پر بیٹہا تو اُس نے بھی خدمت آستانہ معلی اور اعتقاد میں اپنا قدم اپنے باپ سے آگے
رکہا اور ہر قسم کے خرچ اور انعام درگاہ شریف میں بڑہائے اور بہت نیازمندی کے ساتھہ
واسطے طواف مزار خواجہ بزرگ کے جاتا تہا اور بعض اوقات برسوں اجمیر میں رہتا تہا
اور مدت تیئس برس تک کہ یہ عرصہ اُس کے ایام سلطنت کا ہی یہی دستور اُس نے
جاری رکہا اُس کی وفات کے بعد شہاب الدین محمد شاہ جہان صاحب
قران ثانی روز دوشنبہ ہشتم جمادی الثانی سنہ ۱۰۳۷ ہجری میں بعمر ۳۷ سال تخت
سلطنت موروثی پر بیٹہا تمام عالم اُس کی فیض بخشی سے فایض ہوا اور اول سال
جلوس میں باخلاص تمام و نیازمندی اتم کے سعادت زیارت روضہ خواجہ بزرگ
سے مشرف ہوا اور فرزندان و مجاوران اور تمام اہل حاجات کو بخشش بے اندازہ سے
خوش کیا اور ہر قسم کے خرچ مقرر کر کے پہلے سے زیادہ صرف بڑہایا۔ مسجد بہت بڑی
متصل روضہ متبرکہ کے سنگ مرمر کی تعمیر کرائی جو چودہ برس کی مدت میں بکوشش
تمام انجام کو پہنچی۔ یہ فقیر یعنی عبدالرحمن چشتی مصنف کتاب مرات الاسرار
نے ماہ رمضان شریف سنہ ۱۰۴۵ ہجری میں آستانہ مبارک پر پہنچکر سجدات نیاز ادا کیئے

اور فیض حاصل کیا ہے اوس مسجد بے نظیر کا وصف تحریر میں نہیں آسکتا۔ طول اُس کا ستانوے ۹۷ گز شرعی ہے اور چوترہ مسجد کے آگے بھی سنگ مرمر کا ستائیس ۲۷ گز شرعی کے عرض میں بنا ہے **انتہے عبارتہ الحاصل** جب خواجہ تاج الدین بایزید بزرگ سلطان محمود خلجی کے حکم سے اجمیر میں آئے اور یہاں کا حال اپنے خسر شیخ الاسلام شیخ محمود کو مقام مانڈو گڈھ لکھکر بھیجا اور تحریر کیا کہ اس ولایت میں سپاہ کی بھی ضرورت ہے بغیر سپاہ کے رہنا دشوار ہے اُسپر سلطان محمود خلجی نے دو حصہ ولایت اجمیر کو حوالہ شاہان بلخی کے کر کے اور فوج دیکر اُسکو اجمیر بھیجا یہ شاہان بلخی نام ایک مرد تھا مقربان سلطان محمود خلجی سے کہ اب قبر اُس کی بھی روضہ متبرکہ خواجہ بزرگ میں ہے۔ اور ایک حصہ اجمیر کا حوالہ شیخ تاج الدین بایزید کے رہا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سید بایزید بزرگ کی برکت سے اجمیر کو ایسی ترقی آبادی کی اور رونق اسلام کی دی کہ اجمیر بیت الاسلام ہو گیا۔ شیخ بایزید نے مقام دہلی اور ہانسی نارنول وغیرہ شہروں سے علماء اور صلحاء اور قاریوں حافظوں عابدوں زاہدوں کو بلا کر اجمیر میں آباد کیا۔ اور وظیفہ اور مشاہرہ ہر ایک کا اُس کے حال کے موافق درگاہ شریف سے مقرر کئے۔ **کہتے ہیں کہ تین سو پچیس ۳۲۵** گھر عباد اور زہاد اور خادموں کے اجمیر میں جمع ہو گئے تھے۔ اسی طرح ستر سال تک رواج اور رونق دین اسلام کی اور درس علوم شرعی اور حفظ و تلاوت قرآن شریف کی آستانہ شریف میں رہی۔ بعد شاہان بلخی کے ایک غلام نے غلامان سلطان غیاث الدین بادشاہ منڈوی سے ملو خاں نام نے اس ولایت پر غالب آکر اور اپنے بادشاہ سے برگشتہ ہو کر علما اور فضلاء اور شرفا اجمیر پر ظلم کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ قاضی ادریس دہلوی کو کہ جو حاکم محکمہ شریعت کے تھے ایک مدت تک قید میں رکھکر شہید کرا دیا یہ خبر سنکر بادشاہ غیاث الدین نے شیر خاں چندیری وال اور محمد خاں ناگوری کو حکم بھیجا تو انہوں نے

ملو خاں ملقب اقبال خاں کو شہر اجمیر سے نکلا اور ملو خاں کے باپ کی قبر سے
جو کہ صحن روضۂ خواجہ بزرگ میں مدفون ہوا تہا استخوان نکلوا کر باہر پہنکدیں اور
نقش و نگار جو اُسکی قبر پر تہے اکہڑ وا ڈالے جو ابتک صحن گنبد خواجہ بزرگ میں موجود
ہیں۔ فی الجملہ جب شیخ بایزید بزرگ اجمیر میں آکر مختار شہر اجمیر کے اور درگاہ خواجہ
بزرگ کے ہوئے اور تمام بندوبست خانقاہ کا اور نذر و نیاز اُن کے ہاتہ میں ہوگیا
تو خادمان درگاہ کو جو کہ تفرقہ اولاد خواجہ بزرگ اور پراگندگی اُن کی اور چلے جانے
دیگر ولایات کے سبب سے مختار درگاہ ہو رہے تہے حسد پیدا ہوا اور انہوں نے
ظاہر کرنا شروع کیا کہ یہ سید بایزید بزرگ اولاد خواجہ سے نہیں ہیں اور نوبت
یہانتک پہنچی کہ استغاثہ بادشاہ محمود خلجی کے پاس لے گئے اور عرض بہت کچہ افترا
اور دروغ بیانی کے ساتہ کی چنانچہ مونس الارواح اور اخبار الاخیار
میں لکہا ہے عبارتہ اختلاف لوگوں کا جو اولاد خواجہ بزرگ میں ہو رہا ہے۔
وہ اسی شیخ بایزید میں ہے کہ بعد مدت اقامت اجمیر کے ایک جماعت نے انکار انکے
فرزند خواجہ ہونے کا کرکے بادشاہ تک پہنچایا تہا۔ بادشاہ نے اُس زمانہ کے علماء
اور مشایخ کبار سے دریافت کیا۔ تو حضرت مخدوم خواجہ حسین ناگوری
اور مولانا رستم اجمیری نے کہ جو علمائے اور مشایخ کبار سے اور قدمائے
اجمیر سے تہے گواہی دی کہ شیخ بایزید بزرگ فرزندان شیخ قیام بابر بال بن خواجہ
حسام الدین سوختہ بن خواجہ فخر الدین بن خواجہ معین الدین حسن سنجری سے ہیں
رضی اللہ عنہم اجمعین۔ پہر شیخ عبد الحق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں لکہتے
ہیں کہ حقیقت میں اگر خواجہ حسین ناگوری نے اقرار نسب شیخ بایزید کا کیا ہو
تو کافی ہے کیونکہ وہ ولی اور عارف اور مقتدائے وقت اُن کے سلسلہ کے تہے
اور اس سے کہ مخدوم حسین ناگوری نے فرزند شیخ بایزید سے نسبت خویشی ادا کی

اور اپنی دختر اُن کے فرزند کو دی ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک نسبت
فرزندی شیخ بایزید کی خواجہ بزرگ سے تحقیق تھی۔ عمر بایزید بزرگ کی ایک سو
پچاس سال کی ہوئی۔ قبر اُن کی پایان روضہ خواجہ بزرگ کے ہے۔ اور سید
شمس الدین طاہر نے خرقہ خلافت کا اُن سے ہی حاصل کیا تھا۔ کل ہذا فی مدائن المعین
وغیرہ اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ یہ سید شمس الدین طاہر مرید شیخ نور عالم
چشتی کے ہیں یہ سید بزرگ تھے اور ولایت رنتھنبور میں رہتے تھے اور ڈیڑھ
سو برس کی عمر پائی تھی اور جناب خواجہ بزرگ میں بہت اعتقاد رکھتے تھے۔ اس
درازی عمر کی حالت میں بھی کبھی اجمیر کے بازار یا گلی کوچہ میں اپنا تھوک یا ناک
کا پانی نہیں ڈالا۔ پیشاب اور پاخانہ کا تو ذکر ہی کیا ہے اور شہر میں بغیر طہارت کے
نہیں جایا کرتے اور اپنی سکونت شہر اجمیر کے باہر رکھا کرتے تھے۔ جب شہر میں آتے
تو طہارت کامل کے ساتھ آتے اگر وضو گراں ہوتے تو شہر کے باہر چلے جاتے کہ وضو نہ ٹوٹ
جائے۔ **کاتب الحروف** کہتا ہے کہ عجب نہیں ہے کہ اُنہوں نے خرقہ سید بایزید
بزرگ سے بھی پہنا ہو اور خلافت پائی ہو اور شیخ احمد مسجد شیبانی مرید خواجہ
حسین ناگوری کے اور اُن ہی کے شاگردوں میں ہیں کہ اٹھارہ سال کی عمر میں
نارنول سے آکر نوّے سال کی عمر میں ۹۲۷ھ ہجری میں وفات پائی اور سید
تاج الدین بایزید بزرگ کی ایک لڑکی تھی **سید نور الدین محمد طاہر** اُن کی
شادی دختر خواجہ مخدوم حسین ناگوری جد بزرگوار اس **کاتب الحروف**
فقیر نجم الدین سے ہوئی تھی یہ ولی کامل اور عارف باللہ اور مرید اور خلیفہ
اپنے والد سید بایزید کے تھے۔ بعد وفات پدر کے سجادہ آباد و اجداد پر بیٹھے اور
خلق خدا کو ارشاد کرتے تھے۔ آخر سجدہ میں جان بحق تسلیم کی کذا فی مدائن المعین
ان کے ایک لڑکی ہوئی۔ **سید رفیع الدین المشہور بایزید خورد**۔ ان کو

بایزید خورد بہ نسبت ان کے جد حقیقی سید تاج الدین بایزید بزرگ کے کہتے تھے ان کی والدہ دختر مخدوم خواجہ حسین ناگوری کی تھیں۔ یہ مرید اور خلیفہ اور صاحب سجادہ اپنے والد کے تھے۔ سیر العارفین میں شیخ جمالی لکھتے ہیں کہ میں جب اجمیر شریف گیا تو اس وقت صاحب سجادہ شیخ المشایخ سید بایزید تھے جو بہت بڑے شیخ عظیم الشان ہوئے ہیں اور ایک رسالہ میں نے دیکھا کہ بہنگام سلطنت سلطان نصیرالدین مانڈوی کے جب مملکت میں ضعف آیا تو جب تک کہ بایزید ثانی زندہ تھے کافر لوگ اجمیر کو فتح نہیں کر سکے۔ جب شیخ بایزید خورد فوت ہو گئے تو قریب عرصہ میں راناسانگا نے اجمیر تلوار کے زور سے لے لیا اور بہت سے مسلمان روضہ شریف سید حسین خنگ سوار میں شہید ہوئے اور اکیس برس تک اجمیر راناسانگا کے قبضہ میں رہا۔ اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ جب اجمیر میں خلل واقع ہوا اور قلعہ کو راناسانگا نے جو کہ گبر عظیم تھا مسلمانوں سے لے لیا۔ اور اکثر مسلمانوں کو شہید کیا۔ شیخ احمد مسجد شیبانی اس حادثہ سے سات روز پہلے بحکم اشارت خواجہ بزرگ کے شہر اجمیر سے باہر نکل آئے اور تمام مسلمانان اجمیر کو خبردار کر دیا کہ اس شہر پر نظر جلال کی ہے حضرت خواجہ بزرگ کا حکم ہے کہ مسلمان اس شہر سے نکل جائیں روز دوشنبہ ۹۲۲ ہجری میں تمام مسلمان شہر سے باہر نکل آئے اور دوسرے دوشنبہ کو کفار نے اجمیر پر حملہ کر کے اس دیار کو زیر و زبر کیا۔

شیخ احمد مسجد شیبانی اٹھارہ سال کی عمر میں نارنول سے اجمیر آئے تھے اور قریب نوے سال کی عمر میں پھر نارنول واپس آئے اور بعد تین چار سال کے نارنول تاریخ ۲۵ صفر ۹۲۷ ہجری میں انتقال فرمایا۔ عبارت اخبار الاخیار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ مسجد شیخ بایزید بزرگ کے زمانہ میں اور ان کے ہی شاگرد تھے

چنانچہ اس کا تذکرہ خواجہ معین الدین خورد کے حال میں لکھا گیا ہے اور بایزید خورد
بیٹے سید نور الدین محمد طاہر بن بایزید بزرگ کے تھے یعنی بایزید بزرگ جد حقیقی بایزید
خورد کے تھے واللہ اعلم کہ زمانہ دونوں بایزید کا پایا ہوا اور شاگرد بایزید بزرگ کے
ہوں اور زمانہ بایزید خورد میں رانا سانگا آیا ہوا اور انہوں نے اُسوقت میں ہجرت کی
ہو اور سید بایزید خورد کے فرزند تھے سید معین الدین ثالث اُن کو ثالث بہ سبب
سید معین الدین خورد بن خواجہ حسام الدین سوختہ کے کہتے ہیں ایک رسالہ میں
میں نے دیکھا ہے کہ جب رانا سانگا نے اجمیر پر غلبہ کیا اور مسلمانان اجمیر ہر طرف
ملک کے نکل گئے۔ شیخ معین الدین ثالث بن سید بایزید خورد کو کہ اُس زمانہ میں
بعمر پانچ سال تھے خادمان درگاہ ناگور لے گئے تھے اور اُن کو وہاں ہی چھوڑ کر خود
داد خواہی کے واسطے سلطان سکندر لودی بادشاہ کے پاس آگرہ میں گئے تھے اُنکو
ناگور اس سبب سے لے گئے تھے کہ ناگور میں اُن کی رشتہ داری تھی یعنی سید معین الدین
ثالث کے والد نواسہ مخدوم حسین ناگوری کے تھے۔ سلطان سکندر لودی نے بارہ
ہزار تنگہ سکندری واسطے خرچ معین الدین ثالث کے خادمان کو دئیے اور وعدہ کیا
کہ انشاء اللہ تعالے سال آیندہ اجمیر فتح کر کے تم کو سپرد کر دوں گا۔ چنانچہ اس سال
آیندہ میں سکندر لودی بقضائے الٰہی فوت ہو گیا۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا ابراہیم لودی
بادشاہ دہلی ہوا اُس نے بھی وہ ہی بارہ ہزار تنگہ مقام ناگور معین الدین ثالث کی خدمت
میں بھیجنا جاری رکھا یہ بارہ ہزار تنگہ سکندری اس زمانہ کے چوبیس ہزار روپیہ ہوتے ہیں۔
اسکے بعد جب بابر شاہ مغل بادشاہ دہلی ہوا اور خدام درگاہ شریف اسکے پاس بھی گئے
اُس نے مشاہیر اور ارکان دولت سے۔ دریافت کیا کہ کیا دستور اُن کی نذر و نیاز کا زمانہ
پٹھانوں میں تھا اُن میں سے شیخ جمالی اور شیخ امام الدین وغیرہ نے عرض کیا کہ بارہ ہزار تنگہ
سکندری سالانہ ملتا تھا بابر شاہ ہنسا اور کہا کہ بہت کم تھا بابر نے دو چند یعنی چوبیس ہزار تنگہ

بابری آگرہ سے سال بسال بھیجتے رہنے کا حکم دیا کہ وہ پہنچتی رہے بابر کے قریب زمانہ میں ہی شیخ معین الدین ثالث کا انتقال ہوگیا۔ قبر انکی ناگور میں ہے۔ آپ کے تین لڑکے تھے بڑے خواجہ حسن دوسرے خواجہ حسین تیسرے خواجہ ابوالخیر نقل ہے کہ سید معین الدین ثالث کی وفات کے زمانہ میں اُن کے تینوں فرزند خورد سال تھے اور اجمیر اور ناگور قبضہ میں راجہ مالدیو بن گانگا دالئے جودھپور کے تھا بعد چندروز کے سلطان بہادر گجراتی نے جو قلعہ چتوڑ کو توڑا اُس کے دسویں سال میں اجمیر میں اسلام پھر رونق پکڑ گیا تھا اسکے بعد پھر ناگور اور اجمیر کو راجہ مالدیو مذکور نے لے لیا اور نو سال عمل رکھا۔ اس کے بعد شیر شاہ افغان بادشاہ دہلی نے مالدیو سے اجمیر کو بزور شمشیر فتح کرکے حوالہ اولاد خواجہ معین الدین ثالث کے کیا اور یہ ناگور سے اُٹھکر اجمیر آگئے اور سلیم شاہ کے عہد تک اجمیر تحت حکم اولاد خواجہ معین الدین ثالث کے رہا۔ بعد سلیم شاہ کے فوت ہوجانے کے اولاد خواجہ معین الدین ثالث نے تین مرتبہ جمعیت مسلمانان کے ساتھ اجمیر کو کفار کے ہاتھ سے بزور شمشیر چھینا آخر الامر راجہ اُودے سنگھ پسر مالدیو راٹھور نے قبضہ اپنا اجمیر پر کرلیا اولاد خواجہ معین الدین ثالث نے باامداد حاجی خان اور خوانین سلطان عدلی کے لشکر گراں کے ساتھ کافروں کو اجمیر سے نکال دیا اور بڑی جنگ کرکے فتح پائی۔ فائدہ یہ جو کچھ حال اوپر لکھا گیا ہے ایک رسالہ سے کہ جس کا نام درج نہیں تھا لکھا گیا ہے۔ یہ رسالہ اس فقیر کو کتبخانہ اولاد خواجہ سے دستیاب ہوا تھا جو عہد جلال الدین اکبر بادشاہ میں تصنیف ہوا تھا۔ ذکر خواجہ سید حسن بن معین الدین ثالث کا۔ خواجہ سید حسن بڑے بیٹے سید معین الدین ثالث کے تھے مگر مجذوب تھے اپنا طور رندانہ اور مستانہ رکھتے تھے۔ بعد وفات سید معین الدین ثالث کے اگرچہ مستحق سجادہ نشینی اپنے والد بزرگوار کے یہی تھے لیکن اس سبب سے کہ ایک بزرگ سالک متشرع کی

سجادگی مجذوب کے لئے نامناسب تہی۔ بدیں وجہ اُن کے چہوٹے بہائی سید حسین
کو جو کہ صفات درویشی سے موصوف اور درویش سالک متشرع تہے سجادگی
پر بہٹلایا گیا۔ خواجہ حسین سے خوارق عادت اور کرامت ظاہر ہوا کرتی ہتی مشہور
ہے کہ ایک گروہ فقیروں کا ان سے نکلا ہے۔ اُن کے کوئی فرزند پیدا نہیں ہوا
دو دختر پیدا ہوئی تہیں۔ ایک مسماۃ سلطان خاتون جو دیوان ولی محمد بن خواجہ
ابوالخیر خواجہ معین الدین ثالث سے منکوحہ ہوئیں۔ دوسری بی بی ملکہ جہاں جو
سید شاہ محمد بن خواجہ ابوالخیر سے کتخدا ہوئیں۔ کذا فی مداین المعین۔ خواجہ
حسین پسر دومی خواجہ معین الدین ثالث بزرگ کامل اور ولی اور
شیخ وقت تہے۔ جن سے صدہا کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ یہ مجرد تہے شادی نہیں
کی ہتی تمام عمر ریاضت اور مجاہدہ اور تصفیہ قلب میں مصروف کی یہی سبب تہا
کہ انکو بوجہ شادی نہ کرنے کے خواجہ حسین بال جینے کہتے تہے۔ بعد انتقال اپنے والد
معین الدین ثالث کے سجادہ مشیخت پر بیٹھے اور ہزاروں مخلوق خدا کو راستہ
خدا کا بتلا کر کامل و مکمل کیا۔ مداین المعین میں لکہا ہے کہ یہ تین بہائی تہے
بڑے خواجہ حسن مجذوب اُن سے چہوٹے خواجہ حسین۔ اُن سے چہوٹے خواجہ ابوالخیر
ان میں سے خواجہ حسین پسر متوسط صاحب علم و عقل اور درویش باخدا عالم علم ظاہری و
باطنی تہے۔ بعد انتقال اُن کے والد کے لوگوں نے مشورہ کیا کہ ان تینوں صاحبزادوں
کو روضہ متبرکہ حضرت بزرگ پر لیجلیں جس کے ہاتھ پر دروازہ مسدود روضۂ حضرت
خواجہ بزرگ کا کہل جاوے گا اُسکو صاحب سجادہ مقرر کریں گے چنانچہ ایسا ہی کیا
گیا۔ کہ دو صاحبزادوں کے ہاتھ سے دروازہ روضۂ خواجہ کا نہیں کہلا اور اُن کے
یعنی سید حسین کے ہاتہ سے دروازہ بند روضہ خواجہ بزرگ کا خود بخود فتح الباب ہو گیا
اور یہ صاحب سجادہ مقرر کئے گئے تفصیل اسکی مداین المعین میں لکہی ہے۔

بداین المعین میں لکھا ہے کہ شیخ ابوالفضل اور اسکا برادر فیضی دونوں وزیر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ دہلی کے تھے۔ **کاتب الحروف کہتا ہے کہ یہ شیخ** ابوالفضل اور فیضی مجاور درگاہ حضرت سلطان التارکین خواجہ حمید الدین ناگوری جلّ اعلےٰ اس عاصی کے تھے۔ اپنے علم و ہنر کی بدولت سفر بان بادشاہ جلال الدین اکبر میں داخل ہوگئے تھے۔ یہ ابوالفضل بادشاہ کے روبرو ہمیشہ دعویٰ اس امر کا کرتا تھا کہ دیوان خواجہ حسین خواجہ زادہ سجادہ نشین حضرت خواجہ میرے برادر خالہ زاد ہیں شہنشاہ اکبر اجمیر میں آیا اور خواجہ حسین صاحب سجادہ کی ملاقات کے ئے گیا۔ ابوالفضل بھی ہمرکاب تھا بادشاہ نے خواجہ حسین سے پوچھا کہ کیا شیخ ابوالفضل آپ کے برادر خالہ زاد ہیں انہوں نے جواب دیا کہ کل مومن اخوۃ بادشاہ نے پھر پوچھا کہ شیخ ابوالفضل کو نسبت خالہ زادگی کی آپ سے ہے یا نہیں پھر وہی جواب دیا کہ کل مومن اخوۃ۔ بادشاہ نے سمجھ لیا کہ شیخ ابوالفضل کا بیان غلط ہے۔ شیخ ابوالفضل کو نہایت ندامت حاصل ہوئی تب سے ہی ابوالفضل خواجہ حسین سے کینہ اور عداوت رکھنے لگا یہاں تک کہ ایک مرتبہ موقعہ پاکر بادشاہ اکبر سے عرض کیا کہ شیخ خواجہ حسین کا ارادہ ہے کہ لشکر جمع کرکے آپ پر چڑہائی کرے اور خود بادشاہ دہلی بن جاوے بادشاہ نے جواب دیا کہ ہم کیونکر اعتبار کرسکتے ہیں کہ اُن کا ایسا ارادہ ہے اُس نے عرض کیا کہ تمام راجہ ہائے ہند مثل راجہ جودہ پور، جیپور و کوٹہ بوندی وغیرہ سب اس مشورہ میں شامل ہیں اور ہر روز بلاناغہ خواجہ حسین کے سلام کو جاتے ہیں۔ ان راجاؤں میں سے کسی ایک کو بطور امتحان کے آپ حکم دیں کہ خواجہ حسین کا سر اُتار لاؤ اگر وہ اقرار کرلیں تو مجھکو جھوٹا سمجھیں ورنہ مجھکو سچا جانیں۔ چنانچہ اکبر بادشاہ نے امتحان کے واسطے راجہ جودہ پور اور جیپور اور بیکانیر کو حکم دیا کہ خواجہ حسین دیوان حضرت خواجہ بزرگ کا سر اُتار لاؤ۔ انہوں نے عرض کیا کہ اگر حضور کو ہمارا سر درکار ہو

یا ہمارے ماں باپ کے سر اُتارنے کا حکم دیا جاوے تو سچے دل کے ساتھ تعمیل حکم کے لئے ہم حاضر ہیں یہ خواجہ حسین ایک بزرگ فقیر مرشد خلق اور مقبول خدا ہیں ہر مسلمان اور ہندو کئے ادب کی جگہہ ہیں ان کے واسطے ہم سے ایسا کہا جانا نہایت ہی بُرا ہے۔ بادشاہ کو جواب سے شک پیدا ہوگیا اور سمجھہ لیا کہ شاید ابوالفضل کا معروضہ صحیح ہو اس لئے محمد جلال الدین اکبر شاہ نے حکم دیدیا کہ خواجہ حسین اجمیر سے نکل جاویں اور مکہ و مدینہ طیبہ کو چلے جاویں چونکہ خواجہ حسین بے تعلق و مجرد تھے چند خادموں کو ساتھ لیکر مکہ معظمہ کو روانہ ہوگئے وہاں پہنچکر زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو کر مدت تک وہاں سکونت رکھی ابوالفضل کا مدعا حاصل ہوگیا اور اسی میں شیخ ابوالفضل نے اکتفا نہ کیا بلکہ بادشاہ کو صلاح دیکر حویلی جو خواجہ حسین کے قریب تر روضہ خواجہ بزرگ سے بہتی چڑسے اکہڑوا کر اُس کی جگہہ مسجد اکبری بنوادی جو کہ ابتک درگاہ شریف میں درمیان بلند دروازہ اور خانقاہ اور نقار خانہ کے وہ مسجد عالی موجود ہے۔

نقل ہے مداین المعین مین لکہا ہے کہ ایک روز خادم نے خواجہ حسین سے مکہ معظمہ میں عرض کیا کہ یا حضرت آپ کے خادموں کو اکبر بادشاہ نے ملک سے باہر نکال دیا جلاوطن کردیا کچہہ تو اُسکو اس گستاخی کی سزا اور کرشمہ دکہلانا چاہئے کہ وہ بہی جانے۔ آپ نے فرمایا اس بارہ میں ہمکو کرامت دکہلانا منظور نہیں ہے۔ ورنہ بادشاہ کی کیا طاقت تہی جو ہمکو ملک سے باہر نکال دے۔ خادم نے پہر اصرار کیا کہ حضور ضرور ہی کچہہ دکہلانا چاہئے تاکہ وہ معتقد ہو کر حضور کو خود بخود بلالے۔ جب خواجہ حسین نے خادم کا اصرار بہت دیکہا تو جوش میں آکر فرمایا کہ انشاء اللہ تعالی آج ہی اُسکو ایسا جلسہ دکہلادیں گے کہ خود بخود ہمکو فرمان لکہکر بلاویگا چنانچہ اسی رات کو بادشاہ اکبر کے پیٹ میں ایسا درد ہوا کہ صدہا حکیم اور طبیب حاضر تہے علاج نہ ہوسکا اور قریب المرگ ہوگیا ذرا سا افاقہ درد میں ہوا تو

اکبر نے حضرت خواجہ بزرگ کو خواب میں دیکھا گویا فرماتے ہیں کہ اے نالائق تو نے ہمارے فرزند اور سجادہ نشین خواجہ حسین سے گستاخی کی ہے جلد اُسکو مکہ معظمہ سے بلا ورنہ اپنی موت میں کچھہ فرق نہ سمجھہ اُسوقت بادشاہ نے فرمان بطلب خواجہ حسین لکھوایا اور درد شکم سے اسکو کامل صحت ہوئی - خواجہ حسین اجمیر میں آئے اور رونق افزائے سجادہ شریف ہوئے - قبر خواجہ حسین کی درگاہ شریف میں مسجد شاہجہانی کے پیچھے سنگ مرمر سے بنی ہوئی ہے روضہ بہت بڑا بنا ہوا ہے جس میں اُن کے اقرباکی چند قبریں اور بہی ہیں بعضے جاہل خادم عام زائرین کو اُس روضہ میں لیجا کر زیارت کراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ قبر خواجہ عثمان ہارونی یعنی حضرت خواجہ بزرگ کے مرشد کی ہے - جو صریح کذب اور افترا ہے کیونکہ خواجہ حسین مجرد تہے اولاد نہیں تہی لہذا بعد وفات اُن کے حسب وصیت خواجہ حسین کے سید معین الدین بن خواجہ ابوالخیر کہ جو برادر زادہ اُن کے اور تربیت یافتہ اور مرید اور خلیفہ اور پسر خواندہ خواجہ حسن کے تہے اسی طرح سے سجادہ نشین ہوئے کہ وقت وفات خواجہ حسین کے سید معین الدین اجمیر میں موجود نہیں تہے کسی جگہہ لشکر شاہی میں گئے ہوئے تہے جس کی تفصیل مداین المعین میں لکھی ہے چنانچہ اس سبب سے سید معین الدین کے بہائی ولی محمد بن خواجہ ابوالخیر کو تمام مسلمانان اجمیر نے اتفاق کر کے مسند سجادگی پر بٹہلا دیا جب سید معین الدین کو خبر وفات خواجہ حسین کے پہنچی تو وہ لشکر شاہی میں سے روانہ ہو کر اجمیر آئے اور سید ولی محمد کو سجادگی سے علیحدہ کر کے بجائے خواجہ حسین کے سنہ ۱۲۹ ہجری میں خود سجادہ نشین ہوئے - **ذکر خواجہ ابوالخیر بن خواجہ معین الدین ثالث اور اُن کی اولاد کا** - خواجہ ابوالخیر بن خواجہ معین الدین ثالث بن خواجہ سید رفیع الدین بایزید خورد کے ہیں آپ کے بارہ فرزند ہوئے اون میں سے پانچ تو باپ کی زندگی میں فوت ہوگئے اور سات بیٹے کہ جن کے نام یہ ہیں - اول سید معین الدین

کہ جنکو اس کتاب میں معین الدین رابع لکھا جاویگا۔ دوسرے سید ولی محمد۔ تیسرے
علیم الدین۔ چوتھے سید شاہ محمد۔ پانچویں سید شہاب الدین۔ چھٹے سید محمود۔
ساتویں سید سودود زندہ رہے۔ چنانچہ ان ساتوں کا ذکر لکھا جاتا ہے۔
فائدہ۔ واضح ہو کہ اس زمانہ میں جو اولاد حضرت خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین
چشتی کی اجمیر میں موجود ہے وہ ان ہی خواجہ ابوالخیر کی نسل سے ہیں باقی حال
اکثر اولاد حضرت خواجہ بزرگ کا معلوم نہیں ہے۔ **ذکر سید معین الدین رابع
بن خواجہ ابوالخیر کا۔** سید معین اگرچہ فرزند صلبی اور بڑے بیٹے خواجہ ابوالخیر کے
ہیں ان کے چچا خواجہ حسین نے بوجہ لاولدی کے اُن کو فرزندی میں قبول کرلیا تھا
لہذا بعد وفات خواجہ حسین کے یہ صاحب سجادہ نشین بجائے خواجہ حسین کے ہوئے
اُن کے ایک لڑکا تھا سید مبارک نام المشہور دیوان شاہ جو باپ کی حیات میں فوت
ہوگیا تھا لیکن اُس سے تین فرزند اور ایک دختر بشکم بی بی ابنیا ہمشیر مخدوم الہند
سے ہوئے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ اول خواجہ احمد۔ دوم سید نظام۔ سوم سید نجم الدین
اور دختر کا نام بی بی عصمت تھا۔ چنانچہ سید خواجہ احمد بن مبارک شاہ سے کوئی لڑکا
نہ ہوا مگر چار لڑکیاں پیدا ہوئیں اول بی بی عائشہ دوم بی بی سعیدہ سوم بی بی
بزرگ۔ چہارم بی بی عائدہ۔ چنانچہ بی بی عائشہ سمی سید سبحان سادات نارنول
سے منکوحہ ہوئیں اور اُن کے بطن سے سید مذکور کو پانچ فرزند۔ اول عاقل محمد۔ دوسرے
محمد فاضل۔ تیسرے محمد عادل۔ چوتھے غلام معین۔ پانچویں کا نام راوی نے نہیں لکھا
اور ایک دختر پیدا ہوئی۔ شائستہ بانو نام۔ کذا فی مداین المعین۔ اور بی بی سعیدہ
بنت سید احمد کا عقد شرعی سید برہان الدین برادر کلاں سید سبحان نارنولی
مذکور سے ہوا اُن کے بطن سے چار فرزند اور دو دختر پیدا ہوئے۔ دختران کا نام
راوی نے نہیں لکھا۔ لڑکوں کے نام یہ ہیں۔ سید ولی محمد۔ سید حافظ محمد سید سعید الدین

سید عظیم الدین اور بی بی بزرگ بنت سید احمد کا نکاح شاہ جیون بن شاہ صادق محمد بن اولاد شیخ نظام نارنولی فاروقی سے ہوا لیکن اُن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور بی بی عائدہ بنت سید احمد مذکور نے اپنے اختیار سے نکاح نہیں کیا اور یاد خدا میں مشغول رہے ریاضت اور مجاہدہ ایسا کیا کہ صالحات روزگار سے تھے۔ **ذکر سید نظام پسر دوم سید مبارک المشہور دیوان شاہ بن سید معین الدین الع**

سید نظام بن دیوان شاہ کو اُن کی بی بی جان بی بی نام بنت شیخ محمد فضل بن شاہ حمزہ دہر سونی کے شکم سے تین فرزند اور چار دختر پیدا ہوئے۔ جن کے نام یہہ ہیں۔ اول بڑا شرف الدین۔ دوم شمس الدین۔ سوم خضر محمد۔ اور مسماۃ بی بی آمنہ بی بی فاطمہ اور ہرنیہ بی بی اور گلاب بی بی لڑکیاں تہیں۔ شرف الدین پسر اول سید نظام کو شکم حفیظہ بانو بنت سید اچہا عرف سید غفار بن سید شہاب الدین بن خواجہ ابوالخیر سے تین لڑکے اور دو دختر پیدا ہوئے۔ لڑکا بڑا خیر محمد نام کہ اُس سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں جن کا نام مداین المعین میں نہیں لکھا۔ دوسرا سید مودود اُس سے دو فرزند اور دو دختر پیدا ہوئے یعنی بڑا لڑکا سید محمد علی دوسرا سید علی یہ دونوں لاولد فوت ہو گئے اور لڑکیوں میں اول سکینہ۔ دوسری صاحب النسا چنانچہ سکینہ بی بی شیخ بدو بن شیخ محمد سے منکوحہ ہوئیں اور دوسری دختر کے خاوند کا نام صاحب مداین نے نہیں لکھا اور تیسرا لڑکا سید شرف الدین کا محمد وارث نام تہا اُن سے دو فرزند اور دو دختر پیدا ہوئے۔ لڑکون کا نام۔ خواجہ محمد اور معین بخش تہا۔ اور بڑی لڑکی بی بی صاحب دولت جو سید منیر الدین سجادہ نشین بن سید سراج الدین سے منکوحہ ہوئیں۔ دوسری دختر بخت دولت نام جنکا عقد شرعی سید شہاب الدین بن سید جلال الدین سے ہوا۔ **ذکر سید شمس الدین پسر دوم سید نظام بن دیوان شاہ بن سید معین الدین رابع کا۔**

سید شمس الدین بن سید نظام الدین بن دیوان شاہ زمانہ بادشاہ اورنگزیب عالمگیر میں
منصب نمایاں پر ممتاز تہا مگر کوئی اولاد نہیں رہی - اور سید خضر محمد بن سید نظام کو
اُنکی زوجہ صاحب دولت نام بنت دیوان سراج الدین سے تین فرزند اور ایک دختر
ہوئی - بڑے فرزند کا نام سید محسن جن کی زوجہ سیف النساء بنت سید دیوان خیر الدین
تہے اُن سے ایک لڑکا ہوا علم الدین نام دوسرا سید محمد مقیم الدین - تیسرا سید اکبر علی کہ
ان دونوں کا حال مداین المعین میں نہیں لکھا اور دختر کا نام دولت بی بی تہا - جو
سید محمد انور بن سید محمد سعید بن سید محمود ساکنہ دہرسون سے منکوحہ ہوئیں اُن کے
بطن سے دو فرزند ہوئے جن کا نام غلام علی اور سید حسین لکہا ہے - ذکر دختران
سید نظام بن دیوان شاہ بن سید معین الدین رابع کا سید نظام بن
دیوان شاہ کے چار لڑکیاں تہیں - سب سے بڑی امینہ بی بی جو شیخ امان احمد بن شیخ محمد بن شیخ
احمد بن شیخ نظام بن شیخ منور بن میراں بدہ بن شیخ سدیہ بن شیخ شمس الدین بن شیخ
محمد بن شیخ وحید بن شیخ عبد العزیز بن حضرت سلطان التارکین حمید الدین صوفی
الناگوری سعیدی فاروقی سے بیاہی گئیں - اُن کے شکم سے شیخ امان اللہ کے دو فرزند
اور ایک دختر ہوئی - لڑکوں میں بڑے کا نام کرم اللہ تہا اور چہوٹے کے نام میں اختلاف
ہے یعنی مداین المعین میں تو محمد نعیم لکہا ہے اور شجرہ اولاد حضرت سلطان التارکین میں
شکر اللہ درج ہے کہ یہ ہر دو لاولد فوت ہوئے اور دختر کا نام بی بی خدیجہ تہا جو کہ
سید خیر محمد بن سید شرف الدین اولاد خواجہ بزرگ سے منکوحہ ہوئیں - دوسری لڑکی
سید نظام کی فاطمہ بی بی تہیں جو شیخ نور اللہ ناگوری برادر حقیقی امان اللہ مذکور
اولاد حضرت سلطان التارکین سے بیاہی گئیں اور اُن کی اولاد طفولیت میں فوت
ہوگئی - تیسری دختر سید نظام کی ہدیہ بی بی نام جو شیخ عبد الرشید پیرزادہ دہرسون
اولاد شیخ حمزہ دہرسون ہی سے منکوحہ ہوئیں اور لاولد رہیں - چوتھی لڑکی سید نظام کی

گلاب بی بی تھیں جو سید محمد سعید بن سید محمود بن معین الدین بن سید محمد سعید باشندہ دہرسون اولاد سید ابوالفرح واسطے نسل امام علی موسے رضا کے عقد میں آئیں۔ اُن کے شکم سے سید مذکور کے دو فرزند پیدا ہوئے۔ سید غلام علی اور حسین علی نام۔

ذکر سید نجم الدین پسر سوم سید مبارک دیوان شاہ بن دیوان معین الدین رابع کا۔ سید نجم الدین بن دیوان شاہ کے دو فرزند اور چھ لڑکیاں تھیں۔ لڑکوں کا نام سید نظر محمد اور سلطان محمد اور لڑکیوں میں بڑی بی بی برکت دوسری سعادت بانو۔ تیسری بی بی منجھ۔ چوتھی بی بی خدیجہ۔ پانچویں بی بی حنیفہ۔ چھٹی بی بی صاحبہ تھیں۔ سید نظر محمد بن سید نجم الدین کے چار فرزند تھے اور ایک دختر ہوئی۔ بڑا لڑکا سید سراج الدین اُن کے ایک لڑکا ہوا رحیم الدین اور ایک دختر ہوئی مسماۃ جمیعت النساء جو نصیر الدین بن شہاب الدین سے بیاہی گئیں۔ دوسرا لڑکا خواجہ دین محمد جو لاولد فوت ہوا۔ تیسرا محمد حیات معروف سید بلاقی اُن کو بطن سے بی بی سعیدہ بنت شیخ رضا محمد کے تین فرزند اور ایک دختر ہوئی۔ بڑا لڑکا سید غلام امام۔ دوسرا غلام جعفر۔ تیسرا محمد تقی اور دختر کا نام صاحب مداین المعین نے نہیں لکھا۔ چوتھا لڑکا سید نظر محمد کا سید بہاءو الدین نام تھا جو صغر سنی میں مرگیا اور دختر نظر محمد کی عترت النساء نام تھیں جو سید مجید الدین بن سید شمس الدین برادر حقیقی دیوان سراج الدین سے بیاہی گئیں اُن کا ایک لڑکا ہوا بدیع الدین نام جسکا ذکر آگے لکھا جاویگا۔ اور **ذکر سید سلطان محمد پسر دوم سید نجم الدین کا** مداین المعین میں نہیں لکھا نہ معلوم اُن سے اولاد جاری ہوئی یا نہیں ہوئی ہے۔

الحمد ﷲ کہ یہانتک بیان اولاد دیوان سید معین الدین رابع کا ختم ہو گیا۔

الٰہی بحق بنی فاطمہ — کہ بر قول ایمان کنم خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی در قبول — من و دست و دامان آل رسول

ذکر دیوان سید ولی محمد پسر دومی خواجہ ابوالخیر کا۔ یہ بیان پہلے لکھا جا چکا ہے کہ بعد فوت ہونے خواجہ حسین صاحب سجادہ سید ولی محمد ہو گئے تھے۔ بعد چند روز کے اُن کے بڑے بھائی سید معین الدین رابع نے لشکر سلطانی سے آکر اُن کو دیوانی سے علیحدہ کرکے خود سجادہ نشین ہو گئے سید ولی محمد کے تین عورتیں تہیں ایک سلطان خاتون نام بنت سید حسین مجذوب اور دو عورتوں کا نام مداین المعین میں نہیں لکھا بی بی سلطان خاتون کے شکم سے سید مذکور کو ایک لڑکا ہوا اور ایک دختر فرزند کا نام سید عبدالستار معروف سید سونڈہا جس نے شادی نہیں کی۔ اور مجرد رہا۔ یہ مجذوب اور صاحب حال اور صورت رندانہ رکھتے تھے۔ بڑے صاحب کشف و کرامت تھے۔ ایک گروہ فقرار کا سونڈہا شاہی نام اُن ہی سے جاری ہے اور وہ اُن کی ہی متابعت کرتے ہیں چنانچہ مفصل حال اُن کی بزرگی اور فضل و کمال کا مداین المعین میں موجود ہے اور دختر سید ولی محمد کا نام بی بی جہنی تہا جو سید بایزید بن سید شاہ محمد بن خواجہ ابوالخیر سے منکوحہ ہوئی۔ دوسری بی بی غیر کفو سے سید ولی محمد کے دو فرزند ہوئے ایک سید ابوالبرکات دوسرا سید عبدالصمد کہ یہ عالم طفولیت میں مر گیا۔ سید ابوالبرکات کے دو فرزند ہوئے ایک عبدالرسول جو لاولد فوت ہو گیا۔ دوسرا عبدالنبی جن کے دو عورتیں تہیں ایک بی بی فاطمہ بنت شیخ محی الدین بن شہاب الدین بن خواجہ ابوالخیر اُن کے بطن سے سید مذکور کو ایک دختر کافیہ بانو نام پیدا ہوئی۔ جو سید غلام حسن سے بیاہی جاکر لاولد فوت ہو گئی۔ دوسری عورت سید عبدالنبی کی قوم چیتہ سے تہی اُس سے بہی ایک لڑکا ہوا سید محمد دلیر نام کہ اُس کی نسل اسوقت تک یعنی زمان تصنیف کتاب مداین المعین تک جو عہد محمد شاہ بادشاہ دہلی میں تالیف ہوئی تہی۔ اجمیر میں موجود ہے۔ اور تیسری عورت سید ولی محمد کے بطن سے کہ یہ بھی غیر کفو تہی۔ ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام سید عبدالرزاق معروف سید جا کہا تہا۔ وہ

اجمیر سے باہر جاکر غائب ہو گیا نہیں معلوم کہاں گیا اُسکی اولاد اجمیر میں نہیں ہے
نہ باہر کا حال معلوم لیکن مدایح المعین میں لکھا ہے کہ دیوان ولی محمد کے ایک لڑکا
تھا جس کا نام فیض اللہ تھا مگر اس کی والدہ کا نام نہیں لکھا کہ کس کے شکم سے تھا اور
پھر لکھا کہ اُسکے تین فرزند اور دو دختر تھیں بڑا بیٹا غوث محمد دوسرا محمد نواز۔ تیسرا
غلام محمد۔ غوث محمد کے دو لڑکیاں ہوئیں ایک خیر النساء جو سید سراج الدین بن نظر محمد
سے منکوحہ ہوئی۔ دوسری بی بی چھبنی جو خواجہ دین محمد بن نظر محمد سے بیاہی گئی۔ اور سید
محمد نواز کے اولاد ہوئی تھی مگر طفولیت میں مرگئی۔ غلام محمد سے دو فرزند ہوئے۔ ایک
نعمت اللہ نام جو صغر سنی میں فوت ہوا۔ دوسرا سید گھاسی ان کا ذکر آگے نہیں لکھا اور
دختر سید فیض اللہ کی بڑی خوشحال بی بی جو سید نظر محمد بن سید نجم الدین سے منکوحہ
ہوئی اُس کے شکم سے سید نظر محمد کے چار فرزند پیدا ہوئے جنکا ذکر اوپر لکھا جاچکا
ہے اور دوسری دختر فخر النساء تولد ہوئی جسکا نکاح سید عظیم الدین ولد سید عظمت اللہ
سے ہوا مگر اس کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ **ذکر دختران سید ولی محمد دیوان**
دیوان ولی محمد کے تین لڑکیاں تھیں۔ اول بی بی چھبنی شکم سلطان خاتون بنت سید حسن
مجذوب سے کہ جس کا ذکر اوپر لکھا گیا ہے اسکا نکاح سید بایزید بن سید شاہ محمد
بن خواجہ ابو الخیر سے ہوا۔ دوسری دختر بی بی چھبنی جو مادر غیر کفو سے پیدا ہوئی تھی۔
اسکا نکاح سید اچھا عبد الغفار بن سید شہاب الدین سے ہوا اس کے شکم سے ایک
لڑکا مسمیٰ سید تھو اور ایک دختر بی بی حفیظہ نام پیدا ہوئی۔ تیسری دختر بی اللہ دی
جو سید محی الدین ولد شہاب الدین ولد خواجہ ابو الخیر سے بیاہی گئی اُس کے بطن سے
ایک لڑکا سید ہزاری نام اور دو دختر ایک فاطمہ دوسری جان بی بی پیدا ہوئی
فاطمہ کا عقد سید عبد النبی بن سید ابو البرکات سے ہوا اور اُسکے ایک دختر ہوئی کافیہ
بی بی نام جو سید غلام حسین بن سید تھو سے بیاہی گئی اور جان بی بی سید شمس الدین ولد

سید نظام الدین بن دیوان شاہ سے منکوحہ ہوئی اور اُس سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔
ذکر شاہ محمد پسر سومی خواجہ ابو الخیر کا۔ سید شاہ محمد بن خواجہ ابو الخیر کو بطن
بی بی ملکہ جہاں بنت سید حسن مجذوب سے تین فرزند پیدا ہوئے اول ابراہیم
دوسرا عبد الصمد۔ تیسرا سید بایزید۔ سید عبد الصمد بن شاہ محمد کو بطن بی بی رشیدہ
سے اولاد نہیں ہوئی اور سید ابراہیم کے دو فرزند ہوئے ایک غیاث الدین حسن جو
لاولد فوت ہوا دوسرا سید محمد طاہر جو اجمیر سے برخاست ہو کر اٹھ کاٹھ کی طرف
چلے گئے اور وہاں جا کر شادی کی اور سکونت رکھی کہ ابتک اُن کی اولاد صحیح النسب
اُس جگہہ موجود ہے اور سید بایزید کے دو بی بی تہیں ایک بی بی زہرا عرف بی بی
چہنی بنت سید ولی محمد اور دوسری عورت غیر کفو سے تہی بی بی چہنی سے ایک
دختر پیدا ہوئی۔ بی بی راستی نام عرف راج بی بی جو سید فخر الدین معروف سید ہزاری
سے بیاہی گئی اور ایک جگہہ لکھا ہے کہ اس کا شوہر سید تہو بن محی الدین بن شہاب الدین
بن خواجہ ابو الخیر تہا اور عورت غیر کفو کے شکم سے سید بایزید کو تین فرزند اور دو دختران
پیدا ہوئیں۔ لڑکوں کا نام سید قیام الدین اور قطب الدین اور صلاح الدین۔ ان
میں سے دو لاولد فوت ہوئے اور سید صلاح الدین کے ایک لڑکا ہوا سید بلاقی اس
سے صرف ایک دختر پیدا ہوئی تہی کہ وہ بہی طفولیت میں فوت ہو گئی۔ غرضکہ فرزندان
بایزید سے کوئی اولاد باقی نہ رہی اور دختران سید بایزید جو زن غیر کفو سے ہوئی
تہیں اُن میں سے بڑی کا نام بی بی نصرت تہا جو خواہرزادہ سید نعمت اللہ متولی
روضہ منورہ خواجہ بزرگ سے منکوحہ ہو کر لاولد فوت ہوئی۔ دوسری عزت بی بی
جسکو اُس کے برادر حقیقی سید قطب الدین نے بے قصور تلوار سے قتل کر ڈالا اور ناکتخدا
فوت ہوئی۔ **ذکر سید محمود اور سید مودود پسران خواجہ ابو الخیر کا۔** یہہ
دونوں بہائی مجرد تہے دونوں نے شادی نہیں کی اور حین حیات میں بعبادت

خدا مشغول رہکر عالم بقا کو گئے۔ **ذکر سید شہاب الدین بن خواجہ ابوالخیر کا۔**
سید شہاب الدین پسر ششم خواجہ ابوالخیر کے تھے ان کو بطن بی بی صندل بنت سید
حسن مجذوب سے دو فرزند ہوئے اول سید محی الدین۔ دوسرے عاشق محمد عرف
سید اچھا۔ سید محی الدین سے ایک لڑکا ہوا فخر الدین نام عرف سید نتھو جسکو سید
ہزاری بھی کہتے ہیں اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ایک جان بی بی زوجہ سید شمس الدین
دوسری فاطمہ زوجہ سید عبد النبی اور زوجہ سید محی الدین کا نام کہ جس سے یہ اولاد ہوئی
بی بی اللہ دیئی بنت سید ولی محمد تھا اور فخر الدین ولد سید ہزاری سے دو دختر پیدا ہوئیں
اول بزرگ النساء جو سراج الدین بن دیوان فخر الدین بن دیوان سید محمد سے منکوحہ ہوئی
دوسری بی بی فرزانہ جو سید مصلح الدین بن دیوان فخر الدین کے عقد میں آئی اور سید
عاشق محمد بن سید شہاب الدین کے ایک لڑکا ہوا سید نتھو نام اور چھ لڑکیاں ہوئیں۔
جن میں سے ایک کا نام بی بی حفیظ تھا۔ جو سید شرف الدین بن سید نظام الدین سے بیاہی
گئی۔ باقی لڑکیوں کا حال مدایت المعین میں نہیں لکھا اور سید نتھو بن سید عاشق محمد
عرف سید اچھا سے ایک لڑکا ہوا غلام حسین اور ایک دختر عفیفہ بانو پیدا ہوئی۔
چنانچہ غلام حسین نا کتخدا اجمیر سے کسی سفر میں گیا تھا جو پھر واپس نہ آیا اُس کا حال
کچھ معلوم نہیں ہے کہ کہاں گیا اور کیا ہوا۔ **ذکر سید علم الدین پسر ہفتم خواجہ
ابوالخیر کا۔** سید علم الدین مرد کامل اور عالم علم ظاہری اور باطنی کے تھے۔ اپنے
چچا خواجہ حسین کے مرید تھے اور اُن سے ہی تربیت پائی تھی یہ صاحب کشف و کرامت
اور خوارق عادات تھے۔ خواجہ حسین نے اُن کو فرزندی میں قبول کیا تھا۔ اُن کی زوجہ کا
نام بی بی رخیت النساء تھا جو اولاد سے حضرت خواجہ سلطان التارکین حمید الدین
صوفی ناگوری کے تھی اُن کے بطن سے سید مذکور کے تین فرزند ہوئے۔ اول سید
علاؤ الدین دوسرے سید حسام الدین۔ تیسرے سید ابو الفتح۔

ذکر دیوان سید علاؤالدین پسر بزرگ سید علم الدین کا۔ سید علاؤالدین شیخ وقت اور بزرگ کامل اور عارف باللہ تھے جیسا کہ مرأت الاسرار میں شیخ عبدالرحمن دہلوی چشتی نے مختصر حال اُنکا لکھا ہے۔ بعد انتقال دیوان خواجہ حسین کے سجادگی اور دیوانی اُن کے برادرزادہ سید دیوان معین الدین رابع بن ابوالخیر کے نام مقرر ہوئی اُن کے بعد سید عبدالستار عرف سید سونڈھا بن سید ولی محمد بن خواجہ ابوالخیر مسند سجادگی پر بیٹھے اور پھر بوجہ مجذوبی کے سجادگی سے علیحدہ کئے گئے اور دیوانی بنام سید علاؤالدین ولد سید علم الدین مقرر ہوئی چنانچہ فرمان تقرر دیوانی کا منجانب بادشاہ نورالدین جہانگیر و شاہ جہان بادشاہان دہلی بنام سید علاؤالدین اس فقیر نے اُن کی اولاد کے پاس بچشم خود دیکھا ہے سید علاؤالدین تاریخ بست وہفتم جمادی الاول ۱۰۴۳ھ ہجری مطابق سنہ ۹ جلوس شاہجہانی میں مسند دیوانی و سجادگی پر رونق افروز ہوئے اور مدت دراز تک مخلوق خدا کو ارشاد و تعلیم راہ خدا کی اور علم شریعت اور طریقت کی کرتے تھے۔ قبر اُن کی اجمیر شریف میں مسجد شاہجہانی کے پیچھے قریب روضہ خواجہ حسین کے ایک قبہ میں کہ جو سنگ مرمر کا ہے اور جسکو سولہ کھنبہ کہتے ہیں واقع ہے جو مشہور ہے۔ چنانچہ سولہ کھنبہ پر سنگ مرمر میں کندہ کی ہوئی یہ ابیات موجود ہیں۔

نظم

پناہ ملت و دین خواجۂ معین الحق — کہ ہست درگہ عالیش مکۂ ثانی
جوار مرقد آں شاہباز عرش نشین — کہ زیر شہپر او بیضۂ سلمانی
بنا، مقبرہ بنہاد شیخ علاؤ الدین — کہ باد عاقبت او بخیر ارزانی
چو فکر در پے اتمام سال رفت خرد — بگفت روضہ مرتب شمر باسبانی

اُن کے تین لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں سب سے بڑے بیٹے دیوان سید محمد دوسرے زین العابدین اور تیسرے سید فضل علی جنکو فضل اللہ بھی کہتے ہیں۔ اور لڑکیوں میں

بڑی امت اللہ ہے۔ اور دو لڑکیوں کا نام مداین المعین میں نہیں لکھا ہے۔
ذکر دیوان سید محمد پسر بزرگ دیوان علاؤالدین کا۔ بعد انتقال
دیوان سید علاؤالدین کے اُن کے بڑے بیٹے دیوان سید محمد جو زیور صلاح سے
آراستہ اور پیراستہ تھے بجائے اپنے باپ کے صاحب سجادہ ہوئے۔ جنکی تقرر
دیوانی اور سجادگی کا فرمان بادشاہی یعنی شاہجہاں بادشاہ دہلی کا فرمان اس
فقیر نے بچشم خود اُن کی اولاد یعنی سید نجم الدین بن سید لطف علی بن دیوان سید
وارث علی بن سید زین العابدین بن سید دیوان علاؤالدین کے پاس دیکھا ہے
سید محمد سنہ ۱۰۹۲ ہجری میں صاحب سجادہ مقرر ہوئے۔ اُن کی دو عورتیں تھیں۔
ایک بی بی اولاد خواجہ سلطان التارکین حمیدالدین صوفی ناگوری سے جسکا نام راوی
نے نہیں لکھا۔ صرف اسقدر لکھا ہے کہ اُس بی بی سے دیوان سید محمد کو ایک دختر پیدا
ہوئی فخرالنساء نام جو عبدالرزاق اولاد خواجہ سلطان التارکین سے منکوحہ ہوئی
کذافی مداین المعین۔ **فائدہ**۔ واضح ہو کہ یہ عبدالرزاق پسر شیخ عبدالرحمن
بن شیخ قطب الدین بن شیخ کمال الدین بن شیخ عبدالقادر بن شیخ عبدالفتح بن
شیخ خواجہ معروف بن خواجہ مخدوم حسین ناگوری رضی اللہ عنہم اجمعین تھے کہ جو یہ
سب کے سب اولاد سلطان التارکین قصبہ جھونجھنوں کے رہنے والے تھے۔ یعنی
بی بی فخرالنساء قصبہ جھونجھنوں میں شیخ عبدالرزاق سے بیاہی گئی اور یقین ہے کہ
دیوان سید محمد کی بی بی جو اولاد خواجہ سلطان التارکین سے تھیں یعنی والدہ فخرالنساء
کی وہ بھی باشندہ جھونجھنوں ہی ہوں گی کہ اس سبب سے فخرالنساء اپنی ننھال میں
بیاہی گئی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ یہ شیخ عبدالرزاق داماد دیوان سید محمد کو
کہ جو ہم جدی اس فقیر کی اور شوہر بی بی فخرالنساء کے تھے تین بھائی تھے۔ بڑے
شیخ حسین دوسرے شیخ عبدالرزاق تیسرے شیخ عبدالقادر۔ چنانچہ عبدالقادر

لاولد فوت ہوئے اور شیخ عبد الرزاق کو بی بی فخر النسا سے دو لڑکے ہوئے عبد الصمد اور عبد الغفار کہ یہ دونوں لاولد فوت ہوئے اور ایک دختر تھی فرح المنابد نام کہ یہ بھی لاولد فوت ہوئی۔ کذا فی شجرۂ اولاد حضرت سلطان التارکین وبدائن المعین۔ اور شیخ حسین الپسر سوم شیخ عبد الرحمن کے ایک لڑکا ہوا عبد القوی اور اُس سے لڑکا ہوا شیخ فقیر اللہ کہ اُسکا نکاح بی بی نور النسا بنت سید امجد بن سید احمد بن سید حسام الدین بن سید علم الدین بن سید خواجہ ابو الخیر سے ہوا دوسرے بی بی دیوان سید محمد کی بلیع النسا بنت مقرب خاں عرف حکیم شیخ بھنیا۔ ساکن قصبہ کرانہ تھے۔ اسکے لبطن سے دیوان مذکور کو چار فرزند ہوئے۔ اول سید فخر الدین دوم سید سیف اللہ سوم سید عماد الدین چہارم امام الدین۔ اور بعضوں نے بجائے سیف اللہ کے شریعت اللہ لکھا ہے۔ **ذکر دیوان سید فخر الدین بن دیوان سید محمد کا** بعد انتقال دیوان سید محمد کے اُنکے بڑے بیٹے سید فخر الدین بجائے اپنے والد کے۔ بعہد بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر سنہ ہجری میں صاحب سجادہ اور دیوان ہوئے۔ اُن کے تین عورتیں تھیں۔ اول بی بی جنی بنت نواب فیض اللہ خاں اولاد مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری جس سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ دوسری بی بی عزیزہ بانو بنت شیخ اللہ جسکے لبطن سے دیوان مذکور کو دو فرزند ہوئے ایک سید مفرح الدین۔ دوسرے سید مصلح الدین تیسری بی بی غیر کفو تھی جس سے ایک لڑکا ہوا سید نجم الدین غرض کہ دیوان سید فخر الدین کے تین فرزند ہوئے مفرح الدین اور مصلح الدین اور نجم الدین کہ ذکر ہر ایک کا لکھا جاوے گا۔ **ذکر سید سیف اللہ بن دیوان سید محمد کا۔** سید سیف اللہ بیٹے دیوان سید محمد کے ہیں ان کو بی بی صالحہ بنت مقرب خاں سے کوئی اولاد نہیں ہوئی البتہ دوسری عورت غیر کفو سے کہ جسکا نام نہیں لکھا ایک لڑکا ہوا تھا سید حبیب اللہ نام کہ اسکے پیدا ہونے کے بعد سید سیف اللہ کو مرض جنون کا ہو گیا۔

تہا باقی عمر گوشہ میں گزری سید حبیب اللہ کے دو عورتیں تہیں - ایک عورت غیر کفو سے دو
دختر پیدا ہوئیں جن میں سے ایک صغیر سنی میں مرگئی اور دوسری سید حمزہ بن عظیم الدین
بن عظمت اللہ بن حسام الدین بن سید علم الدین سے بیاہی گئی اس بی بی پہلی کے فوت ہونیکے بعد
سید حبیب اللہ نے دوسری شادی کی مسماۃ بی بی رمضانی بنت شیخ فاضل محمد سے کر اسکے
بطن سے اسکو ایک لڑکا سید فیض اللہ نام اور ایک دختر پیدا ہوئی جس کا نام
نہیں لکہا سید فیض اللہ کا نکاح بدیع النسا سے ہوا ہے اور ابتک اس کے
اولاد نہیں ہے - کذا فی مداین المعین - اور دختر سید حبیب اللہ کا نکاح سید
گہاسی بن سید غلام محمد سے ہوا - **ذکر سید عماد الدین بن دیوان سید محمد کا**
سید محمد عماد الدین پسر سومی دیوان سید محمد کو اس کی زوجہ بی بی وجیہہ النسا
بنت شیخ نظام ناگوری نبیرہ خواجہ سلطان التارکین حمید الدین صوفی سے چند
فرزند اور دختر پیدا ہوئی تہی مگر وہ سب طفولیت میں فوت ہو گئے تب سید
عماد الدین نے دوسری عورت غیر کفو سے نکاح کیا جس سے ایک لڑکا ہوا غلام چشتی
نام کہ اسکی شادی بی بی کمال دولت بنت شیخ نجم الدین بن دیوان فخر الدین سے ہوئی اس سے زیادہ اسکا
حال اوس نے نہیں لکہا - **ذکر سید امام الدین بن دیوان سید محمد کا** سید امام الدین کا نکاح اولاد
شیخ زادہ ناگور یعنی مقرب خاں معروف حکیم شیخ بہنا میں ہوا تہا جس سے ایک دختر پیدا ہو کے مرگئی اور لا اولاد
فوت ہوا - الحمد للہ کہ ذکر اولاد دیوان سید محمد کا ختم ہوا اب بیان اولاد دیوان سید فخر الدین کا لکہا جاتا ہے
ذکر دیوان سید نجم الدین بن دیوان سید فخر الدین کا - دیوان فخر الدین ۱۱۱۱ھ میں بعہد بادشاہ
عالمگیر صاحب سجادہ ہوئے تہے - بعد وفات عالمگیر کے جب اسکا بیٹا بہادر شاہ بادشاہ دہلی ہوا اور واسطے زیارت روضہ منورہ
حضرت خواجہ بزرگ کے اجمیر میں آیا تو دیوان فخر الدین سے ناخوش ہو کر اس نے انکو دیوانی سے معزول کر کے سید سراج الدین بن
سید ابو الفتح بن سید علم الدین کو کہ جو بہت نیکبخت اور زاہد عابد تہے دیوان مقرر کر کے فرمان سجادگی انکے نام لکہدیا
اس روز سے دیوان سید علاؤ الدین کی اولاد میں دیوانی اور سجادگی کی شراکت پیدا ہو کر رخنہ پڑگیا ورنہ تین

پشت تک برابر سجادگی اُن کے گھر میں رہی یعنی دیوان علاؤالدین اُن کے بعد اُنکے
بیٹے دیوان سید محمد اُن کے بعد اُنکے بیٹے دیوان سید فخرالدین صاحب سجادہ رہے
نقل ہے معمرین و معتبرین اولاد خواجہ بزرگ سے میں نے سنا ہے۔
کہ باعث رنجیدگی بہادر شاہ بادشاہ دہلی کا دیوان سید فخرالدین سے یہ ہوا کہ قدیم
سے یہ قاعدہ جاری تھا۔ کہ جب بادشاہ دہلی زیارت مزار خواجہ بزرگ کے واسطے
آتے تو دروازہ نقارخانہ درگاہ شریف تک صاحب سجادہ حضرت خواجہ کے بادشاہ
کے استقبال کیواسطے جایا کرتے تھے اور بادشاہ کے آگے آگے دعا کرتے ہوئے روضہ شریف
میں آیا کرتے تھے اور زینہ ابتدائی خانقاہ شریف سے لیکر تا روضہ شریف فرش مکلف
بچھایا جاتا تھا اوسپر پابرہنہ بادشاہ حضرت صاحب سجادہ کے پیچھے پیچھے آتے تھے۔ اور
شیشہ عطر گلاب نہایت عمدہ کا بادشاہ اپنے ہاتھ سے صاحب سجادہ کے ہاتھ میں
دیا کرتے تھے تاکہ اس عطر کو وہ مزار مقدس خواجہ پر ملیں۔ اتفاق سے بہادر شاہ محمد معظم
بادشاہ جب اجمیر میں واسطے زیارت روضہ منورہ حضرت خواجہ بزرگ کے آئے تو اوس
ایام میں چندروز سے دیوان فخرالدین عارضہ تپ لرزہ میں بیمار تھے اور نقیہہ بہت ہو گئے
تھے رعشہ تمام بدن پر بوجہ نقاہت کے ہو رہا تھا۔ جب بادشاہ دروازہ نقارخانہ پر
پہنچے تو اپنی بیماری کا عذر کہلا کر دیوان فخرالدین نے اپنے چچا حقیقی سید زین العابدین کو
واسطے استقبال بادشاہ کے بھیجا اور معافی مانگی بادشاہ نے اس عذر دیوان جی کو قبول
نہ فرمایا۔ اور حکم دیا کہ دیوان جی کا خود آنا ضروری ہے اگر اُن میں طاقت نہیں ہے تو
خواجہ سرائے بادشاہی اور خدمت گزاران شاہی اُن کو اپنے ہاتھوں پر اُٹھا کرے آوینگے
اُن کے سہارے وہ آجاویں اور ہم کو زیارت کرادیں صاحب سجادہ کے نہ آنے
سے ہماری بدشگونی ہے مجبور دیوان فخرالدین اپنی اُسی حالت مرض میں استقبال
بادشاہی کے واسطے آئے اور بدستور سابق شیشہ عطر کا بادشاہ نے اُن کے ہاتھ میں دیا

اور روضہ منورہ تک پہنچے لیکن بوجہ ضعف بیماری و نیز رعب شاہی کے شیشہ عطر کا جو
دیوان جی کے ہاتھ میں تھا صحن روضۂ مبارک پر مزار سے باہر گر کر ٹوٹ گیا اور عطر بکھر
گیا۔ دیوان جی نے دیکھا کہ اب عطر گرا ہوا تو لایق مزار حضرت خواجہ بزرگ کے ملنے
کے نہ رہا اُنہوں نے زمین سے اُس عطر کو ہاتھ میں اُٹھاکر اپنے جسم پر مل لیا۔ بادشاہ
نے پوچھا یہ کیا کرتے ہو۔ دیوانجی نے کہا کہ یہ عطر اگر دادی پر نہ ملا گیا تو پوتہ پرہی صحیح۔
بادشاہ یہ سنکر ناخوش ہوئے اور اس شیشہ عطر کے ٹوٹ جانے کو بدشگونی اپنی سمجھ کر
کہا کہ تم ایسے مشائخ کے بیٹے ہوکر ایسے کلام کہتے ہو دیوان جی چونکہ حالت بیماری میں تھے
اور اس شیشہ کے ٹوٹ جانے کی حرکت سے اور بھی بدحواس ہوئے اور سمجھے کہ بادشاہ مجھکو
کچھ بُرا کہتے ہیں تو اُنہوں نے بادشاہ سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ بادشاہ عالمگیر
کے بیٹے نہیں ہیں جو ایسا کہتے ہیں بادشاہ یہ کلام سنکر بہت رنجیدہ ہوئے اور روضہ
شریف سے باہر آکر وہاں کے لوگوں سے پوچھا کہ کوئی دوسرا شخص بھی صالح اور نیکبخت
اولاد خواجہ بزرگ سے موجود ہے جسکو صاحب سجادہ کردیا جائے چونکہ سید سراج الدین
موجود تھے اور بہت عابد اور زاہد تھے اُنکو بادشاہ کے روبرو پیش کیا گیا بادشاہ نے
اُن کے جمال باکمال کو دیکھکر بہت خوشی کے ساتھ فرمان سجادگی و دیوانی اُنکے نام
لکھدیا۔ اور بادشاہ روانہ دہلی کو ہوگئے۔ دیوان فخرالدین اُسی بیماری میں فوت
ہوگئے اور زین العابدین چچا حقیقی دیوان فخرالدین کے بادشاہ کے لشکر کے پیچھے پیچھے
واسطے بحالی دیوانی کے کہ جو اُن کے گھر سے چلی گئی تھی اور عرض معروض بہت سی
کرکے پھر فرمان دیوانی کا بنام مصلح الدین پسر دیوان فخرالدین کے لائے۔ اور دیوان
سراج الدین کو معزول کردیا۔ بعد انتقال دیوان سراج الدین کے اُن کے بیٹے سید
سیرالدین نے پھر دہلی جاکر بعد سعی بسیار کے فرمان دیوانی کا اپنے نام حاصل کرلیا اور
دیوان مصلح الدین کو علیحدہ کردیا۔ اور خود مصلائے دیوانی پر بیٹھ گئے۔ بعد چند

سید نجم الدین بن فخرالدین نے بادشاہ سے ملاقات کر کے دیوانی اور سجادگی حاصل کر لی اور سید منیرالدین کو علیحدہ کر دیا۔ الغرض دیوان سید نجم الدین کو اُن کی زوجہ سے کہ جو وہی نکاح کر کے لائے تھے ایک لڑکا ہوا سید غلام معین الدین اور ایک دختر کمال دولت نام پیدا ہوئی جو سید غلام چشتی بن سید عماد الدین بن دیوان سید محمد سے منکوحہ ہوئی۔ مگر سید غلام معین الدین کا حال تحقیق نہ ہوا کہ اسکو اولاد ہوئی یا نہیں

ذکر دیوان مصلح الدین بن دیوان فخرالدین کا۔ دیوان مصلح الدین بعد وفات اپنے والد دیوان سید فخرالدین کے ۱۱۰۳ھ ہجری میں بعد خلع دیوان سراج الدین کے مسند دیوانی پر بیٹھے۔ اور ایک مدت کے بعد دیوان منیرالدین نے اُن کو علیحدہ کر کے دیوانی حاصل کر لی جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ دیوان مصلح الدین کو شکم بی بی فرزانہ بنت سید فخرالدین عرف سید ہزاری سے ایک لڑکا ہوا۔ سید خرم نام جو لاولد فوت ہوگیا۔ اور ایک دختر ہوئی صاحب جمال نام جو سید حمید الدین بن سید مفرح الدین سے بیاہی گئی۔

ذکر سید مفرح الدین بن دیوان سید فخرالدین کا۔ بعضوں نے سید مفرح الدین کو سید مفخر الدین بھی لکھا ہے۔ ان کو بی بی بزرگ نساء بنت سید فخرالدین عرف سید ہزاری کے شکم سے دو فرزند ہوئے ایک سید حمید الدین اور چھوٹا مجید الدین بعد وفات بی بی بزرگ نساء کے سید مفرح الدین نے دوسری بی بی رکی عائشہ نام جو بیٹی تھی سید ضیاء الدین بن حسام الدین بن سید علم الدین کی۔ مشہور ہے کہ اس دوسری شادی کے روز ہی سید مفرح الدین کو جنون ہوگیا۔ کہ وہ اسی میں فوت ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ جادو کیا گیا تھا۔ اس دوسری عورت سے اولاد نہ ہوئی اور سید حمید الدین بن سید مفرح الدین کو بی بی صاحب جمال بنت سید مصلح الدین بن دیوان فخرالدین کے شکم سے ایک لڑکا ہوا سید نتھن اور ایک دختر ہوئی سیف النساء نام جو سید ہمت علی بن سید صدر الدین سے بیاہی گئی اور سید نتھن بن سید حمید الدین کی شادی بی بی

زینا بنت شیخ عبد الغنی بن شیخ بہاؤ الدین بن شیخ علاؤ الدین نبیرہ قاضی حمید الدین ناگوری سے ہوئی۔

ذکر سید مجید الدین پسر دوم سید مفرح الدین کا

سید مجید الدین بن سید مفرح الدین کو بی بی سعادت بانو بنت قاضی سید ابو الفتح سکنہ سانبھر سے ایک لڑکا ہوا سید غلام محی الدین اور سات لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ اول کفایت بانو جو سید نجیب اللہ بن عظمت اللہ بن حسام الدین بن سید علم الدین سے منکوحہ ہوئی اور اُس سے اولاد نہ رہی۔ دوسری نور النساء جو سید وارث علی بن سید صدر الدین بن سید زین العابدین بن سید دیوان علاؤ الدین سے بیاہی گئی۔ تیسری رشیدہ بانو جو سید امین الدین بن امجد علی بن سید احمد بن حسام الدین بن سید علم الدین سے منکوحہ ہوئی۔ چوتھی صاحب دولت جو سید یونس بن سید وارث محمد بن سید شرف محمد کے عقد میں آئی۔ پانچویں عزت بی بی جو شیخ غلام محمد بن شیخ عزیز محمد بن عبد الرحمن ناگوری۔ نبیرہ حضرت سلطان التارکین کے جفت شریعت تھے۔ چھٹی زیب النساء جو شیخ رضا محمد بن محمد تقی بن شیخ عبد الوحید بن عبد الرحیم بن شیخ فیروز نبیرہ حضرت سلطان التارکین سکنہ جھونجھنوں سے منکوحہ ہوئی اُسکے شکم سے ایک دختر ہوئی تھی مسماۃ زینت بی بی جو سید تاج الدین بن سید وارث علی خواجہ زادہ سے بیاہی گئی اور اُس کے اولاد نہیں ہوئی۔ **کاتب الحروف کہتا ہے** کہ شیخ محمد رضا شوہر بی بی زینب النساء بنت سید مجید الدین نے بعد وفات بی بی مذکور کے دوسری شادی اپنی برادری میں جھونجھنوں کی تھی اُس کے شکم سے ایک دختر ہوئی مسماۃ سدن بی بی جو حقیقی دادا اس فقیر کے شیخ فیض الدین سے بیاہی گئی۔ اُس کے شکم سے شیخ فیض الدین کو دو فرزند ہوئے شیخ محمد بخش اور شیخ احمد بخش والد اس فقیر کے۔ اور ساتویں دختر سید مجید الدین کا حال ابن المعین وغیرہ میں نہیں لکھا اور غلام محی الدین بن سید مجید الدین کو بی بی امت اللہ کے بطن سے کہ جو اولاد سید نجم الدین سے تھے اور موضع سمہہ عملہ پرگنہ میوات میں آسودہ ہیں۔ اب تک

کوئی اولاد نہیں ہوئی ہے۔ کذا فی مداین المعین۔ **فائدہ**۔ کتاب مداین المعین زمانہ محمد شاہ بادشاہ دہلی میں تصنیف ہوئی ہے۔ اُس میں لکھا ہے کہ سید مجیب الدین مذکور کو چھہ سات لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ اُن میں سے صرف دو لڑکیوں کا نام لکھا ہے۔ ایک کفایت بانو جو سید نجیب اللہ سے منکوح ہوئی۔ دوسری رشیدہ بانو جو امین الدین سے بیاہی گئی اور باقی دختران کے واسطے لکھا ہے کہ طفولیت میں فوت ہو گئیں۔ چنانچہ یہ تحریر صاحب مداین المعین کی بیخبری سے ہے کیونکہ ان چار دختران مذکورہ کا ذکر شجرہ اولاد دیوان سید علاؤالدین سے بطور صحیح اس فقیر نے لکھا ہے جس میں شک کی گنجایش نہیں ہے۔ **ذکر سید زین العابدین پسر دوم دیوان علاؤالدین کا**۔ سید زین العابدین پسر دومی دیوان سید علاؤالدین کو شکم بی بی رحمت بانو بنت سید حسام الدین بن سید علم الدین سے ایک لڑکا ہوا سید صدرالدین نام اور ایک لڑکی سعادت بانو جو شیخ عبدالقوی اولاد خواجہ سلطان التارکین باشندہ جھونجھنوں سے بیاہی گئی اور سعادت بانو سے شیخ مذکور کو ایک لڑکا ہوا۔ نیراللہ اور چار لڑکیاں ہوئیں اُن چاروں دختران میں سے ایک دختر کا نام عزالنسا تھا جو سید عبدالاحد بن سید احمد بن سید حسام الدین بن سید علم الدین سے منکوحہ ہوئی۔ اور سید صدرالدین بن سید زین العابدین کی شادی اول بی بی ماہ بانو بنت دیوان سراج الدین سے ہوئی تھی۔ اُس کے بطن سے ایک دختر ہوئی رخیت النساء نام جو طفولیت میں مر گئی اسکے بعد سید صدرالدین نے اپنی بی بی سے ناراض ہو کر دوسری شادی قصبہ جھونجھنوں میں گلاب بی بی بنت شیخ جمال الدین بن شیخ کمال الدین بن شیخ عبدالقادر بن شیخ عبدالفتح بن خواجہ معروف بن حضرت مخدوم حسین ناگوری نبیرہ خواجہ سلطان التارکین حمیدالدین صوفی سے کی جس سے تین فرزند ہوئے۔ بڑا دیوان عبدالعلی دوسرے میر ہمت علی۔ تیسرے سید وارث علی۔ اور سید عبدالعلی کو مداین المعین میں عبداللہ کے نام سے

بدین عبارت لکھا ہے کہ سید صدر الدین نے دار الخلافت دہلی کا سفر اختیار کیا وہاں
سے ضلع پورب میں گئے اور بڑا بیٹا اُنکا عبد اللہ ساتھ تھا چنانچہ سید صدر الدین
پورب میں ہی فوت ہو گئے اور سید عبد اللہ نے دہلی میں واپس آکر شادی کی اور وہاں
ہی سکونت اختیار کرلی اور دہلی میں اُنکے اولاد ہوئی۔ **فائدہ**۔ اس فقیر نے زبان سے
سید نجم الدین صاحب بن سید لطف علی بن سید دیوان وارث علی بن سید صدر الدین
سے ایسا سنا ہے کہ بعد وفات سید دیوان نجم الدین کے دیوان سید منیر الدین صاحب
سجادہ ہوئے اُن کے بیٹے سید امام الدین خاں مسند سجادگی پر بیٹھے اُن سے سید عبد العلی
بن سید صدر الدین مذکور نے سجادگی لیلی اور عبد العلی نے عین حالت سجادگی میں وفات
پائی چونکہ دیوان عبد العلی لاولد تھے اس لئے اُن کے چھوٹے بھائی دیوان وارث علی
سجادگی پر بیٹھے۔ پھر اُن سے دوبارہ دیوان امام الدین خاں نے عہد محمد شاہ میں سجادگی
لیلی اور مستقل دیوان ہو گئے کہ ابتک یعنی ۱۳۰۷ھ ہجری تک سجادگی اُن کی اولاد میں
موجود ہے۔ چنانچہ ذکر اسکا آگے لکھا جاوے گا۔ اور سید ہمت علی پسر دوم سید
صدر الدین کو بی بی سیف النساء بنت سید حمید الدین بن سید مصلح الدین کے
شکم سے ایک لڑکا ہوا۔ علاؤ الدین نام معروف سید علن اور ایک دختر ہوئی سید المصلح
نام جو وحید الدین بن امین الدین سے بیاہی گئی۔ اور سید علاؤ الدین بن سید ہمت علی
کو سید ناصر علی بن وارث علی نے جو کہ خسر پورہ علاؤ الدین مذکور کا تھا اور چچا زاد بھائی
بھی قصبہ بوندی میں شہید کر ڈالا اُس کے ایک لڑکا تھا سالونت علی نام جو لاولد
فوت ہو گیا۔ **ذکر سید وارث علی پسر سوم سید صدر الدین کا**۔ اپنے بڑے
بھائی کے فوت ہونے کے بعد سید وارث علی بن سید صدر الدین مسند سجادگی پر بیٹھے اور
دیوان ہوئے اُن سے جب دیوان امام الدین خاں بن دیوان منیر الدین نے سجادگی لیلی
تو سید وارث علی معہ اپنے بھائیوں اور بھتیجوں اور فرزندوں اور اہل وعیال کے شہر

بوندی میں جاکر سکونت پذیر ہو گئے۔ مہاراج بوندی نے اُنکی بہت کچھہ تعظیم اور تکریم اور خاطر تواضع کر کے چند گاؤں جاگیر میں دیئے کہ مدت تک بوندی میں رہے۔

فائدہ۔ قصبہ بوندی میں سید وارث علی کے جانے کا سبب یہ ہے کہ اُس زمانہ میں اجمیر شریف قبضہ میں راجہ ابہے سنگہہ جی راٹھور والئے جودھپور کے تہا اور بابا م دیوانی باہم راجہ مذکور اور دیوان وارث علی کے محبت تہی۔ کہتے ہیں کہ سید وارث علی کے پاس ایک گھوڑا نہایت عمدہ تہا جسکو یہ دل سے عزیز کہتے تہے اُس گھوڑے کو راجہ ابہے سنگہہ نے اُن سے مانگ لیا اُنہوں نے انکار کر دیا جس سے راجہ رنجیدہ خاطر ہو گئے دوسرا سبب رنجیدگی راجہ مذکور کا یہ ہوا کہ باہم راجہ ابہے سنگہہ جی اور اُنکے بہائی کے جنگ ہوئی اور راجہ ابہے سنگہہ جی شکست کہا کر اور بہاگ کر اجمیر آئے تو دیوان وارث علی نے شہر اجمیر کا دروازہ حسب تحریر برادر راجہ ابہے سنگہہ کے بند کر لیا اس سے اور بھی زیادہ رنج راجہ مذکور کو اُن سے ہو گیا آخر جب مابین راجہ ابہے سنگہہ اور اُنکے بہائی کے تصفیہ ہو کر راج مارواڑ کا ابہے سنگہہ جی پر مسلم رہا تو سید وارث علی نے اپنا رہنا اجمیر میں مناسب نہ سمجہکر شہر بوندی میں قیام کیا اور مشہور ہے کہ دیوان امام الدین خاں اُس زمانہ میں راجہ مذکور کے پاس ملازم تہے پس اُنکی سعی سے دیوانی سید امام الدین خاں کے ہاتھ آئی واللہ اعلم بالصواب میں نے ایسا ہی سنا ہے۔ بعض اولاد خواجہ بزرگ سے۔ **نقل** ہے کہ جب سید وارث علی اپنے بیٹوں سید ناصر علی اور تاج الدین اور عزیز الدین کی شادی قصبہ جھونجھنوں میں اس فقیر کی برادری میں کرنے کے واسطے آئے۔ تو نہایت تجمل اور شوکت اور سامان اور زیور کے ساتھہ آئے تہے یہانتک کہ اُنکے چند گھوڑوں کے زیور طلائی خالص کا بندہا ہوا تہا۔ جھونجھنوں میں ایک عرصہ تک بہت شان و شوکت کے ساتھہ رہے۔ آخر کو ایک شخص حجام نے کسی دشمن کے کہنے سے اُنکو دودہ میں زہر ڈالکر پلا دیا جس سے وفات پائی۔ قبر

اُن کی جھونجھنوں میں مشہور ہے۔ سید وارث علی کو اُن کی زوجہ بی بی نور النساء
بنت سید مجید الدین بن سید مفرح الدین بن دیوان فخر الدین سے چھ فرزند اور
تین لڑکیاں ہوئیں۔ لڑکیوں میں بڑی بی بی ثمر النساء جو امین الدین سہروردی اولاد
قاضی حمید الدین ناگوری سے بیاہی گئی۔ اور لاولد فوت ہوئی۔ دوسری لطیف النساءٔ
جو شیخ محمد علی بن غلام محمد بن عزیز محمد بن عبد الرحمن بن شیخ فرید ناگوری اولاد حضرت
مخدوم حسین ناگوری نبیرہ خواجہ سلطان التارکین سے بیاہی گئی اُس سے اولاد جاری
ہے۔ تیسری بی بی سراج النساء جو سید علاؤ الدین بن سید ہمت علی بن سید صدر الدین
سے منکوحہ ہوئی۔ اور بڑے بیٹے سید وارث علی کے سید ناصر علی جن کی زوجہ بی بی جمعیت النساء
بنت شیخ نور الدین بن شیخ عبد الجبار بن عبد الستار بن محمد سعد بن محمد سعید اولاد خواجہ
سلطان التارکین باشندہ جھونجھنوں سے تھی اُسکے اولاد نہیں ہوئی۔ دوسرے فرزند
وارث علی کے سید تاج الدین اُنکی شادی بھی جھونجھنوں میں بی بی زلفت النساء بنت
شیخ محمد رضا بن شیخ محمد تقی بن عبد الوحید بن عبد الرحیم بن شیخ فیروز بن شیخ کمال الدین
اولاد خواجہ سلطان التارکین سے ہوئی۔ والدہ اس بی بی زلفت النساء کی مسماۃ
زیب النساء بنت سید مجید الدین بن سید مفخر الدین بن دیوان فخر الدین خواجہ زادہ کی
تھی۔ یہ سید تاج الدین بھی لاولد فوت ہوئے۔ تیسرے فرزند سید وارث علی کے سید
بہادر علی جو طفولیت میں فوت ہوگئے۔ چوتھے فرزند سید عزیز الدین جن کی شادی بھی
جھونجھنوں میں بی بی رفیع النساء بنت شیخ غلام نبی بن شیخ فقیر اللہ بن شیخ عبد القوی اولاد
خواجہ سلطان التارکین سے ہوئی اور یہ شیخ غلام نبی بی بی نور النساء بنت سید امجد بن
سید احمد بن سید حسام الدین بن سید علم الدین کے بیٹے تھے۔ سید عزیز الدین کو اِس بی بی
رفیع النساء سے اولاد نہیں ہوئی مگر تین فرزند عورت غیر کفو سے ہیں۔ اول رمضان علی
دوسرا امداد حسین تیسرا امراؤ علی۔ پانچویں فرزند سید وارث علی کے سید اشرف علی تیر

اُن کی زوجہ بی بی امانت النسار بنت سید علی باشندہ مادہو پور اولاد حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کی تہی - یہ بہی لاولد فوت ہو گئے - چہٹے بیٹے سید وارث علی کے سید لطف علی تہے شادی اُن کی بہی جہوجہنوں میں بی بی امیر النسار بنت شیخ غلام نبی بن فقیر اللہ اولاد سلطان التارکین سے ہوئی اُسکے بطن سے سید مذکور کو دو لڑکیاں اور تین فرزند پیدا ہوئے - لڑکیوں میں بڑی بی بی قمر النسار - دوسری بی بی نجم النسار جوکہ یکے بعد دیگرے شیخ امیر علی بن محمد علی بن غلام محمد بن عزیز محمد بن عبدالرحمن بن شیخ فرید ناگوری نبیرہ حضرت مخدوم حسین ناگوری سے بیاہی گئی اِن دونوں دختروں سے اولاد نہ ہوئی مگر شیخ مذکور کو بی بی خیرن باشندہ مادہو پور اولاد حضرت غوث الاعظم سے ایک لڑکا ہے مظفر علی نام جو قصبہ بوندی میں رہتا ہے اور وہیں سید لطف علی کے بڑے بیٹے سید رستم علی ہیں جن کی شادی قصبہ جہوجہنوں میں بی بی فہم النسار بنت شیخ الٰہی بخش بن شریف اللہ بن عبدالمظفر بن عبدالستار بن محمد سعد اولاد حضرت خواجہ سلطان التارکین سے ہوئی ہے اس بی بی سے ایک لڑکا اور چند لڑکیاں سید مذکور کو پیدا ہوئی تہیں مگر طفولیت میں فوت ہو گئیں اور اس ۱۳۰۰ہجری تک سید رستم علی اور اُن کی بی بی فہم النسار زندہ ہیں خداوند کریم اُن کو کوئی فرزند عطا کرے - **فائدہ منجانب عاصی محمد رمضان مترجم** - بعد تصنیف اِس کتاب کے بدعائے حضرت مصنف کے کہ جو اُوپر لکہی گئی ہے سید رستم علی کو بطن بی بی مذکور سے ایک فرزند پیدا ہوا سید منیر الدین حسن نام جسکی شادی بسماۃ فہیم النسار بنت شیخ نظیر الدین بن الٰہی بخش اولاد حضرت سلطان التارکین سے مقام جہوجہنوں میں ہوئی ہے اِس بی بی سے سید منیر الدین حسن کے دو لڑکے - بڑا نور الحق چہوٹا اختر حسین موجود ہیں - سید نور الحق جنکا بیاہ مسماۃ عنایت بی بی دختر شیخ ضیاء الدین بن نجیب الدین بن شیخ شہاب الدین اولاد حضرت سلطان التارکین سے ہوا ہے اور ایک دختر ہے مسماۃ منیر النسار جسکا عقد شرعی سید احمد حسن

پسر سید ریاض الدین احمد بن سید نجم الدین بن سید لطف علی بن سید دیوان وارث علی خواجہ زادہ سے ہوا تھا۔ دوسرے فرزند سید لطف علی کے سید نجم الدین ہیں جنکی شادی بھی قصبہ جھونجھنوں میں بی بی فہیم النساء بنت شیخ شہاب الدین بن احمد بخش بن فیض الدین بن شیخ محمد سلطان بن شیخ محمد سعدا ولاد حضرت سلطان التارکین سے یعنی حقیقی برادر زادے اس فقیر حاجی نجم الدین سے ہوئی ہے جو صحیح النسب اور نجیب الطرفین ہے۔ انکے شکم سے سید نجم الدین کو ایک فرزند پیدا ہوا ہے جسکا نام سید ریاض الدین احمد ہے جو اسوقت بعمر گیارہ بارہ سال ہے اور سات لڑکیاں ہیں اُن میں سے ایک دختر بی بی طہور النساء ہے جسکی شادی اس فقیر مولف کے فرزند نور احمد سے ہوئی ہے اور ایک لڑکی۔ بی بی عظیم النساء دختر کلاں سید نجم الدین کی شیخ مولا بخش بن شیخ الٰہی بخش خسر پورہ میاں رستم علی اولاد حضرت سلطان التارکین سے بیاہی گئی ہے اور اسکی اولاد موجود ہے۔ **فائدہ از جانب مترجم یعنی عاصی محمد رمضان**۔ بعد تصنیف اس کتاب کے بی بی عظیم النساء بنت کلاں سید نجم الدین کو پانچ فرزند اور ایک دختر پیدا ہوئی ہے۔ دختر کا نام نذیر النساء ہے اور لڑکوں کا نام ضمیر الدین اور زبیر الدین اور امیر الدین اور بیر الدین اور ممتاز الدین ہے۔ ازاں جملہ امیر الدین لاولد فوت ہو گیا باقی سب صاحب اولاد موجود ہیں۔ اور سید ریاض الدین احمد کی شادی اول مسماۃ نظر النساء بنت شیخ قادر بخش بن شیخ بدر الدین ناگوری اولاد حضرت خواجہ سلطان التارکین سے ہوئی اور اُس سے صرف ایک دختر پیدا ہوئی جو طفولیت میں فوت ہو گئی۔ بعد انتقال نظر النساء کے سید ریاض الدین احمد کا نکاح بی بی منیر النساء بنت شیخ نظیر الدین بن شیخ الٰہی بخش اولاد حضرت سلطان التارکین سے ہوا کہ یہ بی بی بھی بے اولاد انتقال کر گئی اسکی وفات کے بعد تیسری شادی سید ریاض الدین احمد کی بی بی نور جمال بنت شیخ امام الدین بن صلاح الدین نبیرہ حضرت سلطان التارکین سے

جھوبخنوں ہیں ہوئی جنکے شکم سے سید مذکور کو بفضل خدا اسوقت پانچ فرزند اور دو
دختر اس تفصیل سے موجود ہیں۔ بڑا بیٹا سید احمد حسن جسکی شادی منیر النساء بنت سید
منیر الدین حسن بن سید رستم علی بن سید لطف علی بن سید دیوان وارث علی سے
ہوئی ہے ابھی اس سے اولاد پیدا نہیں ہوئی ہے۔ دوسرا سید محمد حسین جو سماۃ
سعید النساء بنت شیخ بدر الدین بن مولا بخش بن الٰہی بخش بن شریف اللہ اولاد حضرت
سلطان التارکین سے منسوب ہے۔ تیسرا سید مقبول حسین جسکا نکاح سماۃ جمال بی بی
بنت شیخ محمد بخش بن غیاث الدین بن شہاب الدین بن احمد بخش بن شیخ فیض الدین
اولاد حضرت سلطان التارکین سے ہوا ہے۔ چوتھا سید معین الدین خاں پانچواں سید
اشفاق احمد کہ یہ دونوں ابھی صغیر سن ہیں۔ اور بڑی دختر سید ریاض الدین جو
بن سید نجم الدین بن سید لطف علی کی سماۃ خدیجہ بی بی ہے جسکی شادی محمد فرید الدین
اس عاصی محمد رمضان مترجم کتاب ہذا بن حضرت خواجہ حاجی محمد نجم الدین مؤلف و
مصنف کتاب ہٰذا کے فرزند سے ہوئی ہے اور دوسری دختر محمدی بیگم ہے جو شیخ محمد صدر الدین
بن غلام فخر الدین بن عاصی محمد رمضان مترجم سے منسوب ہے۔ اور تیسری دختر
سید نجم الدین بن سید لطف علی کی سماۃ قمر النساء جو شیخ غلام اولیاء بن شیخ بدر الدین
ناگوری اولاد حضرت سلطان التارکین سے منکوحہ ہوئی تھی اس قمر النساء سے ایک
لڑکا ہے فتح محمد نام جسکی اولاد بکثرت موجود ہے اور ایک دختر ہے نذیر النساء نام جو
شیخ مسلیم الدین پسر عظیم الدین بن شیخ عبد الکریم اولاد سلطان التارکین سے بیاہی گئی
اور اسکی اولاد موجود ہے۔ چوتھی دختر سید نجم الدین بن سید لطف علی کی منیر النساء
جو اس عاصی محمد رمضان مترجم ابن حضرت حاجی محمد نجم الدین مؤلف کتاب ہٰذا ابن
شیخ فیض الدین سے منکوحہ ہوئی ہے اور اس بی بی سے بفضل خدا عاصی کو چار
فرزند اور تین دختر پیدا ہوئیں۔ بڑا بیٹا غلام فخر الدین جو اول سماۃ بی بی مریم بنت

شیخ مولوی عبد الغفور بن مولوی قمر الدین بن شیخ احمد بخش سے بیاہا گیا۔ بعد انتقال اُس بی بی کے دوسرا نکاح بی بی غلام فاطمہ بنت جمال الدین بن غیاث الدین بن شہاب الدین بن شیخ احمد بن شیخ فیض الدین سے ہوا ہے کہ اُس سے اسوقت دو فرزند یعنی محمد صدر الدین اور محمد بدر الدین بعمر خورد سال موجود ہیں اور ایک دختر زکیہ بی بی صغیر سن ہے۔ دوسرا لڑکا اس عاصی کا شکم منیر النساء بنت سید علی نجم الدین سے غلام سلیمان ہے۔ جس کی پہلی شادی خدیجہ بی بی بنت شیخ سرفراز علی بن حاجی محمد نجم الدین بن شیخ احمد بخش بن شیخ فیض الدین سے ہوئی ہے اور بعد انتقال اُسکے دوسری شادی مسماۃ زبیدہ بی بی بنت شیخ جمال الدین بن غیاث الدین بن شہاب الدین بن احمد بخش بن فیض الدین اولاد سلطان التارکین سے ہوئی ہے ابھی کوئی اولاد اُس سے نہیں ہوئی ہے۔ تیسرا لڑکا محمد فرید الدین جسکا نکاح بی بی خدیجہ بنت سید ریاض الدین احمد بن سید نجم الدین بن لطف علی بن دیوان وارث علی احمد خواجہ زادے سے ہوا ہے۔ اور ابھی تک اولاد اُسکے نہیں ہوئی ہے۔ چوتھا لڑکا ایوب جسکی زوجہ صغریٰ بی بی بنت شیخ مولوی عبد الغفور بن شیخ مولوی قمر الدین بن شیخ احمد بخش بن شیخ فیض الدین ہے اور بڑی دختر عاصی کی شکم منیر النساء خواجہ زادے سے مسماۃ رضیہ بی بی جو شیخ محمد حنیف بن شیخ عبد اللطیف بن حاجی محمد نجم الدین بن شیخ احمد بخش بن فیض الدین سے بیاہی گئی ہے اور اُسکے دو فرزند موجود ہیں محمد منیف اور محمد حنیف نام دوسری دختر بی بی غلام فاطمہ جسکا نکاح امین الدین پسر سرفراز علی بن حاجی محمد نجم الدین سے ہوا تھا کہ وہ فاطمہ لاولد فوت ہوگئی اور امین الدین نے دوسرا نکاح اولاد حضرت سلطان التارکین میں کیا ہے۔ تیسری دختر حبیبہ بی بی تھی جو کہ محمد بخش برادر امین الدین مذکور پسر سرفراز علی سے شادی ہوئی تھی وہ فوت ہوگئی۔ اور محمد بخش کو اس بی بی سے اولاد موجود نہیں ہے۔ پانچویں دختر سید نجم الدین

بن سید لطف علی کی مسماۃ جنت النساء تھی جو شیخ محمد سرفراز علی پسر حاجی محمد نجم الدین مصنف کتاب ہذا سے بیاہی گئی تھی وہ فوت ہو گئی۔ چھٹی دختر سید نجم الدین کی نجم النساء نام ہے جو شیخ مولوی عبد الغفور پسر مولوی قمر الدین بن احمد بخش بن فیض الدین سے بیاہی گئی اسکے شکم سے تین فرزند عبد الشکور اور ظہور الدین اور نور الحق پیدا ہوئے اور چار دختر ایک مریم بی بی۔ دوسری زبیدہ بی بی تیسری فیضن بی بی۔ چوتھی صغریٰ بی بی۔ چھٹی دختر سید نجم الدین بن سید لطف علی کی حبیب النساء تھی جو طفولیت میں فوت ہو گئی یہانتک حاشیہ ہے جو کہ عاصی محمد رمضان مترجم نے لکھا ہے اب اسکے آگے پھر ترجمہ اصل کتاب کا شروع کیا جاتا ہے۔ تیسرا لڑکا سید لطف علی کا سید غلام حسین ہے کہ اسکی شادی بھی جھونجھنوں میں مسماۃ بختاور بانو بنت شیخ غلام رسول اولاد حضرت سلطان التارکین سے ہوئی تھی اسکی شکم سے ایک دختر ہے قمر النساء نام جو اصغر علی بن سلطان بخش اولاد حضرت سلطان التارکین سے بیاہی گئی ہے اور بختاور بانو عرف کالی بی بی بھی فوت ہو گئی مگر سید غلام حسین مذکور کی ایک عورت ہے مسماۃ بھوری نام جسکو سید مذکور بوندی سے لائے تھے۔ غلام حسین کہتے تھے کہ میں نے اس سے نکاح کر لیا ہے اسکے شکم سے دو فرزند ہیں۔ الحمد للہ کہ ذکر اولاد سید زین العابدین کا بخیریت ختم ہو چکا۔

ذکر سید فضل علی پسر سوم دیوان علاؤ الدین کا۔ سید فضل علی بن دیوان سید علاؤ الدین کی شادی جھونجھنوں میں مسماۃ عفیفہ بانو اولاد حضرت سلطان التارکین سے ہوئی تھی لیکن مداین المعین میں نام والد عفیفہ بانو کا نہیں لکھا مشہور ہے کہ سید زین العابدین اور سید فضل علی کہ جسکو فیض علاؤ الدین بھی کہتے ہیں دونوں ساتھ دکن کے سفر میں گئے تھے اثناء راہ میں قزاقوں کے ہاتھ سے دونوں شہید ہو گئے لیکن ان کے حال سے یہ بیان تذکرہ ظاہر نہیں ہوا۔ ذکر اولاد سید حسام الدین پسر دوم سید علم الدین۔ سید حسام الدین بن

سید علم الدین کے چار فرزند تہے اور ایک دختر جس کا نام رحمت بانو تہا - جو سید زین العابدین بن دیوان علاؤالدین سے منکوحہ ہوئی اور بڑا لڑکا سید احمد دوسرے ضیاء الدین تیسرے جلال الدین چوتہے عظمت اللہ - ذکر سید احمد بن سید حسام الدین کا - سید احمد بن سید حسام الدین کو بطن بی بی سلطان بی بی بنت شیخ شاہ محمد بنیرہ قاضی حمید الدین ناگوری سے چار فرزند ہوئے اور دو لڑکیاں جن میں سے بڑی دختر بی بی خرسندہ تہی جو سید شمس الدین بن سید ابوالفتح بن سید علم الدین سے بیاہی گئی - دوسری بی بی شریفہ یہ عطاء اللہ بن سید ابوالفتح مذکور سے منکوحہ ہوئی - اور لڑکے سید احمد کے سید محمود اور سید امجد - سید عبد الاحد - اور نجم الدین چلہ کش تہے - سید محمود بن سید احمد بن سید حسام الدین نے کہ اُن کا عرف چشتی خاں تہا ابتدائے حال میں منصب بادشاہی اختیار کر رکہا تہا اور یہ چشتی خاں خطاب بہی بادشاہ کا دیا ہوا تہا - یہ چشتی خاں علاوہ اُس چشتی خان کے ہے کہ جس کا نام قطب الدین خاں تہا اولاد خواجہ معین الدین خورد سے عہد سلطان محمود خلجی بادشاہ مانڈوگڑہ میں جو منصب بارہ ہزار سوار کا رکہتا تہا - الغرض اس سید محمود چشتی خاں کی شادی بی بی نصرت النساء بنت سید عظمت اللہ بن سید حسام الدین سے ہوئی تہی وہ لاولد فوت ہوا - اور سید امجد پسر دوم سید احمد کو بطن بی بی فیض النساء بنت سید جلال الدین بن حسام الدین سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں - اول بی بی نور النساء جو شیخ فقیر اللہ بن شیخ عبد القوی اولاد حضرت سلطان التارکین باشندہ جہونجہنوں سے منکوحہ ہوئی - یہ شیخ فقیر اللہ داماد سید امجد نواسہ سید زین العابدین بن دیوان علاؤالدین کا تہا یعنی بی بی سعادت بانو کا بیٹا اور دوسری دختر کا نام مداین العین میں نہیں لکہا اور لڑکوں میں بڑا سید مجید الدین تہا جو بعمر طفلگی فوت ہوگیا - دوسرا سید امین الدین جسکو بی بی رشیدہ بانو بنت سید مجید الدین بن سید مفخر الدین جسکو

مفرح الدین بہی کہتے تہے دو فرزند اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں - اول دختر ساجدہ بانو
نام جو سید بدیع الدین بن سید محی الدین عرف موجاجی سے بیاہی گئی کذا فی شجرہ
اولاد دیوان علاؤ الدین اور مداین المعین میں لکھا ہے کہ بی بی ساجدہ بانو سید
بدیع الدین بن مجید الدین بن شمس الدین بن سید ابوالفتح سے منکوحہ ہوئی اور یہی صحیح
ہے - دوسری دختر سید امین الدین کی بی بی فضیلت النسار عرف بھوندا جو سید عصمت اللہ
عرف امام بخش بن سید عزت اللہ سے بیاہی گئی - اسکے بطن سے ایک لڑکا ہوا قمر علی نام
جسکی شادی بی بی زینب بنت سید محتشم علی عرف سید قدون سے ہوئی - تیسری
دختر بی بی حمیدہ جو شیخ امین الدین سہروردی بن علم الدین بن شہاب الدین اولاد قاضی
حمید الدین ناگوری سے منکوحہ ہوئی اور لاولد گئی اور بیٹوں میں بڑا بیٹا سید امین الدین
کا سید قوام الدین تہا اسکو بی بی نجا بنت قاضی سید حسن بن سید اسد اللہ بن ابوالفتح
سے دو فرزند ہوئے ایک قاسم علی دوسرا راحت علی مگر قاسم علی کی اولاد کا حال
مداین المعین میں نہیں لکھا کہ تہے یا نہیں اور سید راحت علی بن قوام الدین کے دو فرزند
ہوئے اول بھیکو دوسرے سید امام علی اور دوسرے فرزند سید امین الدین کے
سید وحید الدین تہے اُن کی شادی بی بی سعیدہ بانو بنت سید ہمت علی سے ہوئی
ہتی لیکن ان کی اولاد کا حال نہیں لکہا - **ذکر سید عبد الاحد پسر سوم سید
احمد بن سید حسام الدین بن سید علم الدین کا** - سید عبد الاحد بن سید
احمد کو بی بی عزالنسار بنت سعادت بانو بنت سید زین العابدین بن دیوان علاؤ الدین
کے شکم سے تین فرزند ہوئے خیر اللہ اور نجیب اللہ اور عظیم اللہ راوی نے دو فرزند اول
کے اولاد کا حال نہیں لکہا - لیکن سید عظیم اللہ پسر ثالث کے ایک کنیزک سے ایک لڑکا
ہوا سید حمزہ نام - **فائدہ** - روایت مذکور سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سید عبد الاحد
بن سید احمد بن سید حسام الدین کی بہی شادی جہونجہنوں میں ہوئی ہتی کیونکہ جب

اوپر لکھا جا چکا ہے کہ سید مذکور کی زوجہ عزت النسار تہی بنت سعادت بانو دختر
سید زین العابدین بن دیوان علاؤالدین کی اور ذکر سید زین العابدین میں لکھا گیا ہی
کہ بی بی سعادت بانو دختر سید مذکور کی شیخ عبدالقوی بنبیرۂ حضرت سلطان التارکین
سے قصبہ جھوجھنواں میں شادی ہوئی اُسکے بطن سے شیخ عبدالقوی کو ایک لڑکا ہوا
شیخ فقیر اللہ جسکی شادی بی بی نورالنسار بنت سید امجد بن سید احمد بن حسام الدین
بن سید علم الدین سے ہوئی اور چار لڑکیاں اُس سے پیدا ہوئیں۔ اُن میں سے یہ ایک
دختر عزالنسار ہے جو سید عبدالاحد سے منکوحہ ہوئی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ذکر سید نجم الدین چلہ کش پسر چہارم سید احمد مذکور کا۔ واضح ہو کہ ذکر
سید نجم الدین چلہ کش کا کہ جو پسر چہارمی سید احمد کے تہے مدائن المعین میں نہیں لکھا
ہے۔ باعث اُس کا یہ ہے کہ سید مسیح اللہ نام اولاد سید نجم الدین سے بوجہہ کسی
تنازع کے اجمیر سے دہلی کی طرف چلے گئے تہے اور عداوت باہمی کے سبب صاحبان
اجمیر نے اپنے شجروں سے نام اُن کا نکال دیا تہا اور کتاب مدائن المعین میں شجرات
اولاد خواجہ بزرگ سے احوال اولاد خواجہ غریب نواز کا لکھا ہے پس بوجہہ نہ ملنے
حال سید نجم الدین کے شجرات میں درج کتاب مدائن المعین نہیں ہوا اور تفصیل
اُس نزع کی یہ ہے کہ سید مسیح اللہ بن سید عظیم الدین بن سید نجم الدین چلہ کش
کی شادی اول دختر دیوان سید منیر الدین بن دیوان سراج الدین سے ہوئی تہی
اُس کے بطن سے مسیح اللہ کو ایک لڑکا ہوا شاہ علی نام۔ بعد فوت ہو جانے اس زوجہ
مسیح اللہ کے مابین مسیح اللہ اور دیوان امام الدین بن دیوان منیر الدین کے کہ خسر پورہ
مسیح اللہ کے تہی نا اتفاقی ہو گئی۔ ناچار وہ اجمیر سے اُٹھکر قصبہ ڈہول کوٹ جو دہلی سے
تیرہ چودہ کوس ہے چلے گئے۔ اور وہاں ہی شادی اپنی ایک بی بی سے جو کہ حضرت
غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی کی اولاد سے تہی اور رہنے والی شاہ ڈہوہ

کی کہ جو بلدہ کہیڑ کے کہ ڈہول کوٹ سے ڈیڑہ کوس ہے کر لی۔ اُس زوجہ ثانی سے سید محمد مذکور کو دو فرزند ہوئے۔ بڑا کرم علی شاہ اور چہوٹا فجو شاہ کہ اب تک یعنی ۱۲۰۰ ہجری تک اولاد اُنکی قصبۂ مذکور میں موجود ہے یعنی کرم علی شاہ کو بطن سید زادی سے دو لڑکے ہوئے اُن میں بڑا امیر علی تہا اور تین دختر ہوئیں اُن میں سے دو لڑکیوں کی شادی اولاد سید حسن رسول نما سے دہلی میں کر دی۔ اور تیسری دختر کا حال معلوم نہیں اور فجو شاہ کے چار فرزند ہوئے غفور علی۔ کرامت علی باقی دو کا نام معلوم نہیں ہے۔ **کاتب الحروف کہتا ہے** کہ میں نے ایک شجرہ قصبہ بہادران علاقہ بیکانیر میں اُن کے مرید کے پاس دیکہا اس عبارت سے کہ کرم علی شاہ بن سید مسیح اللہ بن سید عظیم الدین بن سید نجم الدین چلہ کش بن سید احمد بن سید حسام الدین بن سید علم الدین پس تحقیق ہو گیا کہ سید نجم الدین چلہ کش چہوٹے بیٹے سید احمد مذکور کے ہیں یعنی سید نجم الدین چلہ کش کے لڑکا سید عظیم الدین اُسکے لڑکا ہوا سید مسیح اللہ اور اسکو زوجہ اول سے کہ جو دختر سید دیوان منیر الدین کی تہی ایک لڑکا ہوا سید شاہ علی اور زوجہ ثانی اولاد حضرت غوث الاعظم سے دو لڑکے ہوئے کرم علی شاہ اور فجو شاہ نام اور سید شاہ علی بن سید مسیح اللہ کے ایک لڑکا ہوا سید نوازش علی اور اُس سے دو فرزند ہوئے نظر علی اور فدا حسین نظر علی لا ولد فوت ہوا اور فدا حسین کے ایک لڑکا ہے رضا حسین نام جو اجمیر میں رہتا ہے۔ **ذکر سید ضیاء الدین پسر دوم سید حسام الدین کا۔** سید ضیاء الدین بن سید حسام الدین ابتدائے حال میں پشاور کی طرف چلا گیا تہا اور وہاں ہی سکونت اختیار کر کے شادی کر لی تہی جس سے دو لڑکے اور ایک دختر پیدا ہوئی۔ دختر کا نام عائشہ جو مرید علی خاں بن سید محمد قنوجی سے بیاہی گئی اور لڑکوں میں بڑا سید پشاوری نام جسکی شادی قوم چہچہ

ہیں ہوئی اور اُس سے ایک لڑکا پیدا ہوا شیر علی نام معروف سید شیرن۔ دوسرا لڑکا سید ضیار الدین کا سید حمید الدین جسکی شادی دختر سید نعمت اللہ بن سید مرتضی النسل سید حسن مجذوب برادر خواجہ حسین سے ہوی۔ فائدہ۔ اول مدا ین المعین میں ذکر خواجہ حسن مجذوب پسر بزرگ خواجہ ابوالخیر کے لکھا ہے کہ اُن کے سوائے دو دختران یعنی سلطان خاتون اور ملکہ جہاں کے دوسری اولاد نہیں تھی اور اس جگہہ لکھتے ہیں۔ کہ سید حمید الدین بن سید ضیار الدین بن حسام الدین کی شادی دختر سید نعمت اللہ بن سید مرتضے سے کہ جو نسل سید حسن مجذوب برادر خواجہ حسین سے تھی ہوئی۔ یہ تحریر صاحب مدا ین المعین غرابت سے خالی نہیں ہے واللہ اعلم۔ اُن کے اولاد نرینہ ہوئی ہو یا راوی کو غلطی واقع ہوئی ہو کہ یہ سید نعمت اللہ بن سید مرتضے اولاد کسی دوسرے سید حسن کی ہووے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ **ذکر سید جلال الدین پسر سوم سید حسام الدین بن سید علم الدین کا**۔ سید جلال الدین پسر سومی سید حسام الدین کے بہی پشاور میں جاکر سکونت پذیر ہوگئے تھے اور وہاں ہی ہمشیرہ حقیقی زوجہ سید ضیاء الدین مذکور سے شادی کرلی تھی سید جلال الدین کو اُس بی بی سے تین فرزند اور ایک دختر پیدا ہوئی دختر کا نام فیض النساء تہا اور دیگر حال اُس کا کچھہ نہیں لکھا اور لڑکوں میں بڑا سید شہاب الدین دوسرا جمال الدین تیسرا غلام محمد مگر مداین المعین میں جمال الدین اور غلام محمد کی اولاد کا کچھہ حال مندرج نہیں ہے کہ اُن سے اولاد ہوئی یا نہیں۔ لیکن دوسری جگہہ اُسی مداین المعین میں لکھا ہے ذکر میں سید ضیار الدین بن ہدایت اللہ کے کہ جمال الدین بن سید جلال الدین بن حسام الدین کی لڑکی ہے لطیفہ بانو جو سید ضیار الدین سے منسوب ہوئی ہے اور سید شہاب الدین پسر بزرگ سید جلال الدین کو اُس کی بی بی بخت دولت بنت سید شرف الدین بن سید نظام الدین بن دیوان شاہ بن دیوان معین الدین رابع۔ سے ایک لڑکا ہوا سید نصیر الدین نام اُسکو بطن بی بی جمیعت النساء

بنت سید سراج الدین بن نظر محمد بن سید نجم الدین بن دیوان شاہ جیو سے ایک لڑکا
ہوا سید عزیز الدین کہ اس وقت وہ طفلک ہے یعنی تصنیف مداین المعین کے وقت
اور سید عظمت اللہ پسر چہارم سید حسام الدین کا ذکر مداین المعین میں نہیں لکھا معلوم
اُس کے اولاد ہوئی یا نہیں الحمد للہ کہ ذکر اولاد سید حسام الدین پسر دوم سید علم الدین
کا ختم ہو چکا۔

ابیات

الٰہی بحقِ بنی فاطمہ　　　که بر قول ایماں کنی خاتمہ

اگر دعوتم رد کنی ور قبول　　　من و دست و دامان آلِ رسول

ذکر سید ابو الفتح پسر سومی سید علم الدین کا معہ اُن کی اولاد کے

سید ابو الفتح سب سے چھوٹے بیٹے سید علم الدین بن خواجہ ابو الخیر کے تھے وفات اُن کی
تاریخ بستم ماہ رمضان المبارک ۹۵۰ھ ہجری میں ہوئی چنانچہ سید عزت اللہ بن اسد اللہ
بن سید ابو الفتح نے تاریخ وفات اُنکی لکھی ہے **سید ابو الفتح جنتی** اُنکو بی بی عصمت النساء
بنت شیخ شہاب الدین نبیرہ سلطان ابراہیم ادہم بلخی سے چار فرزند ہوئے۔ اول دیوان
سراج الدین۔ دوسرے سید شمس الدین تیسرے سید عطاء اللہ چوتھے سید اسد اللہ۔
فائدہ۔ اگرچہ لازم یہ تہا کہ بعد ذکر سید ابو الفتح کے اُنکے بڑے بیٹے دیوان سراج الدین
کا حال لکھا جاتا لیکن سبب بعد میں لکھنے حال اُنکے کا یہ ہے کہ اسوقت یعنی ۱۲۶۷ھ
میں دیوان سراج الدین بن سید امام علی مسند سجادگی خواجہ بزرگ پر رونق افروز ہیں
جو کہ اولاد سے دیوان سراج الدین پسر کلاں سید ابو الفتح سے ہیں پس ہم نے چاہا
کہ جسطرح سے ابتدا حضرت خواجہ بزرگ کے حال سے اس کتاب میں کی گئی ہے اُسی طرح
سے انجام اور ختم کا بھی خواجہ کے صاحب سجادہ کے حال پر کیا جاوے کہ الانسب
بالمطلوب ہے لہذا اُسکو اس خیال سے باقی رکھکر دوسرے بیٹے سید ابو الفتح کے
مسمیٰ سید شمس الدین کا حال لکھا جاتا ہے۔ **ذکر سید شمس الدین کا۔** سید شمس الدین

دوسرے بیٹے سید ابوالفتح کے ہیں انکو بطن بی بی خورشید بانو بنت سید احمد
بن سید حسام الدین بن سید علم الدین سے تین فرزند اور تین لڑکیاں ہوئیں لڑکوں
کا نام قمر الدین نجم الدین مجد الدین ہے اور لڑکیوں کا نام لطیفہ بانو اور ضیاء النساء کہ
یہ دونوں دختر طفولیت میں فوت ہوگئیں اور تیسری حفیظ بانو جسکا نکاح سید
ہدایت اللہ سے ہوا۔ سید قمر الدین بن شمس الدین کو بی بی خیر النساء بنت سید عطاءاسعد
بن ابوالفتح سے دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں۔ لڑکوں کا نام بدر الدین اور سعید الدین
علی تھا کہ یہ دونوں بعالم صغیر سنی فوت ہوگئے اور دو لڑکیاں اول رفیع النساء دوسرے
سیف النساء کہ یہ دونوں بھی طفولیت انتقال کرگئیں۔ تیسری زینت النساء جو دیوان
امام الدین خاں بن دیوان سراج الدین سے بیاہی گئی۔ اور سید قمر الدین کو جز ایک
دختر زینت النساء نام کے کوئی اولاد نہ رہی اور سید نجم الدین پسر دوم
شمس الدین کو بطن بی بی زینت نساء بنت سید عطاء اللہ سے چار لڑکے اور
دو لڑکیاں ہوئیں بیٹوں کا نام سید غیاث الدین عظیم الدین نظام الدین قوام الدین
تھا اور لڑکیوں میں ایک کا نام جمیل النساء اور دوسری کا نام نہیں لکھا کہ یہ دونوں
لڑکیاں طفلگی میں فوت ہوگئیں اور سید غیاث الدین بن سید نجم الدین کو شکم بی بی
سیف النساء بنت سید امجد بن سید احمد سے دو فرزند اور ایک دختر ہوئی اُن
میں سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی نابالغ انتقال کرگئے اور ایک لڑکا سید رفیع الدین
نام ابتک بحالت طفلگی ہے یعنی زمان تصنیف ہدایت المعین میں اور سید
عظیم الدین پسر دوم سید نجم الدین کو اسکی زوجہ بی بی شائستہ بانو بنت سید عزت اللہ
بن سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح سے ایک لڑکا ہوا تھا جو بچپن میں مرگیا اسکے
بعد اسکی عورت بھی مرض دق میں گزر گئی تب دوسری شادی بی بی رحمت النساء
بنت حافظ شہاب الدین نبیرہ قاضی حمید الدین ناگوری سے کی اُس سے اولاد نہیں ہوئی

کذا فی مداین المعین۔ **کاتب الحروف کہتا ہے** کہ وقت تصنیف کتاب مذکور کے بی بی رحمت النساء سے اولاد نہیں ہوئی تھی لیکن بعد اس کے دو فرزند ہوئے قطب الدین اور فرید الدین نام قطب الدین بن عظیم الدین کے دو فرزند ہوئے نصیر الدین اور بدر الدین نصیر الدین لاولد فوت ہوا اور بدر الدین کے ایک لڑکا ہے سید قدرت علی نام جو کہ اب تک یعنی ۱۳۱۲ھ ہجری میں موجود ہے اور دو لڑکیاں ہوئیں۔ اول علیم النساء جو قاضی منیر الدین بن سید امام علی کے نکاح میں آئی۔ دوسرے نصیب النساء جو سید اصغر علی برادر خورد قاضی منیر الدین مذکور سے بیاہی گئی اور سید فرید الدین بن سید عظیم الدین کے ایک لڑکا ہوا سید فخر الدین نام کہ یہ لاولد فوت ہو گیا اور سید نظام الدین پسر سوم سید نجم الدین کی اب تک شادی نہیں ہوئی ہے مگر سگائی اُس کی بی بی زمرد نساء بنت سید اطیعو اللہ بن سید عطاء اللہ بن ابوالفتح سے ہوئی ہے کذا فی مداین المعین اور سید قوام الدین چوتھے بیٹے سید نجم الدین کے طفلگی میں فوت ہو گئے۔ **ذکر اولاد سید عطاء اللہ پسر سوم سید ابوالفتح کا**۔ سید عطاء اللہ تیسرا بیٹا سید ابوالفتح کو بی بی شریفہ بانو بنت سید احمد بن حسام الدین سے چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں۔ لڑکوں میں بڑا ہدایت اللہ دوسرا اطیعو اللہ۔ تیسرے اور چوتھے کا نام اور دونوں لڑکیوں کا نام نہیں لکھا۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ ان چاروں فرزند اور دونوں دختروں میں سے دو فرزند اور دو لڑکیاں طفلگی میں فوت ہو گئے اور سید ہدایت اللہ پسر عطاء اللہ کو بی بی حفیظ بانو بنت سید شمس الدین سے تین لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکیوں میں بڑی ظفر النساء جو کہ سید عبد الجلیل بن سید اسد اللہ بن ابوالفتح سے منکوحہ ہوئی دوسری مہر النساء تیسری لطیف النساء کہ یہ دونوں صغیر سنی میں انتقال کر گئیں اور لڑکوں میں بڑا سید حفیظ اللہ جسکو بی بی دانشتہ بانو بنت شیخ برخوردار اولاد شاہ حمزہ دہرسوی سے ایک لڑکا ہوا مسیح اللہ نام اور ایک دختر فہمید النساء کہ یہ دونوں ۱۳۱۱ھ ہجری تک کہ یہی

سنہ تالیف کتاب مداین المعین کا ہے طفلک ہیں ان کا حال آگے کا معلوم نہیں ہے
اور دوسرا بیٹا سید ہدایت اللہ کا سید ضیاء الدین نام تہا جسکی سگائی بی بی لطیفہ
بنت سید جمال الدین بن سید جلال الدین سے ہوئی ہے شادی ہنوز نہیں ہوئی ہے
یعنی ۱۳۱۶ھ ہجری تک اور کلیم اللہ تیسرا بیٹا ہدایت اللہ کا بچپن میں مرگیا اور سید
اطیعوا اللہ پسر دوم سید عطاء اللہ کو بی بی عفیفہ بانو بنت قاضی محمد مقیم باشندہ قصبہ
جہونجہنوں سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں۔ بڑے کا نام سید رزق اللہ تہا۔ اور
چہوٹے کا نام نہیں لکہا جو طفولیت میں مرگیا اور بڑی دختر کا نام صاحب نساء جو سید
ظہیر الدین بن دیوان سراج الدین سے بیاہی گئی اور دوسری دختر کا نام نہیں لکہا مگر
ناکتخدا انتقال کرگئی اور سید رزق اللہ بن سید اطیعوا اللہ کو بی بی لطیفہ بانو بنت شیخ
جمال الدین بن شیخ نظام الدین اولاد حضرت سلطان التارکین سے کوئی لڑکا نہیں ہوا
صرف تین لڑکیاں ہوئیں اول رحمت النساء جو سید غلام معین الدین بن سید خلیل اللہ
سے منسوب ہوئی ہے، دوسری زمرد نساء جو سید نظام الدین بن نجم الدین سے منسوب
ہے۔ تیسری زلفت نساء جو سید امام بخش بن سید عزت اللہ بن سید اسد اللہ سے
منسوب ہے اور ابتک یعنی ۱۳۱۶ھ ہجری تک تینوں کی شادی نہیں ہوئی ہے۔ ذکر
سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح کا۔ سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح بن سید
علم الدین کو انکی بی بی خواجہ مبارک بنت شیخ محمد فرید بن شیخ عبدالمومن اولاد حضرت سلطان
التارکین سے پانچ لڑکے اور چار لڑکیاں پیدا ہوئیں لیکن چاروں لڑکیوں کا حال مداین
المعین میں نہیں لکہا کہ طفلگی میں فوت ہوئیں یا بعد شادی کے اور لڑکوں میں بڑا عصمت اللہ
دوسرا محمد حسن تیسرا خلیل اللہ چوتہا سید عزت اللہ پانچواں سید عبدالجلیل تہا سید عصمت اللہ بن سید
اسد اللہ تو طفولیت میں مرگیا اور سید محمد حسن بن سید اسد اللہ قاضی اجمیر کے تہے انکو بی بی خدیجہ بانو بنت سید نجم الدین بن
مبارک شاہ سے ایک لڑکا ہوا تہا جو صغیر سنی میں فوت ہوگیا انکے بعد بی بی خدیجہ کے اولاد نہونے پر سید محمد حسن نے دوسری شادی بی بی

دُردانہ خانم بنت مرزا گدا بیگ سے شاہجہان آباد میں کی۔ اُس کے شکم سے دو
فرزند اور ایک لڑکی ہوئی۔ بڑا لڑکا رضی اللہ جو طفلگی میں مر گیا۔ دوسرا احسن علی جو
اسوقت یعنی ۱۲۶۱ ہجری میں چہار سالہ تہا کہ وہ بہی مر گیا اور محمد حسن گو بالا ولد
فوت ہو گئے۔ ذکر سید خلیل اللہ پسر سوم سید اسد اللہ کا۔ سید خلیل اللہ
بن سید اسد اللہ کے تین عورتیں تہیں اول بی بی ظفر النساء بنت سید ہدایت اللہ بن عطاء اللہ
اسکے شکم سے سید نذکور کو چار لڑکیاں ہوئیں جو طفلگی میں مر گئیں اور ایک لڑکا غلام
معین الدین نام ہے جسکی نسبت رحمت بانو بنت سید رزق اللہ بن اطیبو اللہ سے ہوئی ہے
اور شادی ہنوز نہیں ہوئی یعنی ۱۲۶۱ ہجری تک۔ دوسری بی بی سید خلیل اللہ کی مان
بی بی نام تہی دہلی کی رہنے والی اسکے بطن سے ایک لڑکا ہوا سید نجم الفتح جس کا حال
تحقیق نہیں ہوا اور چار لڑکیاں ہوئیں۔ اول حرمت نساء دوسری نور النساء اور تیسری
چوتہی کا نام نہیں لکہکر دونوں پہلی والیوں کا حال بہی نہیں لکہا۔ تیسری بی بی خلیل اللہ
کی قوم مغل سے نجیب الطرفین تہی جسکا نام اور اسکے والد کا نام نہیں لکہا اُسکے بطن
سے سید خلیل اللہ کو دو فرزند ہوئے ایک سید عبد الوہاب دوسرا سید میر مرزا
کہ یہ دونوں ۱۲۶۱ ہجری تک صغیر سن تہے مگر سید خلیل اللہ نذکور نے بعد تیسری
شادی کے دہلی میں سکونت اختیار کر لی اور ایک بڑی حویلی وہاں ہی خرید لی۔
اور سید عزت اللہ پسر چہارم سید اسد اللہ کو بی بی فخر النساء بنت
سید دیوان خیر الدین سے دو فرزند اور تین لڑکیاں ہوئیں۔ بڑی لڑکی جمیعت النساء
طفولیت میں مر گئی۔ دوسری شائستہ بانو سید عظیم اللہ بن نجم الدین کے نکاح میں آئی
تیسری خجستہ بانو دیوان اصغر علی بن دیوان امام الدین خاں سے منکوحہ ہوئی۔ اور
بڑا لڑکا سید عزت اللہ کا عصمت اللہ عرف امام بخش تہا جس کی شادی بی بی رفعت النساء
بنت سید عبد الرزاق بن اطیبو اللہ سے ہوئی اور دوسرا بیٹا نصیر اللہ طفولیت میں مر گیا۔

اور سید عبد الجلیل پسر پنجم سید اسد اللہ بن سید ابو الفتح کا حال

بد ابن المعین میں نہیں لکھا نہ معلوم کہ طفلگی میں فوت ہوا یا بعد شادی لاولد انتقال کیا۔

ذکر دیوان سراج الدین پسر بزرگ سید ابو الفتح بن سید علم الدین کا

دیوان سراج الدین بڑے بیٹے سید ابو الفتح کے ہیں یہ مرد صالح اور زاہد و عابد مشغول بذکر اللہ تھے۔ ولادت انکی سنہ ١٠٤٥ ہجری میں ہوئی جیسا کہ کسی نے سنہ ولادت ان کا اس بیت میں بیان کیا ہے ۔ دران ساعت کہ ایزد داد فرزند + سراج الدین محمد نام کردند +
وفات انکی سنہ ١١٠٦ ہجری میں ہوئی۔ سن وفات اس مصرع میں نکلتا ہے ۔ ع۔
آن قطب از دوران بر رفت + یہ وہ دیوان سراج الدین ہیں جنکو بہادر شاہ بادشاہ دہلی بن عالمگیر اورنگ زیب نے دیوان فخر الدین کو معزول کر کے سجادگی اور دیوانی پر مقرر کیا تھا جسکا حال مفصل اوپر لکھا جا چکا ہے۔ دیوان سراج الدین کو بی بی رحیمہ عرف کالی بی بی بنت شیخ عنایت اللہ متولی روضہ منورہ خواجہ بزرگ سے کہ خدمت بخشی گری اور صدارت ائمہ داران اور واقعہ نویسی اجمیر کی انہیں سے متعلق تھی۔ تین فرزند اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکیوں میں اول ماہ بانو جو صدر الدین بن سید زین العابدین سے منکوحہ ہوئی تھی جسکو آخر میں نے مطلقہ کر دی تھی۔ دوسری لڑکی صاحب دولت تھی جو خضر محمد بن سید نظام بن دیوان شاہ کے نکاح میں آئی اور لڑکوں میں بڑے دیوان سید منیر الدین دوسرے ظہیر الدین تیسرے سعید الدین چنانچہ سعید الدین طفلگی میں فوت ہوا اور ظہیر الدین کو بعد شادی از بی بی صاحب نسا بنت سید لطف اللہ بن سید اسد اللہ دو فرزند اور ایک لڑکی پیدا ہو کر صغر سنی میں یہ تینوں بچے فوت ہو گئے۔ اور ظہیر الدین کی نسل ختم ہو چکی۔

ذکر دیوان سید منیر الدین بن سید سراج الدین کا

یہ دیوان منیر الدین بن دیوان سراج الدین بعد معزولی دیوان مصلح الدین بن دیوان فخر الدین بن دیوان سید محمد بن دیوان علاء الدین کے پھر عہدہ دیوانی اور سجادگی پر

مقرر ہوئے انکو بطن بی بی صاحب النساء بنت سید شرف الدین بن سید نظام الدین بن
دیوان شاہ جی سے تین فرزند اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ اول لڑکا دیوان امام الدین
خاں دوسرے سید فیض الدین تیسرے سید نور الدین جو مرض چیچک میں مر گیا اور بڑی لڑکی
بی بی فخر النساء جو سید عزت اللہ بن سید اسد اللہ سے منکوحہ ہوئی۔ دوسری سیف النساء
جو سید محمد محسن بن سید خضر محمد بن نظام الدین سے بیاہی گئی۔ سید فیض الدین بن دیوان
نیر الدین کو سعیدۃ النساء بنت شیخ جمال الدین بن نظام الدین ناگوری اولاد حضرت
سلطان التارکین سے ایک لڑکا ہوا تھا جو مرض ڈبہ سے فوت ہو گیا اور ایک دختر ہوئی
لبابت النساء نام جو سید حیدر علی بن دیوان امام الدین خان سے بیاہی گئی۔ **ذکر دیوان
امام الدین خان بن دیوان نیر الدین کا**۔ دیوان امام الدین بہت بزرگ
اور صاحب حشمت اور شوکت تھے ابتدائے حال میں ناظم اجمیر کے تھے بعد میں ترک
منصب شاہی کر کے یاد خدا میں مشغول ہوئے۔ انہوں نے بادشاہ محمد شاہ دہلی کے زمانہ
میں دیوان نجم الدین بن دیوان فخر الدین سے سجادگی اور دیوانی لی تھی بعد چند روز کے
اُن سے سید عبد العلی بن سید صدر الدین نے حاصل کی اور بعد انتقال سید عبد العلی کے
اُنکے چھوٹے بھائی سید وارث علی صاحب سجادہ مقرر ہوئے تھے کہ اُن سے پھر دیوان امام الدین
خاں نے سجادگی لی اور ابتک کہ سنہ [illegible] ہجری ہے انکی یعنی امام الدین خاں کی اولاد
میں سجادگی موجود ہے چنانچہ ذکر اُن کا آگے لکھا جائے گا۔ الغرض دیوان امام الدین
خاں کو بی بی زینب النساء بنت سید قمر الدین بن شمس الدین بن سید ابو الفتح سے پانچ
فرزند اور دو لڑکیاں ہوئیں جن میں بڑا لڑکا سید اکبر علی دوسرا اصغر علی تیسرا حیدر علی چوتھا
رضی الدین پانچواں سید کلن اور لڑکیوں میں بڑی بی بی عصمت جو خورد سالی میں فوت
ہو گئی۔ دوسری ولی النساء جو ابتک طفلکہ ہے یعنی سنہ تصنیف مداین المعین تک
لڑکوں میں تین لڑکے تو طفلگی میں فوت ہو گئے یعنی اکبر علی اور اصغر علی اور سید کلن اور حیدر علی

بطن بی بی لطافت النساء بنت فیض الدین سے ایک لڑکا ہوا سید ارشاد علی عرف میر نتھن اور دو لڑکیاں ہوئیں قمر النساء اور رحمۃ النساء اور میر نتھن سے ایک لڑکا ہوا سید گھیٹا نام باقی حال معلوم نہیں ہے۔ **ذکر اولاد دیوان اصغر علی بن دیوان امام الدین خاں کا۔** بعد رحلت دیوان امام الدین خاں کے ان کے بیٹے اصغر علی خاں مسند سجادگی پر بیٹھے انکو بی بی نجبتہ بانو بنت سید عزت اللہ بن سید اسد اللہ سے دو فرزند اور ایک لڑکی ہوئی۔ دختر کا نام ہدایت النساء تھا۔ باقی حال ان کا معلوم نہیں ہے اور لڑکوں میں بڑا سید ذوالفقار علی اور چھوٹا سید محتشم علی تھا سید ذوالفقار علی بن دیوان سید اصغر علی خاں کو لڑکا نہیں ہوا صرف ایک دختر تھی بی بی دہومن نام جو دیوان مہدے علی خاں بن سید محتشم علی سے بیاہی گئی۔ بعد فوت اصغر علی خاں کے اُن کے بڑے بیٹے ذوالفقار علی صاحب سجادہ ہوئے مگر لاولد فوت ہوگئے اور سید محتشم علی بن دیوان اصغر علی خاں کو دو فرزند ہوئے اول دیوان مہدے علی خاں۔ دوسرے سید امام علی۔ سید مہدے علی خاں کی شادی بی بی دہومن نساء بنت دیوان ذوالفقار علی سے ہوئی بعد انتقال دیوان ذوالفقار علی کے یہی مہدے علی خاں جو داماد اور برادر زادہ انکے تھے مسند سجادگی پر بیٹھے مگر بی بی دہومن سے انکو اولاد نہیں ہوئی اور دوسری عورت غیر کفو سے دو فرزند ہوئے ایک ہادی علی دوسرا اسد علی کہ ابتک یعنی ۱۲۷۰ ہجری تک زندہ موجود ہیں۔ سید امام علی بن سید محتشم علی کو ان کی بی بی منکوحہ سے جو کہ خواجہ زادی تھی ایک لڑکا ہوا دیوان سراج الدین نام جو اب تک یعنے ۱۲۷۰ ہجری تک مسند سجادگی پر رونق افروز ہیں اور دوسری بی بی سے جو کہ اولاد حضرت سلطان ابراہیم ادہم بلخی سے تھی تین فرزند ہوئے اول قاضی اجمیر سید نثیر الدین دوسرے سید شفیع حسین تیسرے اصغر علی۔ الحمد للہ کہ تمام ہوا ذکر اولاد حضرت خواجہ بزرگ شہنشاہ اولیائے ہند خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ کا۔

خاتمہ کتاب کا

واضح ہو کہ باعث تقریر اور تحریر و تصنیف و تالیف اس کتاب مناقب الحبیب کا یہ ہے کہ اس فقیر کو خدمت میں حضرت خواجہ بزرگ کی چند نسبت حاصل ہیں۔ اول یہ کہ سلسلہ پیران عظام اس عاصی کا حضرت خواجہ بزرگ تک منتہی ہوتا ہے۔ میں نام لیوا اُس پیر دستگیر کا ہوں اس تفصیل سے کہ یہ فقیر حاجی محمد نجم الدین باشندہ قصبہ جھونجھنوں کا نبیرہ حضرت خواجہ سلطان التارکین حمید الدین صوفی الناگوری سعیدی فاروقی کا مرید اور خلیفہ حضرت غوث زماں جناب خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ جن کی وفات تاریخ ہفتم ماہ صفر ۱۲۶۷ھ ہجری میں ہوئی۔ قبر آپ کی قصبہ تونسہ ضلع سنگھڑ پنجاب میں ہے۔ اور یہ مرید اور خلیفہ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رضی اللہ عنہ کے۔ وفات ان کی تاریخ سوم ذی الحجہ ۱۲۰۵ھ ہجری میں ہوئی۔ قبر شریف موضع تاج سرور میں ہے جو کہ مہار شریف سے تین کوس بجانب جنوب ہے۔ یہ مرید اور خلیفہ حضرت مولانا فخر الدین محب النبی دہلوی کے ہیں۔ وفات اُن کی تاریخ ۲۷ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ ہجری میں ہوئی۔ قبر شریف شہر دہلی خانقاہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی میں ہے۔ یہ مرید اور خلیفہ اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی کے ہیں۔ وفات اُن کی تاریخ ۱۲ ذیقعدہ ۱۱۴۲ھ ہجری میں ہوئی۔ مزار شریف اورنگ آباد میں ہے۔ یہ مرید اور خلیفہ حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی کے ہیں جن کی وفات تاریخ ۲۴ ربیع الاول ۱۱۴۲ھ ہجری میں ہوئی۔ قبر شریف شاہجہان آباد دہلی میں خانم بازار

میں قریب جامع مسجد کے ہے۔ یہ مرید اور خلیفہ حضرت شیخ یحییٰ مدنی کے ہیں
وفات آپ کی تاریخ ۲۸ر صفر ۱۱۲۲ھ ہجری میں ہوئی۔ قبر شریف مدینہ منورہ میں
جنت البقیع میں زیر روضہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہے۔ یہ مرید اور خلیفہ
اپنے دادا حقیقی شیخ محمد رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ جن کی وفات تاریخ ۲۸ر ذیقعدہ
اور بروایت شجرۃ الانوار تاریخ ۲۹ر ربیع الاولی ۱۰۸۲ھ ہجری میں ہوئی۔
مزار شریف احمد آباد گجرات میں متصل مسجد انصار کے ہے۔ یہ مرید اور خلیفہ
اپنے دادا حضرت شیخ حسن محمد کے ہیں کہ جن کی وفات تاریخ ۲۹ر ربیع الآخر
سنہ ہجری میں ہوئی۔ قبر احمد آباد گجرات میں ہے اپنے والد بزرگوار کے برابر
مسجد انصار کے پاس۔ یہ مرید اور خلیفہ اپنے چچا شیخ جمال الدین جمن کے ہیں کہ
وفات آپ کی تاریخ بستم ذی الحجہ ۹۴۰ھ ہجری میں ہوئی۔ قبر شہر چاپانیر میں
ہے جو قریب احمد آباد گجرات کے ہے کذافی مرات ضیائی۔ اور شجرۃ الانوار
میں قبر اُن کی احمد آباد میں لکھی ہے۔ یہ مرید اور خلیفہ شیخ محمود عرف شیخ راجن
کے ہیں۔ وفات جن کی تاریخ ۲۲ر صفر ۹۰۰ھ ہجری میں ہوئی۔ قبر شریف پیران پٹن
میں ہے یہ مرید اور خلیفہ اپنے پدر والا قدر شیخ علم الدین کے ہیں۔ جن کی وفات
تاریخ ۶ر صفر ۹۰۱ھ ہجری میں ہوئی۔ قبر اُن کی پیران پٹن میں ہے۔ یہ مرید
اور خلیفہ اپنے والد ماجد شیخ سراج الدین کے ہیں جن کی وفات تاریخ ۱۲ر جمادی
الاولی ۸۲۶ھ ہجری میں ہوئی۔ قبر اُن کی بھی پیران پٹن میں ہے۔ یہ مرید
اور خلیفہ اپنے باپ شیخ کمال الدین علامہ کے ہیں جن کی وفات تاریخ ۲۷ر
ذیقعدہ ۷۵۶ھ ہجری میں ہوئی قبر دہلی میں خانقاہ اپنے مرشد شیخ نصیر الدین
چراغ دہلوی میں ہے پائین روضہ شریف۔ یہ مرید اور خلیفہ خال حقیقی اور اپنے
چچا کے بیٹے شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے ہیں۔ جن کی وفات تاریخ

۱۸ رمضان شریف ۷۵۷ھ ہجری میں ہوئی - قبر شریف دہلی میں ہے - یہ مرید
اور خلیفہ حضرت محبوب الٰہی سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء کے ہیں۔ جنکی
وفات تاریخ ۱۸ ربیع الآخر ۷۲۵ھ ہجری میں ہوئی۔ مزار شریف ان کا غیاث پور
میں قریب دہلی کے ہے - یہ مرید اور خلیفہ حضرت گنجشکر فرید الدین مسعود اجودھنی
کے ہیں۔ جن کی وفات تاریخ ۵ محرم ۶۶۴ھ ہجری میں ہوئی۔ قبر شریف پاک
پٹن میں ہے - یہ مرید اور خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے ہیں۔
جن کی وفات تاریخ ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ ہجری میں ہوئی۔ قبر شریف دہلی
کہنہ میں ہے - یہ مرید اور خلیفہ حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی کے ہیں۔
رضی اللہ عنہم اجمعین۔ جن کی وفات تاریخ ششم رجب ۶۳۲ھ ہجری میں ہوئی
قبر شریف اجمیر میں ہے -

فائدہ۔ بعد حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے حضرت سید المرسلین خاتم
النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اسامی پیران سلسلہ چشتیہ
اس فقیر کے فصل اول اس کتاب میں لکھے جا چکے ہیں۔ تاریخ معہ وفات اور
نشان مزارات کے اس جگہہ اعادہ غیر ضروری سمجھکر موجب طوالت خیال
کرتا ہوں اگرچہ ذکر اوصاف حمیدہ اور اخلاف برگزیدہ اپنے پیران کا عین عبادت
ہے اور باعث تازگی ایمان طالب کا جیسا کہ سبع سنابل میں لکھا ہے -

ہر مرید صادق صاحب تمیز — ہست ذکر سیرت پیران عزیز
ذکر پیراں تازہ ایمانش کند — قصہ شاہ جلوہ بر جانش کند

اور حدیث شریف میں آیا ہے قال علیہ السلام من احب شیئاً اکثر ذکرہ -
اور دوسری حدیث ہے المرء من احبہ اسی واسطے ذکر خواجہ بزرگ کا اور
اُن کے مناقب کو اس کتاب میں جمع کیا ہے -

دوسری نسبت اس فقیر کو حضرت خواجہ بزرگ سے یہ ہے کہ سلسلہ آبا و اجداد اس فقیر کا حضرت سلطان التارکین حمید الدین صوفی ناگوری سے ملتا ہے۔ یعنی میں اُن کی اولاد میں ہوں۔ اور حضرت سلطان التارکین خلیفہ اعظم جناب خواجہ بزرگ کے ہیں۔ اور آپ کے امام نماز تھے۔ یعنی سلسلہ جدی بھی میرا حضرت خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین حسن چشتی رضی اللہ عنہ تک منتہی ہوتا ہے۔ پس اس راہ سے بھی ذکر خواجہ کا لکھنا بطریق اولےٰ واجب تھا۔

تیسری نسبت اس فقیر کو حضرت خواجہ سے یہ ہے کہ جناب خواجہ بزرگ نے زبان اقدس سے حضرت جدی الاعلیٰ خواجہ سلطان التارکین حمید الدین صوفی کو فرمایا ہے کہ اے حمید الدین تمہاری اولاد ہماری اولاد ایک ہے۔ کذا فی مونس الارواح وغیرہ عاصی مترجم کو بھی اِن ہی نسبتوں نے اس محنت ترجمہ کتاب پر آمادہ کیا ہے کہ جو میرے والد بزرگوار یعنی حضرت مصنف نے لکھی ہیں علاوہ اِن ہر سہ نسبتہائے مرقومہ بالا کے مجھکو چوتھی نسبت بھی اور خدمت خواجہ بزرگ میں حاصل ہے۔ وہ یہ ہے کہ خوش قسمتی سے میں سید نجم الدین صاحب اولاد جناب خواجہ بزرگ کی دختر نیک اختر سے بیاہا ہوں جو کہ زیادہ تر محنت ترجمہ کی برداشت کرنے کا باعث ہوئی ہے۔ محمد رمضان مترجم

پس جیسا کہ حضرت خواجہ نے فرمایا تھا وہ ہی ہوا کہ مابین اولاد خواجہ بزرگ اور خواجہ حمید الدین صوفی کے اُس زمانہ سے اس وقت تک رشتہ داری اور قرابت جاری ہے۔ دختران اولاد خواجہ بزرگ کی اولاد حضرت سلطان التارکین سے بیاہی جاتی ہیں اور دختران اولاد حضرت سلطان التارکین اولاد خواجہ بزرگ سے منکوحہ ہوتی ہیں جیسا کہ ذکر اُن کا حسب موقعہ اوپر لکھا جا چکا ہے اور اب بھی یکجائی بطریق تفصیل کے لکھا جاتا ہے۔

تفصیل دختران اولاد حضرت سلطان التارکین حمید الدین
صوفی ناگوری کی کہ جو اولاد خواجہ بزرگ جناب خواجہ معین الدین
چشتی رضی اللہ عنہ سے بیاہی گئی ہیں۔ اول دختر خواجہ مخدوم حسین
ناگوری نبیرہ حضرت سلطان التارکین کی۔ سید نورالدین محمد طاہر بن سید
تاج الدین بایزید بزرگ سے منکوحہ ہوئی۔ دوم بی بی رضیت النساء بنت شیخ
عبداللہ نبیرہ حضرت سلطان التارکین ساکن ناگور کی سید علم الدین بن خواجہ
ابوالخیر سے بیاہی گئی۔ تیسرے دیوان سید محمد کی شادی مقام جھونجھنوں اولاد
حضرت سلطان التارکین سے ہوئی۔ چوتھے زلفت نساء بنت شیخ محمد رضا نبیرہ
سلطان التارکین ساکن جھونجھنوں سید تاج الدین بن سید وارث علی سے ہوئی
یعنی بیاہی گئی۔ پانچویں بی بی جمعیت لنسا بنت شیخ نورالدین اولاد سلطان التارکین
ساکن جھونجھنوں سید ناصر علی بن سید وارث علی سے منکوحہ ہوئی۔ چھٹی بی بی رفیع النساء
بنت شیخ غلام نبی ساکن جھونجھنوں سید عزیز الدین بن سید وارث علی کی زوجیت
میں آئی۔ ساتویں بی بی امیر النساء عرف بی بی لبیان بنت شیخ غلام نبی مذکور
سید لطف علی بن سید وارث کے عقد میں آئی۔ آٹھویں گلاب بی بی بنت
شیخ جمال الدین بن شیخ کمال باشندہ جھونجھنوں سید صدر الدین بن سید
زین العابدین سے منکوحہ ہوئی۔ نویں بی بی فہیم النساء دختر شیخ الٰہی بخش ساکنہ
جھونجھنوں کی شادی سید رستم علی بن سید لطف علی سے ہوئی۔ دسویں
بی بی فہیم النساء بنت شیخ شہاب الدین ساکن جھونجھنوں سید نجم الدین بن سید
لطف علی سے بیاہی گئی۔ گیارھویں بی بی بختاور عرف کالی نہالی بنت شیخ
غلام رسول باشندہ جھونجھنوں سید غلام حسین بن سید لطف علی سے منکوحہ ہوئی
بارھویں بی بی عزت النساء بنت شیخ عبدالقوی بن شیخ حسین بن عبدالرحمن باشندہ

جھونجھنوں کی شادی سید عبدالاحد بن سید احمد بن حسام الدین سے ہوئی۔
تیرھویں لطیفہ بانو بنت شیخ جمال الدین بن شیخ نظام الدین ناگوری سید
رزق اللہ بن سید اطیع اللہ سے منکوحہ ہوئی۔ چودھویں بی بی خواجہ مبارک
بنت شیخ محمد فرید بن عبدالمومن ناگوری سید اسد اللہ بن ابوالفتح سے بیاہی گئی
پندرھویں۔ سعیدۃ النساء بنت شیخ جمال الدین بن نظام الدین ناگوری سید
فیض الدین بن دیوان منیر الدین سے منکوحہ ہوئی۔ سولھویں بی بی وجیہہ النساء
بنت شیخ نظام الدین ناگوری سید عماد الدین بن دیوان سید محمد سے منکوحہ ہوئی۔
اور سوائے ان کے اور بہت بی بیاں خواجہ سلطان التارکین کی اولاد خواجہ
بزرگ سے بیاہی گئیں مگر اسوقت جسقدر کتاب مداین المعین سے ثابت ہوئی
ہیں یاد انسبت فقیر ہیں جو جو عقد ہوئے ہیں وہ لکھے گئے ہیں۔ عاصی مترجم
کہتا ہے کہ مزید ان دختران سے کہ جو حضرت مصنف نے لکھی ہیں بعد تصنیف
مناقب الحبیب کے اس وقت ترجمہ تک بہت کچھ ایسی رشتہ داریاں باہمی
ہو چکی ہیں۔ جن کا تحقیق کرکے لکھنا اپنی استطاعت سے باہر سمجھکر موقوف رکھتا
ہوں۔ تفصیل دختران اولاد خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین چشتی
کی کہ جو اولاد حضرت سلطان التارکین خواجہ حمید الدین صوفی ناگوری
سے بیاہی گئی ہیں۔ جھونجھنون۔ اور ناگور میں۔ اول بی بی فخر النساء
بنت دیوان سید محمد بن دیوان علاؤالدین کی شادی شیخ عبدالرزاق بن شیخ عبدالرحمن
بن شیخ قطب بن شیخ کمال الدین اولاد سلطان التارکین سے جھونجھنوں میں ہوئی۔
دوم بی بی زیب النساء بنت سید مجید الدین بن سید مفرح الدین بن دیوان
فخرالدین کی شادی محمد رضا بن شیخ تقی محمد سے بلدہ جھونجھنوں میں ہوئی۔ تیسری

بی بی نور النساء بنت سید امجد بن سید احمد بن سید حسام الدین بن شیخ فقیر اللہ بن شیخ عبد القوی بن شیخ حسین سے جھو نجھنوں میں بیاہی گئی۔ چوتھی بی بی سعادت بانو بنت سید زین العابدین بن دیوان علاؤ الدین بن شیخ عبد القوی بن شیخ حسین سے جھونجھنوں میں بیاہی گئی۔ پانچویں بی بی عظیم النساء بنت سید نجم الدین بن سید لطف علی کی شادی شیخ مولا بخش ولد الٰہی بخش سے جھونجھنوں میں ہوئی۔ چھٹی بی بی ظہور النساء بنت سید نجم الدین بن سید لطف علی کی شادی نور احمد پسر اس فقیر کاتب الحروف حاجی نجم الدین سے جھونجھنوں میں ہوئی۔ ساتویں قمر النساء بنت سید غلام حسین بن سید لطف علی کی شادی شیخ اصغر علی بن سلطان بخش سے جھونجھنوں میں ہوئی۔ آٹھویں بی بی امینہ بنت سید نظام بن سید مبارک بعرف دیوان شاہ جی بن دیوان معین الدین رابع کی شادی شیخ امان اللہ بن شیخ محمد ناگور میں ہوئی۔ نویں بی بی فاطمہ بنت سید نظام مذکور کی شیخ نور اللہ برادر امان اللہ سے ناگور میں بیاہی گئی۔ دسویں عزت بی بی دختر سید مجید الدین بن مفرح الدین بن دیوان فخر الدین شیخ غلام محمد بن عزیز محمد بن عبد الرحمٰن ناگوری سے بیاہی گئی۔ گیارھویں اور بارھویں قمر النساء و نجم النساء بنت سید لطف علی بن سید وارث علی۔ شیخ امیر علی۔ شیخ محمد علی۔ بن غلام محمد ناگوری سے منکوحہ ہوئیں اس سے سوائے اور بہت سی رشتہ داریاں ہوئی ہیں اسوقت جو کتاب مداین المعین سے اور شجرہ اولاد خواجہ بزرگ سے و نیز اپنی یاد سے ثابت ہوئی ہیں۔ وہ لکھی گئیں۔ عاصی مترجم محمد رمضان کہتا ہے۔ کہ بعد تصنیف مناقب الحبیب کے حسب ذیل دختران اولاد خواجہ بزرگ کی شادی مقام جھونجھنوں میں اولاد سلطان التارکین سے ہوئی۔ تیرھویں بی بی نیر النساء بنت سید نجم الدین بن سید لطف علی کی شادی اس عاصی محمد رمضان مترجم

کتاب ہذا ابن خواجہ حاجی محمد نجم الدین صاحب مصنف سے جہونجہنوں میں ہوئی ہے
چودھویں۔ بی بی جنت لنسار بنت سید نجم الدین بن سید لطف علی کا نکاح محمد
سرفراز علی بن خواجہ حاجی محمد نجم الدین صاحب سے جہونجہنوں میں ہوا۔ پندرہویں
بی بی قمر النسار بنت سید نجم الدین بن سید لطف علی کی شادی شیخ غلام اولیار بن
بدرالدین سے جہونجہنوں میں ہوئی۔ سولہویں بی بی نجم النسار بنت سید نجم الدین
بن سید لطف علی کی زوجیت مولوی عبدالغفور بن مولوی قمرالدین بن شیخ احمد بخش
سے جہونجہنوں میں ہوئی۔ سترھویں بی بی خدیجہ بانو بنت سید ریاض الدین احمد بن
سید نجم الدین بن سید لطف علی کا نکاح محمد فریدالدین بن اس عاصی محمد رمضان
مترجم کتاب ہذا ابن خواجہ حاجی محمد نجم الدین صاحب مصنف سے جہونجہنوں میں ہوا۔
اٹہارھویں محمدی بیگم بنت سید ریاض الدین احمد بن سید نجم الدین مذکور کی نسبت
محمد صدرالدین بن غلام فخرالدین بن عاصی محمد رمضان مترجم کتاب ہذا سے بمقام جہونجہنوں
میں ہوئی۔ **تفصیل دیوان وسجادگان اولاد خواجہ بزرگ اور تقدیم وتاخیر اُن کے کی۔** بعد وفات حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری کے
بڑے بیٹے اُنکے خواجہ فخرالدین مصلائے سجادگی پر رونق افروز ہوئے اُن کے
بعد اُن کے چہوٹے بہائی سید ابوسعید ضیاءالدین اُنکے بعد سید حسام الدین
سوختہ بن خواجہ فخرالدین اُن کے بعد خواجہ معین الدین خورد اُنکے بعد
اُنکے بیٹے سید نظام الدین اُنکے بعد اُنکے بیٹے سید فریدالدین جنکے
عہد میں غلبہ کفار کا اجمیر میں ہوگیا تہا اور تمام اولاد خواجہ کی ہر ایک جگہہ ملک بملک
منتشر ہوگئی تہی پہر دوبارہ جب اجمیر میں رونق اسلام ہوئی تو اسوقت میں پہلے
دیوان جوکہ مسند سجادگی پر بیٹھے دیوان سید تاج الدین بایزید بزرگ
تہے اولاد شیخ قیام بابربال پسر دومی سید حسام الدین سوختہ بن۔

سید فخر الدین بن خواجہ بزرگ معین الدین حسن سنجری یعنی سید
تاج الدین بن سید شہاب الدین اُن کے بعد اُنکے بیٹے سید نور الدین محمد طاہر
انکے بعد اُنکے بیٹے رفیع الدین بایزید خورد اُنکے بعد اُنکے بیٹے معین الدین
ثالث انکے بعد اُنکے بیٹے خواجہ حسین بال جتی پہر اُنکے بہتیجے دیوان ولی
محمد بن ابوالخیر پہر اُنکے بڑے بہائی دیوان معین الدین رابع پہر اُنکے
بیٹے دیوان سید عبد الستار بعرف سید سوندہا اُنکے بعد دیوان
علاؤالدین بن سید علم الدین اُنکے بعد دیوان سید محمد بن دیوان
علاؤالدین پہر اُنکے بیٹے دیوان فخر الدین - پہر اُنکے بعد دیوان سراج الدین
بن سید ابوالفتح بن سید علم الدین اُن کے بعد دیوان مصلح الدین
بن دیوان فخر الدین بن دیوان سید محمد بن دیوان علاؤالدین -
اُن کے بعد دیوان منیر الدین بن دیوان سراج الدین - اُن کے بعد
دیوان نجم الدین بن دیوان فخر الدین اُن کے بعد دیوان امام الدین
خاں بن دیوان منیر الدین اُن کے بعد دیوان عبد العلی بن صدر الدین
بن زین العابدین - پہر اُن کے چہوٹے بہائی دیوان وارث علی اُن سے پہر
دیوان امام الدین خاں نے دیوانی لیلی اُن کے بعد اُنکے بیٹے دیوان
اصغر علی اُن کے بعد اُن کے بیٹے سید ذوالفقار علی خان اُن کے بعد
اُن کے بہتیجے اور داماد سید مہدی علی خاں اُن کے بعد اُن کے برادرزادہ
دیوان سراج الدین بن سید امام علی جو اب تک یعنی ۱۳۱۲ ہجری میں
مسند سجادگی پر رونق افروز ہیں ؛ فقط

التماس مصنف

خدمت میں صاحبزادگان اولاد حضرت خواجۂ خواجگان و نبیرگان انحضرت دست بستہ یہ عرض ہے کہ اس کتاب میں اگر کسی جگہ غلطی نسب نامہ میں یا تقدیم و تاخیر واقعہ ہوئی ہو اُس کو للّٰہ معاف فرماویں۔ اور اُس کے صحیح کرنے میں سعی کریں کیونکہ اس کتاب میں جو کچھہ اس فقیر نے لکھا ہے کتاب مداین المعین سے یا شجرۂ اولاد خواجہ بزرگ سے یا ایک رسالہ دوسرے سے جو کہ تصنیف ہوا تھا عہد جلال الدین محمد اکبر بادشاہ میں اور بعض دیگر کتب معتبرہ سے لکھا ہے۔ چونکہ مصنف مداین المعین کو بعض جگہ ذکر اولاد خواجہ بزرگ میں بسبب بے خبری کے غلطی واقع ہوئی ہے اور فقیر کو اُسکی تحقیق تھی۔ پس اُس سے قطع نظر کرکے میں نے اپنی تحقیق سے صحیح حال لکھا ہے یعنی جو کچھہ حال سجادگی کا قبل دیوان سراج الدین کے دیوان خواجہ بایزید بزرگ تک لکھا ہے وہ مداین المعین سے لکھا ہے۔ اور بعد دیوان سراج الدین کے اُس زمانہ تک جو کچھہ تحریر کیا گیا ہے وہ شجرۂ اولاد دیوان علاؤالدین سے لکھا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ لیکن غرض اس فقیر نام گیر حضرت پیر دستگیر خواجہ بزرگ کی یہ تھی کہ نسب نامہ حضرت خواجہ بزرگ کا معہ اُن کی اولاد پاک نہاد کے صحیح کروں تاکہ منکرین اولاد خواجہ کو آنکھوں میں خاک پڑے اور وہ جان لیں کہ بلاشک وشبہہ اُس وقت تک کہ سنہ ۱۲ ہجری کی اولاد خواجہ غریب نواز کی صحیح النسب اور نجیب الطرفین موجود ہے جو بفضل خدا پوری ہوگئی۔ ورنہ اس غلام خاندان چشت کو کوئی مطلب

دیوانی اور سجادگی سے نہیں ہے میں جملہ اولاد خواجہ بزرگ کا عام اس سے کہ وہ صاحب سجادہ ہوں یا دیوان ہوں یا نہ ہوں اپنے عقیدہ میں غلام ہوں اور ہر ایک اولاد خواجہ کو بجائے خواجہ بزرگ کے سمجھتا ہوں اور اس حدیث نبوی پر عمل کرتا ہوں۔ قال علیہ السلام کل نسب وحسب ینقطع الی یوم القیمۃ الا نسبی وحسبی اکرموا الی الصالحون للہ والطالحون لی۔ اور اُن کے حق میں دعائے خیر کرتا ہوں۔

بیت

الٰہی تا بود خورشید و ماہی	چراغِ چشتیاں را روشنائی
اگر گیتی سراسر باد گیرد	چراغِ چشتیاں ہرگز نمیرد

اور اس کتاب کو شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی ان ابیات پر ختم کرتا ہوں

ابیات

الٰہی بحق بنی فاطمہ	کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول	من و دست و دامانِ آلِ رسول

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین فقط

الحمد للہ کہ ترجمہ کتاب مناقب الحبیب کا بقلم عاصی راجی غفران مولوی محمد رمضان ابن حضرت خواجہ حاجی محمد نجم الدین مصنف مناقب الحبیب کے بتاریخ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ ہجری ختم ہوا اس محنت کو خدا قبول فرماوے آمین ثم آمین فقط

زیادہ بخشندہ متبرک

مناقب الحبیب

یعنے

مکمل سوانح عمری حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ

اگرچہ سوانح عمریاں حضرت خواجہ کی بہت سی چھپ چکی ہیں مگر کتاب ہذا کی خصوصیات سب پر فایق ہیں
اول تو یہ کتاب ایک خاندانی بزرگ صاحب تصانیف کثیرہ حضرت حاجی خواجہ محمد نجم الدین صاحب شاہ ولایت
فتحپور و خلیفہ خاص حضرت شاہ سلیمان صاحب تونسوی رحمۃ اللہ علیہما کی تصنیف سے ہے۔ دوم اکثر سوانحعمریوں
میں ایک ہی مشہور حالات خواجہ کو دہرایا گیا ہے۔ اسمیں یہ بات نہیں بلکہ کتنے ہی واقعات عجیب اور انکی
اولاد اور احفاد کا ذکر بالکل جدید ہے اور ہر ایک بیان کو بحوالہ کتب درج کیا ہے باایںہمہ قیمت نہایت
قلیل صرف دس آنہ مقرر ہیں۔ جو صاحب مفصل و صحیح حالات حضرت خواجہ اور انکی اولاد کے جویا اور محبان
خدا کو دوست رکھتے ہوں اس کتاب کو ضرور ملاحظہ فرمائیں بلکہ ذیل کی کتابوں سے بھی جو پسند ہوں
طلب فرمائیں کہ خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ عام شایقین سے قیمت ہی رعایتی لیجائیگی۔ گلزار وحدت۔
درنجف۔ صد کلمات حضرت علیؓ کی حکیمانہ شرح بزبان اردو۔ قیمت ۸؍ رعایتی ۶؍
ارشاد الکاملین۔ حضرت گنجشکر حضرت نظام الدین اولیا حضرت چراغ دہلی کے بیان کردہ فوائد و روایات
سوسو مع اسرار الاولیا افضل الفوائد مفتاح العاشقین کا اردو ترجمہ مجلد ۱؍ رعایتی ۱۲؍
حدیقہ تصوف۔ دوسو بزرگان صوفیہ کے حال قال و بیان تصوف لواقح الانوار شعرانی سے۔ ۸؍ رعایتی ۶؍
صد کلمہ چہار یار۔ چاروں صحابہ کے سوسو کلمے مع شرح فارسی ۸؍ گلزار لطافت سہ مجلدات عطر ظرافت
جسمیں رسولخدا صلعم کی خوش طبعی بارہ اماموں کے کلمات طیبات فصحاء عرب و عجم و مشاہیر شعراء امراء وغیرہ کے لطائف
فی البدیہہ عمدہ کاغذ ۸؍ رسمی ۶؍ رعایتی ۴؍ مجموعہ دلپسند مختلف قصص و نقلیات
مذکرات مع گلستان مسرت و تاریخ بیت المقدس و شہادت امام رضا وغیرہ ۔ گلشن فضیلت۔ اسمیں فضائل
انسانی شرم و حیا تواضع عفو و کرم شجاعت سخاوت ہمت۔ رحمدلی۔ مہمان نوازی وغیرہ کے متعلق کئی نمونہ
عجیب و غریب تاریخی حکایات و خوشنما نقشے دو ضرار ہی مشاہیر سلف و زمانہ عباسیہ کے کارنامے وغیرہ درج ہیں
لطائف السلوک مکتوبات حضرت چراغ دہلی فارسی ۱۲؍ **کلمات طیبات** مکتوبات فارسی حضرت شاہ غلام علی مرزا مظہر جانجاناں و
قاضی ثناء اللہ ۱۲؍

المشتہر سید میر حسن مالک مطبع رضوی دہلی محلہ چیلپوری